حضرت علامہ عبدالوحید ربّانی

محمدی بکڈپو

۵۲۳۔ وحید کتب مارکیٹ
مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ ربّانی

(حصّہ اوّل)

مولانا عبدالوحید ربّانی صاحب قبلہ

مُحمّدی بُکڈپو
۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، ٹیامحل، جامع مسجد، دہلی ۔۶

خطباتِ ربّانی ﴿حصہ اوّل﴾

مصنف: مولانا عبدالوحید ربانی صاحب

صفحات: ۴۵۲ سائز: 23x36/16

بہ اہتمام: محمدی بک ڈپو

ISBN: 81-89437-58-9 (Set)

ناشر

محمدی بک ڈپو

۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

- ناز بکڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی۔
- القرآن کمپنی، کمانی گیٹ، اجمیر
- مکتبہ نعیمیہ، مٹیا محل، دہلی۔۶
- مکتبہ المدینہ، دہلی
- رضا بکڈپو، دہلی

Laser typesetted at:
Frontech Graphics
Abdul Tawwab 9818303136, 9899602177

فہرست مضامین

(حصہ اوّل)

(حصّہ دوم)

خطبہ ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ ہمارا خالق ہے۔ پیدا کرنے والا، بنانے والا اور پرورش کرنے والا ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی شخص مشین بنائے تو ہم جانتے ہیں کہ اس مشین کا مقصد، اس کے چلانے کے طریقے، اس میں پیدا ہونے والے نقائص اور ان نقائص کو دور کرنے کے طریقے بھی وہی مشین کا موجد ہی بہتر طور پر بتا سکتا ہے۔ اسی طرح خدا ہمارا خالق اور ہمیں بنانے والا ہے۔ اسلئے ہماری زندگی کا مقصد، زندگی گزارنے کے طریقے اور اس زندگی میں پیدا ہونے والی برائیاں اور ان برائیوں کو ختم کرنے کے طریقے بھی ہمارا خالق ہی بہتر طور پر بتا سکتا ہے۔

اب اگر مشین کے بنانے والا کاریگر اگر چاہے تو اپنی مشین کی تمام معلومات خود لوگوں کو جا کر بتائے اور اگر چاہے تو وہ اس کام کیلئے اپنا ایک نمائندہ بنا لے۔ اس نمائندے کو سب باتیں سمجھا دے اور یہ آ کے لوگوں کو اس مشین کے ضروری کوائف بتا دے۔ اسی طرح سے ہمارا بنانے والا خالق جسے ہم اللہ کہتے ہیں، اگر چاہے تو ہماری نفسیات، خواہشات، مشکلات اور ان مشکلات کا حل خود ہمیں بتا دے اور اگر چاہے تو اپنے کسی نمائندے کو سمجھا دے اور وہ ہمیں بتا دے۔

لیکن اکثر ہوتا یوں ہے کہ مشین کا بنانے والا خود لوگوں کو جا کر اس مشین کے بارے

میں نہیں بتاتا کیوں کہ یہ اس کی عزت کے خلاف ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے نمائندے کے ذریعہ بات پہنچاتا ہے۔ خدا ہماری تخلیق کرنے والا ہے، وہ ہماری ضروریات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ ہمارا خالق ہے اور یہ بات اس کے شانِ خداوندی کے خلاف ہے کہ وہ خالق ہوکر مخلوقات سے بات کرے۔ اسلئے وہ تمام اسرار ورموز اپنے نمائندے کو بتاتا ہے اور یہ نمائندہ آ کے ہمیں بتاتا ہے اور اس نمائندے کو ہم نبی کہتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ

اور یہ سب باتیں نبی دنیا کے کسی اسکول میں آکر نہیں پڑھتا۔ رب اسے پڑھا کر بھیجتا ہے۔ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا، نبی سب کا استاد ہوتا ہے۔ تاریخ کے اوراق دیکھ لو، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے۔ کسی نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ نبیوں کا پڑھانے والا، سکھانے والا، سمجھانے والا خود اللہ ہوتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ جو کچھ اللہ نبی کو پڑھا دیتا ہے وہی کچھ آ کے نبی امت کو بتا دیتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو رب نے جو کچھ سکھایا، انہوں نے اپنی قوم کو آ کے زبور کی شکل میں وہی کچھ سمجھایا۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو جو تعلیم دی انہوں نے اپنی قوم کو وہی انجیل دی۔ خدا نے موسیٰ سے جو بات کی، موسیٰ نے آ کے وہی تورات دی اور اللہ نے ہمارے نبی سے جو کچھ بیان کیا ہمارے نبی نے ہمیں وہی قرآن دیا۔

ہر نبی کی تعلیم میں اس کی نبوت کا عکس نظر آتا ہے۔ نبی علم سیکھنے کیلئے نہیں، دوسروں کو عالم بنانے کیلئے آتا ہے۔ ہمارا کوئی عالم اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک نبی کی تعلیمات اسے ازبر نہ ہوں۔ آج ہم نے علم کے معیار بدل دیئے۔ آج ہم لوگ اسے عالم سمجھتے ہیں جو انگریزی میں مشین کی طرح بولے، جو جغرافیہ میں زمین کی طرح گھومے، جو منطق میں وکیل کی طرح استدلال کرے، جو ریاضی میں بنئے کی طرح حساب کرے۔

یاد رکھو! انگریزی، سائنس، منطق، طب اور ریاضی علم کی شاخیں تو ہو سکتی ہیں لیکن علم کا منبع نہیں ہو سکتیں۔ یہ جدید علوم تمہیں مادی ترقی تو دے سکتے ہیں لیکن ذہنی سکون نہیں دے سکتے۔

سائنس تمہیں ترقی یافتہ تو بنا سکتی ہے لیکن تہذیب یافتہ نہیں بنا سکتی۔ منطق تمہیں ذہین، فطین اور ظریف تو بنا سکتی ہے لیکن شریف نہیں بنا سکتی۔ شرافت کے موتی، صداقت کے نگینے، ہمدردی کے یاقوت، انصاف وعدل کے جواہر اگر مل سکتے ہیں تو دریائے نبوت سے مل سکتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا شرافت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام پھر دنیا کی امامت کا

بندوں کی بندگی

ہم نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں، ہم مانتے ہیں کہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اپنی اپنی قوم کیلئے راہنما تھے۔ اپنے اپنے وقت کے ہادی و پیشوا تھے۔ ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں ہم جہاں رب کی ربوبیت کا اعلان کرتے ہیں، وہاں تمام نبیوں کی نبوت کا بھی اقرار کرتے ہیں اور صرف ان کی نبوت کو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں کو بھی وحی من اللہ سمجھتے ہیں۔ مگر مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام پیغمبروں میں کس نبی کی شریعت پر عمل کیا جائے؟ مختلف انبیاء کے زمانوں میں مختلف احکامات آتے رہے۔ اگر ہم تمام انبیاء کے احکامات پر عمل کریں گے تو یہ صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ اول تو قرآن کے علاوہ تمام آسمانی کتب اور صحائف کا ملنا مشکل ہے۔ اگر ملیں گے تو ان میں تحریف ہوگی، لوگوں کی اپنی باتیں شامل ہوں گی اور اگر ان باتوں میں سے کسی کی وضاحت اور تشریح کی ضرورت پڑے تو جن انبیاء پر یہ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان کے اقوال ہمارے پاس نہیں۔ لازماً ہم اپنے قیاس سے کام لیں گے۔ جب کہ ہماری عقل خدائی قوانین وضوابط کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ نتیجتاً ہمارے پاس اپنا بنایا ہوا ایسا ملغوبہ تیار ہو جائے گا جو ہم جیسے بندوں کی کاوشوں کا ثمرہ ہوگا۔ پھر ہم خدا کی نہیں بندوں کی بندگی کریں گے اور دنیا میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ جن لوگوں کا ختم نبوت پر ایمان نہیں، ان کا بندوں کی نبوت پر ایمان ہے۔

اور تاریخ گواہ ہے کہ جب بندہ خدا بنا تو نیل کی موجوں میں ڈوب مرا اور جب یہ بندہ خود

نبی بن بیٹھا تو بیت الخلا میں جان نکلی۔ ختم نبوت کے سلسلے میں اس بات کو خوب سمجھ لو کہ نبوت نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتی بلکہ نبوت انسانی خواہشات کو رب ذوالجلال کے احکامات کے تابع بنا دیتی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بشر اپنی بشری اوصاف اور عادات و خصائل کی اتباع کرتے ہوئے بھی نبی ہوسکتا ہے۔ تو قادیانیوں نے سوچا کہ مرزا غلام احمد اپنے بشری کردار کے مضحکہ خیز ہونے کے باوجود بھی نبی ہوسکتا ہے۔ تم نے حجت اور دلیل کا ہتھیار تو خود انہیں پیش کیا۔ اب ان پر اعتراض کیسا؟ ایمان صرف کلمہ پڑھ لینے سے ہی مکمل نہیں ہوتا۔ جب ہم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم میں سے کوئی خدا جیسا نہیں۔ اور جب ''محمد رسول اللہ'' کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے ہم میں سے کوئی مصطفیٰ جیسا نہیں۔

تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے ایک نعرہ سنا ہوگا۔ تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد۔ تاج وتخت سے مراد عموماً بادشاہی اور اقتدار لیا جاتا ہے۔ یعنی حضور کا اقتدار اور بادشاہی تا قیامت زندہ رہے گی۔ میں ایک قدم اور آگے جاتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے۔ فرمایا اس زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے گئے ہیں۔ اس زمین کی مٹی ہر ایک کے جسم کو کھا سکتی ہے لیکن کسی نبی کے جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور حضور نے مزید فرمایا ''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں''۔ آپ کہتے ہیں نبی کا تاج وتخت زندہ ہے۔ ہم کہتے ہیں نبی کا تخت بھی زندہ، نبی کا تاج بھی زندہ، نبی خود بھی زندہ۔

ہمارے نبی کے اقوال بھی زندہ، اعمال بھی زندہ۔ قرآن پاک ایک کتاب ہے، تو نبی کی حدیث اس کی تفسیر ہے۔ قرآن ایک بیان ہے تو حدیث اس کی تشریح ہے۔ قرآن تحریر ہے تو نبی اس کی عملی تصویر ہے۔ اس نبی کی نبوت تمام کلیات وجزئیات سمیت زندہ ہے۔

کسی نبی کے آنے کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ پہلے نبی کی شریعت مٹ جاتی ہے، احکامات ختم ہو جاتے ہیں، اسلئے شریعت کو پھر سے زندہ کرنے کیلئے دوسرا نبی آتا ہے۔ یہاں شریعت بھی موجود ہے، کتاب بھی موجود ہے، احکامات بھی موجود ہیں، ہمارے پاس نبی کے اقوال بھی موجود ہیں، اعمال بھی موجود ہیں۔ پھر ہمیں اس کانے نبی کی ضرورت ہی کیوں ہو؟

اور یہ آخر شریعت میں نئی بات اور نیا حکم لایا ہی کیا ہے؟ یہ تو کہتا ہے میرے پاس شریعت محمدی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جب حضور کی شریعت کے علاوہ کوئی شریعت نہیں آسکتی تو حضور کی نبوت کے بعد کوئی نبوت کیسے آسکتی ہے۔ ہم اہلسنت ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ حضور کے تاجِ ختم نبوت کے بعد ہر نئے نبوت کا تاج سجانے والے سر کو سولی کی نذر کیا جائے۔

آج کے دور میں مسلمانوں نے نبوت کو پرکھنے کیلئے اپنے علم کا سہارا لے رکھا ہے۔ حالانکہ ہماری بصیرت رموزِ نبوت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہاں چند صفات اور خصوصیات ہیں جن کی بنا پر ہم نبوت کی عظمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ آج کسی نے کہا کہ نبی کو وہم بھی ہوسکتا ہے، کسی نے کہا نبی پر جادو غالب آسکتا ہے، کسی نے کہا نبی شیطانی خواب بھی دیکھ سکتا ہے۔ ہم میں سے جس جس کے جی میں جو کچھ آیا اس نے نبوت کے سر تھوپ دیا، حالانکہ

میں نہ ملا نہ محدث نہ امام — میں نہ سمجھوں کیا ہے نبوت کا مقام
ہو نہ جس نبوت میں قوت وشوکت کا پیغام — وہ نبوت ہے میرے لئے برگ حشیش

نبوت میں ضعیفی اور کمزوری تلاش کرنے والو! میرے نزدیک وہ نبوت، نبوت ہی نہیں جس کی شان وشوکت سے دنیا متاثر نہ ہو۔

نبی حق لے کر آتا ہے اور حق بذاتِ خود اتنی بڑی طاقت ہے کہ اس طاقت کے سامنے تمام شیطانی طاقتیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ ہم نے سوچا چونکہ ہم وہم وگمان کی دنیا میں گم ہو جاتے ہیں،

ہمیں شیطان بہکا کرلے جاتا ہے، شاید نبی کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے۔ لیکن رب ماتھا دیکھ کر مہرِ نبوت لگاتا ہے، نبوت کا تاج اسے پہناتا ہے جو اس کے لائق ہو۔ ہر نتھو پتھو نبی نہیں ہوا کرتا۔

تحفظ دامنِ نبوت میں

نبی وہ ہوتا ہے جس کے پاس حقانیت کی واضح نشانیاں ہوں۔ نبی وہ ہوتا ہے جس کے پاس معجزات کی نشانیاں ہوں، جس کے پاس اخلاق کی جولانیاں ہوں۔ نبی وہ ہوتا ہے جس پر خدا کی خاص مہربانیاں ہوں، نبی وہ ہوتا ہے کہ خدا جس کی بات سنتا بھی ہو اور اسے اپنی بات سناتا بھی ہو۔ جتنے بھی نبی آئے، جس نے جو دعا مانگی فوراً قبول ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ نبی نے کبھی دعا مانگی ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسی دعا نہ مانگنے کا مشورہ دیا ہو۔ ورنہ خدا اپنے محبوب انبیاء کی دعاؤں کو ہمیشہ قبول کرتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک لمبے عرصہ تک تبلیغ کرنے کے بعد جب اپنی قوم کو ضدی پایا تو ان کی بربادی کی دعا کی، پھر کیا ہوا؟ زمین پھٹ گئی، آسمان ٹوٹنے لگا، زمین سے پانی ابلنے لگا، آسمان سے بارش برسنے لگی، تمام اس عذابِ خداوندی میں ڈوب مرے۔ خدا نے اس موقع پر اپنے نبی کی حفاظت کی۔ صرف اپنے نبی کی نہیں اس نبی کے پیروکاروں کو بھی اس عذاب سے بچایا۔

محترم سامعین! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اپنے دامن میں آجانے والوں کی محافظ بن جاتی ہے۔ نبوت اپنے پیروکاروں کو اگر اتنے بڑے طوفان سے بچا سکتی ہے، تو پھر سوچئے ہم بھی نبی کے ماننے والے ہیں۔ ہم بیماریوں، قحط سالیوں، سیلابوں اور زلزلوں سے کیوں محفوظ نہیں؟ ہم کہتے ہیں نبوت موجود ہے اور ہم نبوت کی پیروی کرنے والے ہیں لیکن یہ نبوت کیا ہماری حفاظت سے نعوذ باللہ عاجز آ گئی ہے۔ نہیں، نبوت اب بھی ہماری ضامن ہے۔

ہم وحشی ہیں

لیکن افسوس نبوت کو نہیں سمجھا گیا۔ نبی کے گن گانے کے بجائے نبی کی توہین کی گئی، نبوت

کی عظمت کا سکہ دنیا میں بٹھانے کی بجائے دنیا کے سامنے اسے رجعت پسندانہ نظریہ قرار دیا گیا۔ نبی کی ذات سے محبت کرنا فرض تھا لیکن نبی کی ذات میں عیب تلاش کیے گئے۔ نبی کی عادات کو اپنے لئے نمونہ بنانے کا حکم تھا لیکن نبی کی عادات کو ایک شخص کے ذاتی عادات و خصائل کہہ کر ان ﷺ سے روگردانی کی گئی۔ نبی کی حدیث ہمارے لئے قرآن کی تفسیر تھی لیکن حدیث پر اپنے قیاس کو ترجیح دی گئی۔ نبی کی سنت زندگی گزارنے کا طریقہ تھا، لیکن سنت رسول کو نہ صرف ترک کیا گیا بلکہ اسے اپنے طنز و مزاح، ٹھٹھے اور مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ کون نہیں جانتا کہ داڑھی رکھنا رسول کی سنت ہے لیکن ٹیلی ویژن پر جس شخص کو بے وقوف بنا کر دکھانا ہو، اس کے منہ پر داڑھی دکھائی جاتی ہے۔ یہ سنت رسول کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ نبی کی سنت کی یہ بے حرمتی ہوتی دیکھی، لیکن نبی کے ساتھ ہماری محبت میں کچھ داغ نہ آیا۔ ہم نبی کے محب تو بن بیٹھے لیکن اس کی صحیح اطاعت کرنے والے نہ بن سکے۔ ہم نے نبی کی عظمت پر تقریریں تو کیں لیکن نبی کی عظمت کو دنیا سے منوانے کی تدبیریں نہ کیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نبوت جو کسی دور میں ہم پر رحمت کی چھت بن کر ہمیں آفات سماوی وارضی سے بچایا کرتی تھی، معلوم ہوتا ہے آج اس طریق نبوت سے ہم نے رخ پھیر لیا۔ آج ہم اندھیروں میں ہیں، ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن کوئی تدبیر سوجھتی نہیں۔ دوسروں کو اپنا رہبر اور راہنما بناتے ہیں لیکن کوئی بات بنتی نہیں۔ ہم در در کے بھکاری بنتے ہیں لیکن کوئی چیز ملتی نہیں۔ ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے ہماری نظریں جواب دے چکی ہیں۔ ہم ذہنی افکار میں گم ہوتے ہیں لیکن ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کبھی ہم روپیوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، کبھی کپڑوں کی فکر کرتے ہیں، کبھی ہم پر مکانوں کا بھوت سوار ہوتا ہے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ ہم روٹی کے پیچھے دوڑتے ہیں، روٹی ہمارے آگے دوڑتی ہے، ہم جن کپڑوں کی تنگ و دو کرتے ہیں ان کپڑوں کو پہن بھی لیں تو راستے میں چلتے ہوئے ننگے نظر آتے ہیں۔ مکانوں میں ہم ضرور رہتے ہیں لیکن ہماری زندگی وحشیوں سے بھی زیادہ ہولناک ہے۔

انسان بنو

یہ باتیں صرف ربانی ہی نہیں کہہ رہا بلکہ مغرب کی ترقی یافتہ اقوام خود یہ کہہ رہی ہیں۔

ایک انگریزی رسالے میں انہوں نے لکھا ہے:

”آج انسان اتنا عقلمند اور ترقی یافتہ ہوگیا ہے کہ آسمانوں کی بلندیوں اور سمندروں کی گہرائیوں کے علوم اس پر آشکار ہوگئے ہیں لیکن یہ انسانیت کا بہت بڑا المیہ ہے کہ اس انسان کو آسمان میں پرندہ بن کر اڑنے کا طریقہ تو آ گیا ہے، اس انسان کو سمندروں میں مچھلی بن کر غوطہ لگانے کا طریقہ تو آ گیا ہے لیکن اس انسان کو اگر نہیں آیا تو زمین پر انسان بن کر رہنے کا طریقہ نہیں آیا“۔

ہم کہتے ہیں اگر انسان بننا ہے تو آؤ اس محسن انسانیت کے دروازے پر کہ جس نے سسکتی ہوئی انسانیت کو امید کی نئی کرن دکھائی، جس نے روتوں کو ہنسنا سکھایا، جس نے ڈوبتوں کو تیرنا اور جس نے مرتوں کو جینا سکھایا، جس کے سبق نے خونخوار عربوں کو تاجدارِ عرب وعجم بنا دیا، جس کی زندگی نے انسانی زندگی کو زندگی بخشی، جس کے طریقوں نے انسانوں کو جینے کا طریقہ سکھایا، جس کی عادتوں نے انسانوں کی عادتیں بتائیں، جس کی باتوں نے انسانوں کی بات بنائی، جس کی راتوں نے انسان کی راتوں کو سکون بخشا، جس کی خصلتوں نے اچھے اور برے کی تمیز بتائی، جس کی روایتوں نے ہدایت بتائی، جس کی زبان نے قرآن جیسا آفاقی کلام سنایا، جس کے سفر نے دنیا کو ایک سفر بتایا اور جس کے قیام نے زندگی میں قیامت کا خوف پیدا کر کے انسانیت کو معراج پر پہنچایا۔

نہ سمجھو گے تو

اس انسانیت کے عظیم محسن کو ہم اپنا نبی کہتے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ ہم اسے اپنا محسن بھی کہتے ہیں اور اس کی نبوت پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہماری زندگیاں قلابازیاں

کھا رہی ہیں۔ جس نبی نے روتوں کو ہنسایا آج اس کے ماننے والوں پر کیوں اداسی اور مایوسیوں کے بادل چھائے ہوئے ہیں! جس نبی نے اجڑتے گھروں میں سکون و اطمینان پہنچایا، جس نبی نے قلوب کو مصفی ہی نہیں منور بھی کیا، کیا آپ نے کبھی سوچا کہ آخر اس نبی کے ماننے والے آج اس قدر بے چینی اور بے اطمینانی کی زندگی کیوں گزار رہے ہیں؟ اس نبی کے ماننے والوں کی زندگیاں اتنی پریشان کیوں ہیں اگر آپ غور وفکر کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نبی کے ماننے والے تو ہیں لیکن نبی کو جاننے والے نہیں۔ چونکہ ہم نبی کی عظمت کو نہیں سمجھتے اسلئے نبوت پر ہمارا ایمان کوئی معنی نہیں۔ کوئی شخص کسی چیز کو جانتا ہی نہ ہو تو اسے مانے گا کیا؟ ایک شخص کو جب اتنی خبر نہ ہو کہ جنت خوشکن میووں اور دل لبھانے والے باغوں کا نام ہے، یا جلا کر راکھ کر دینے والی آگ کا نام، تو اس کا آخر جنت پر ایمان لانا کیا معانی رکھتا ہے؟ ایک شخص کو خدا کے بارے میں اتنا بھی معلوم نہ ہو کہ وہ ایک ہے یا زیادہ، اس شخص کا آخر خدا کو ماننے کا کیا مطلب؟ ایک شخص اتنا بھی نہیں جانتا کہ فرشتے خدا کی نوری مخلوق ہیں اور گناہ و ثواب سے مطلق آزاد ہیں تو وہ فرشتوں کو کس حیثیت سے مانتا ہے؟ بالکل یہی حال نبوت پر ایمان لانے کے بارے میں ہے۔ ہم ابھی تک اتنا نہیں سمجھ سکے کہ نبی کون ہوتا ہے؟ نبی کی باتیں ہمارے لئے کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ نبی کی ذات سے آخر ہمیں کیا تعلق ہے؟ نبی ہمارے لئے کیوں ضروری ہے؟ نبی کا خدا سے کیا تعلق ہوتا ہے؟ وحی من اللہ کیا ہے؟ یہ نبی کے پاس سے کیوں اور کیسے آتی ہے؟ نبی کے اقوال کی حیثیت کیا ہے؟ نبی کے افعال ہمارے لئے حجت کیوں ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں لیکن ہمیں نہ خدا کی الوہیت کا پتہ ہے، نہ رسول کی رسالت کا۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں لیکن ہمارے اقوال اور اعمال میں کوئی مطابقت نہیں جب کہ علامہ اقبال کہتے ہیں:

مسلمانم بلرزم لا الٰہ الا اللہ را

کہ جب میں کہتا ہوں میں مسلمان ہوں تو لا الٰہ الا اللہ کی حقیقتوں سے میرا جسم لرز جاتا ہے۔

کڑوی باتیں

حقیقت یہ ہے مسلمانو!

سچ بات بہت کڑوی ہوتی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ آج رسول کی رسالت کو اتنا بھی نہیں سمجھا گیا جتنا ابو جہل سمجھتا تھا۔ ابو جہل یہ جانتا تھا کہ جب میں محمد رسول اللہ پڑھ لوں گا، پھر میں رسول کے سوا کسی کی پیروی نہ کرسکوں گا۔ آج ہم محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں لیکن رسول کی شریعت کو چھوڑ کر ہم کئی راہنماؤں اور لیڈروں کے پیچھے چل رہے ہیں، ان کی پیروی کررہے ہیں، ان کے نعرے لگا رہے ہیں، ان کے نظریات اپنا رہے ہیں، ان کے لباس کی نقل کررہے ہیں۔ ابو جہل یہ جانتا تھا کہ اگر میں نے اس رسول کی اطاعت کا اقرار کرلیا تو مجھے ہر گناہ اور برائی کو چھوڑنا پڑے گا، ابو جہل جانتا تھا اگر اس رسول کے نام کو دل میں جگہ دی تو پھر دنیا کی ہر چیز کی محبت کو دل سے نکالنا ہوگا۔ ہم آج رسول کے ساتھ اپنی محبت کے دعوے بھی کرتے ہیں لیکن دل میں مال، اولاد، زیور، جائیداد، جاگیر، زمین، پیسہ، دولت اور نہ جانے کن کن چیزوں کی محبت کو اپنے سینوں میں سجائے ہوئے ہیں۔ ہم آج اس رسول کی رسالت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن چھوٹے بڑے گناہ بھی کرتے ہیں۔ رسول کو بھی مانتے ہیں دھوکہ بھی کرتے ہیں، رسول کو بھی مانتے ہیں جھوٹ بھی بولتے ہیں، رسول کو بھی مانتے ہیں قتل و غارت بھی کرتے ہیں، رسول کو بھی مانتے ہیں آبرو ریزیاں اور ظلم بھی کرتے ہیں۔

مسلمانو! سوچو کہ ہم نے رسول کی رسالت اور نبی کی نبوت کو ماننے کا حق کہاں تک ادا کیا؟

ہم نے صرف اپنے اعمال اور کردار سے ہی رسالت کو نہیں جھٹلایا بلکہ ہمارے فضلاء، ادباء اور علماء نے نبوت کی ایسی تاویلیں پیش کیں کہ سن کر ان کی عقل پر رونا آتا ہے۔ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات قابل اطاعت نہیں کیوں کہ نبی کے ذاتی مراسم اور ذاتی تعلقات امت کیلئے حجت نہیں۔

میں کہتا ہوں نبی کی ذات ہوتی ہی امت کو سمجھانے کیلئے ہے۔ اسلئے نبی نے جو کام بھی کیا

وہ ہمارے لئے خدا کا حکم ہوگیا۔ اگر نبی نے اپنے مراسم اور ذاتی تعلقات سے کام لیا تو ہمیں سمجھانے کیلئے کہ اے لوگو! اگر تمہیں اپنی زندگیوں میں ایسے معاملات پیش آئیں تو میرا نمونہ اختیار کرو اور ہر کام میں میری پیروی کرو۔

مرتدین

آج لوگوں نے شریعت میں بھی اپنی تاویلیں کیں اور نبوت کو بھی اپنے قیاس سے داغدار کیا۔ انہوں نے کہا نبی کی زندگی کے بعد نبی کی ذات ختم ہوجاتی ہے۔ انہوں نے کہا نبی ختم ہو گیا۔ تو مرزا غلام احمد نے سوچا! اچھا نبوت کی کرسی خالی ہوگئی، میں کیوں نہ بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ وہ نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھا اور اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنا ایک گروہ بنالیا۔ میں پوچھتا ہوں، یہ ہزاروں لوگ جو مرزائی ہیں اور تمہارے شہروں میں دندنا رہے ہیں، یہ آج سے دوسو برس پہلے کیا تھے؟ یہ مسلمان تھے، انہوں نے شریعت محمدی کی کھلی خلاف ورزی کی۔ دین محمدی سے پھر گئے۔ مرتد ہوگئے۔

مرزائیت اور اس کا علاج

آج ہمارے علماء بھی، ہمارے عام مسلمان بھائی بھی بڑے خوش ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں انہیں غیر مسلم کہہ دینے سے انہیں کون سی سزا ملی ہے۔ یہ تو نظریہ کی بات ہے۔ ہم پہلے بھی انہیں غیر مسلم کہتے تھے، اب بھی کہتے ہیں۔ اور وہ ہمیں پہلے بھی غیر مسلم سمجھتے تھے، اب بھی سمجھتے ہیں۔ آخر اس قانون سے کیا تبدیلی آئی ہے؟ آپ کہیں گے، اب وہ قانونی طور پر مسلمانوں سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ لیکن مجھے بتائیے، عملی طور پر وہ کس شعبہ سے آپ سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ فوج میں وہ موجود ہیں، کلیدی اسامیوں پر وہ فائز ہیں، اپنے نظریات کی تبلیغ کرنے کی انہیں اجازت ہے، ہر قسم کی تجارت وہ کرسکتے ہیں، وہ تمہارے شہروں میں رہتے ہیں، تمہارے ہاتھوں سے لین دین کرتے ہیں، تمہاری

طرح حکومت کی سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پھر وہ تم سے علیحدہ کیسے ہو گئے؟ یہ تو الٹا انہیں تم نے ایک قانونی تحفظ دیا ہے کہ اب اگر کوئی مرزائی کسی مسلمان سے جھگڑا کرے تو مرزائی غیر مسلم اقلیت والے قانون کا سہارا لے کر کہہ سکتا ہے کہ اکثریت والے نے اقلیت والے پر زیادتی کی ہے۔ مجھے بتایئے کہ انہیں غیر مسلم کہہ دینے سے آخر مسلمان قوم کو کیا فائدہ ہوا۔ مرزائی پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، اب بھی جس فارم پر لکھنا ہو وہ مسلمان لکھیں گے۔ آخر آپ نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟ خوب غور سے سنئے، اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیت کو کبھی اپنی فوج میں نہیں رکھا جاتا۔ غیر مسلم افراد چاہے کتنے ہی قابل اور صلاحیت والے کیوں نہ ہوں، اسلام ان کی مسلمانوں کے ساتھ وفاداری پر یقین نہیں رکھتا۔ جو شخص مسلمانوں میں رہ کر اسلام کی سچائی کو تسلیم نہیں کرتا وہ آخر مسلمان کی بھلائی کیلئے کیسے کام کرے گا؟ تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھ لو، کبھی کسی اسلامی حکومت نے اپنی فوج میں غیر مسلموں کو نہیں رکھا۔ اسلام میں اقلیتوں سے دفاعی خدمات کے عوض کچھ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اسے ہم خراج کہتے ہیں۔ اگر تم نے مرزائیوں کو غیر مسلم تسلیم کیا ہے تو بتایئے ان سے کون سا خراج آپ وصول کر رہے ہیں؟ میرے نزدیک انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینا کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ یہ لوگ پہلے مسلمان تھے، دین اسلام سے پھر گئے۔ اور جو دین اسلام میں شامل ہونے کے بعد اسے چھوڑ دے اسے ہم مرتد کہتے ہیں۔ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے بہتر تھا کہ انہیں مرتد قرار دیتے۔ یاد رکھو! اسلام کافر کو برداشت کر سکتا ہے لیکن مرتد کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے کیا سلوک کیا تھا؟ ایک اسلامی حکومت کیلئے قادیانی مسئلہ اب بھی ویسے کا ویسا ہے۔ اسلامی حکومت کے قیام پر آپ کو سوچنا پڑے گا کہ ان مرتدین اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ سوائے اس کے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ انہیں پھر سے دعوت دین دی جائے۔ جو لوگ اسے قبول کریں اور اپنے ارتداد سے توبہ کریں ان کی جان بخشی ہو، باقی سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔

رسالت کی جلالت

میرے محترم سامعین!

ختم نبوت کے نعرے لگانا آسان ہے، لیکن ختم نبوت کی روح کو سمجھنا مشکل ہے۔ ختم نبوت کو آپ یہی سمجھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد اس دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہیں ایسا نہیں، نبی آئے گا ضرور۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے۔ وہ آئیں گے۔ ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد اب کوئی ماں کا لال نبی بن سکتا ہی نہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے تو اپنی شریعت اور اپنی انجیل لے کر نہیں۔ وہ بھی حضور کی شریعت لے کر آئیں گے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تورات کے چند اوراق لے کر دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہیں پڑھنا شروع کیا۔ صحابہ بھی موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ صحابہ کرام جانتے تھے کہ حضور کو جب کوئی بات ناگوار گزرتی ہے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل تورات کے ورق الٹتے جاتے اور پڑھتے جاتے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عمر! دیکھتے نہیں حضور علیہ السلام کا چہرہ متغیر ہو رہا ہے۔ حضرت عمر نے تورات بند کی اور کہنے لگے، یا رسول اللہ فداک ابی و امی، میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ یہ تورات بھی اللہ کا کلام ہے، قرآن بھی اللہ کا کلام ہے۔ یہ کتاب بھی رسول پر نازل ہوئی، قرآن بھی رسول پر نازل ہوا۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے، قرآن بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ یہ سن کر میرے نبی کی رسالت والی جبین پر جلالت آئی۔ فرمایا، اے عمر تو کہتا ہے یہ بھی اللہ کا کلام اور قرآن بھی اللہ کا کلام۔ خدا کی قسم اگر موسیٰ پیغمبر بھی آج آ جائے تو وہ بھی اپنی بنی اسرائیل کی قوم کا نبی بن کر نہیں آئیں گے۔ اگر آئیں گے تو مجھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امتی بن کر آئیں گے۔

کلمہ خود پڑھو

یہ تو ایسی نبوت ہے کہ اس نبوت کے بعد کسی نبوت کا تصور ہی محال ہے۔ آج ہم نبی کی سیرت کے جلسے تو کرتے ہیں لیکن نبوت کی عظمت سے ناآشنا ہیں۔ ہمارا حال اسی پٹھان کا سا ہے۔ جس نے ایک مولوی صاحب سے سن لیا کہ جو شخص کسی کافر کو کلمہ پڑھائے گا، سیدھا جنت میں جائے گا۔ پٹھان نے سوچا یہ تو جنت میں جانے کا بڑا آسان نسخہ ہے۔ فوراً بازار میں جا کر ایک ہندو کو جا دبوچا، اتار جوتا کافر کے سر پر شروع۔ کافر شور مچا رہا ہے، ہاتھ جوڑے جا رہا ہے۔ خانصاحب کیا قصور ہو گیا؟ اور خانصاحب ہیں کہ کہے جا رہے ہیں، او کافر کا بچہ پڑھ کلمہ۔ فوراً پڑھو، جلدی پڑھو۔ پہلے کافر نے کچھ تامل کیا۔ آخر ڈنڈا پیر ہے دگڑیاں تگڑیاں دا۔ کافر کلمہ پڑھنے پر راضی ہوا اور کہا خانصاحب ٹھیک ہے پڑھاؤ کلمہ، ہم پڑھتا ہے۔ ادھر خانصاحب کہتے ہیں او خوچہ! ہمیں بھی نہیں آتا ہے، خود کلمہ پڑھو۔

ہمارا حال بالکل وہی ہے۔ خود تو نبوت کی عظمت کو سمجھتے نہیں اور دوسروں کو سمجھاتے پھرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نبوت کے تمام راز اور علوم کو ہمارا تمہارا ذہن احاطہ نہیں کر سکتا۔ نبی کی باتیں یا نبی جانے یا نبی کو نبی بنانے والا جانے۔ ہمارے لئے جتنا جاننا ضروری ہے، افسوس کہ ہم وہ بھی نہیں جانتے۔

ایک طرف اتنی جہالت کہ کچھ معلوم نہیں، دوسری طرف یہ عالم کہ نبوت کی نعوذ باللہ تراش خراش کی جاتی ہے۔ ہم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے نبوت پر ایمان لانے کو ایک کھیل سمجھ لیا ہے۔ جس نے جس ذہن سے نبوت کے بارے میں سوچا، نبی کے بارے میں وہی اپنا ایمان بنا لیا۔ کئی لوگوں نے نبی کے علم کی جانچ پڑتال شروع کر دی۔ کسی نے کہا نبی کو اتنا علم تھا جتنا تمام مخلوقات کیلئے ضروری ہے۔ کسی نے کہا نبی صرف اتنا جانتے تھے جتنا جبرائیل

نے بتایا۔ کسی نے کہا حضور کا علم صرف اتنا تھا جتنا قرآن اور پچھلی تمام کتابوں میں تھا۔ کسی نے کہا حضور صرف اتنا جانتے تھے جتنا امت مسلمہ کی ہدایت کیلئے ضروری تھا۔ میں کہتا ہوں، آخر تمہیں نبی کے علم کی پیمائش کرنے کا پیمانہ ملا کہاں سے ہے؟ ہمارا نبوت کے بارے میں تحقیق و جستجو کرنا فضول ہے کیوں کہ ہماری عقل چھوٹی ہے اور نبوت کا دائرۂ فکر تمام کائنات پر محیط، ہماری فکر محدود ہے، اور نبی کی پہنچ لامکان تک۔ ہم سوچتے ہیں یہ ہمارا ایک فکری کام ہوتا ہے لیکن جب نبی سوچتا ہے تو رب کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ ہمیں نبوت کے بارے میں اتنی ہی بات جان لینا کافی ہے کہ نبی ہمارا راہبر ہے وہ جو کہے برحق ہے باقی کوئی کہے سب شک ہے۔

عقل کے ترازو میں نہ تول

نبی کے کسی قول کو ہم اپنی عقل کے ترازو میں تولیں، یہ ایمان کے خلاف ہے۔ جنت و دوزخ، کوثر، فرشتے، عزرائیل و جبرائیل وغیرہ سب ایسی چیزیں ہیں جو ہماری عقل اور بصیرت کے دائرے میں نہیں آتیں۔ یہ سب چیزیں غائب ہیں۔ ہم میں سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ لیکن ہم سب ان پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی طرح اگر نبوت کے اسرار و رموز اور نبی کے اقوال و اعمال ہماری سمجھ میں نہ بھی آئیں جب بھی ہمیں ان کی پیروی اور اطاعت کرنی ہوگی کیوں کہ ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو، اسی کے گن گاؤ۔ جس نبی کا نام لیتے ہو، اسی کا طریقہ اپناؤ، جس نبی کی تعریف کرتے ہو، اسی کے حکم کی تعمیل کرو، جس نبی کی مدح کرتے ہو اسے ہی عظیم سمجھو، جس کے نام لینے سے تمہاری روح کی میل ڈھلتی ہے اسی کے کام کے مطابق تمہاری زندگی ڈھلنی چاہئیے، جس کا نام تمہارے لئے باعث فخر ہے اسی کا کام بھی تمہارے لئے باعث فخر ہونا چاہئیے، جس نبی کے نام پر تم جان دینے کیلئے تیار ہو اس نبی کی شریعت کے مطابق تمہاری جان پکنی بھی چاہئیے کیوں کہ یہ نبی ہماری ہدایت اور راہنمائی کیلئے آیا۔ اگر زندگی کے ہر شعبے میں ہم نے اس نبی سے ہدایت نہ لی تو نبوت پر ہمارا ایمان پختہ نہ ہوگا۔

نبی سراپا ایمان

افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان بھائیوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ایک مسلمان کے ایمان کا نبی سے کیا تعلق ہوتا ہے؟ ایک دفعہ کالج کے چند لڑکوں کے ساتھ ریل میں ملاقات ہوئی۔ پہلے تو مجھے دیکھ کر بڑے حیران ہوئے کہ ہم بھی نوجوان ہیں کہ ہر قسم کا فیشن اور جدت پسندی ساتھ رکھتے ہیں۔ پتلونیں، پتلونوں میں شرٹیں، بڑے بڑے بال، داڑھی مونچھیں صاف، اعلیٰ تعلیم یافتہ، مہذب اور تہذیب یافتہ اور یہ بھی ایک نوجوان ہے کہ سر پر ٹوپی، مولویوں والی داڑھی، قوم کا پرانا قومی لباس، ہاتھ میں تسبیح، بڑا عجیب نوجوان ہے۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں بھی کچھ بات کرنا جانتا ہوں تو کہنے لگے! مولانا آپ کا تعارف! میں نے کہا ''بھائی مجھے جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا خدا اور رسول کا جاننا ضروری ہے''۔ بڑے برہم ہوئے۔ کہنے لگے، اچھا ہمیں خدا اور رسول کا بھی پتہ نہیں۔ ایک کہنے لگا، مولانا آپ کیا سمجھتے ہیں، آپ لوگوں نے خدا رسول کو خرید رکھا ہے کہ آپ ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ میں نے کہا، بھائی ناراض کیوں ہوتے ہو میں نے تو اسلئے پوچھا ہے کہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں، شاید میری معلومات میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ اس پر بڑے خوش ہوئے۔ پھر میں نے پوچھا، خدا اور رسول کیا ہیں؟ کہنے لگے جی خدا کو تو ہر کوئی جانتا ہے۔ میں نے کہا اچھا! پھر رسول کون ہوتا ہے؟ اجی وہ ایک انسان ہوتا ہے۔ میں نے کہا کیسا ہوتا ہے؟ کہا بس وہ نیک آدمی ہوتا ہے، شریف ہوتا ہے، کہتا ہے نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو۔

مسلمانو! اس سے اندازہ کرو کہ ہماری نوجوان نسل کہاں جا رہی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو اتنا پتہ نہیں ہے کہ نبی امت کا ہادی و پیشوا ہوتا ہے، نبی خدا کا نمائندہ ہوتا ہے، نبی کی ہر بات حق ہوتی ہے، نبی کا ہر عمل حجت ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کا انہیں کوئی علم نہیں۔ وہ تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ نبی نیک ہوتا ہے۔

میرے نوجوان دوستو!

نبی صرف نیک نہیں ہوتا بلکہ نبی خود سراپا نیکی ہوتا ہے، نبی صرف سچا نہیں ہوتا نبی خود ایک مجسم حق ہوتا ہے، نبی صرف عادل نہیں نبی خود معیارِ عدل ہوتا ہے، نبی قاری نہیں نبی قرآن ہوتا ہے، نبی مومن نہیں نبی ایمان ہوتا ہے۔

☆☆☆

خطبہ ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محترم سامعین!

اس وقت دنیا میں طب، حکمت، ریاضی، علوم وفنون، منطق، فلسفہ، سائنس، فقہ، قانون، تاریخ، جغرافیہ اور دوسرے تمام مضامین کی لاکھوں اور اربوں کتابیں موجود ہیں لیکن یہ سب کتابیں ایک طرف اور ایک قرآن مجید ایک طرف۔ دنیا کی یہ سب کتابیں ہماری زندگی کے کسی ایک حصے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ طب وحکمت کی کتابیں صرف جسمانی بیماریوں اور ان کے علاج اور نسخہ جات بتاتی ہیں، ریاضی کی کتابیں صرف شماریات بتاتی ہیں، منطق کی کتابیں صرف استدلال کرنا سکھاتی ہیں، فقہ کی کتابیں صرف فقہی مسائل کا تذکرہ کرتی ہیں، تاریخ کی کتابیں صرف گئے گزرے زمانے کے واقعات سناتی ہیں، لیکن قرآن مجید ان سب کتابوں پر حاوی ہے۔ یہ کتاب فقہ میں مسائل کی بنیاد ہے، منطق میں مضبوط استدلال ہے، فلسفے میں گہری فکر ہے، سائنس میں خود کائنات کے موجد کی تھیوری ہے، قانون میں صداقت ہے، ادبیات میں غضب کی شیرینی وحلاوت ہے، تاریخ میں عبرت کا سبق ہے، دینیات میں حق ہے، سیاسیات میں امام ہے، معاشیات میں زکوۃ کا نظام ہے، معاملات میں شرافت ہے، غرض کہ ہر مضمون اور ہر عنوان میں قرآن جڑ ہے۔ ڈاکٹر ہو یا وکیل، مزدور ہو یا مستری، امیر ہو

یا غریب، استاد ہو یا شاگرد، واعظ ہو یا نعت خوان، انجینئر ہو یا میکینک، تاجر ہو یا محنت کش، مرد ہو یا عورت، ان پڑھ ہو یا عالم، بڑا ہو یا چھوٹا، سب کیلئے قرآن ہدایت ہے، سب کیلئے صراطِ مستقیم ہے، سب کیلئے حجت ہے، سب کیلئے راہ نجات ہے، سب کیلئے سب کچھ ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ باقی سب کتابیں ہماری مکمل راہنمائی کیوں نہیں کرتیں اور یہ قرآن مجید سب کو نجات کا راستہ کیسے دکھاتا ہے؟ فرق صرف اتنا ہے کہ باقی سب کتابیں ہماری اپنی بنائی ہوئی ہیں، لیکن قرآن مجید اس کا بنایا ہوا ہے جس کے ہم بنائے ہوئے ہیں، جس نے ہم سب کو بنایا اسی نے ہم سب کو بچایا، جس نے ہمیں پیدا کیا اسی نے ہمیں جینے کا طریقہ سکھایا، جس نے ہمیں رزق دیا اسی نے ہمیں حلال وحرام کا فرق بتایا، جس نے ہمیں عقل دی اسی نے ہمیں علم دیا، جس نے ہماری تقدیر بنائی اسے نے ہمیں تدبیر بتائی، جس نے ہمیں تاج پہنایا اسی نے ہمیں راج سکھایا، جس اللہ نے ہمیں جیسے بنایا اسی اللہ نے ہمیں ویسے سکھایا، جس اللہ نے ہماری خلقت کا سامان کیا اسی اللہ نے ہماری ہدایت کا سامان کیا، قرآن مجید سراسر ہدایت ہے، صرف مسلمانوں کے ہی نہیں، صرف انسانوں کے ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر مخلوق کیلئے ہدایت ہے۔

کیوں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے کلام کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ کائنات کے ہر ذرے کی راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی۔ اس زمانے میں پہاڑوں اور درختوں کیلئے خدا کا حکم تھا ”یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ“ کہ اے پرندو اور پہاڑو، میرے پیغمبر داؤد کی زبان سے جو کلام نکلتا ہے اسے سنو۔ قصص الانبیاء میں ہے، جب حضرت داؤد علیہ السلام دریا کے کنارے زبور کی تلاوت کرتے تو بہتا ہوا دریا رک جاتا تھا، جس درخت

کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے وہ درخت جھک جاتا تھا، آسمان کے پرندے زبور سن کر نیچے اتر آتے تھے، گزرتے ہوئے جانور باادب بیٹھ کر سننے لگتے تھے، لوگ جوق در جوق آ کر زبور کی سماعت کرتے تھے۔ زبور کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ یہ اللہ کا کلام تھا۔ یہ "وحی من اللہ" تھی۔ لیکن اب زبور کتاب بھی جاتی رہی اور حضرت داؤد کی شریعت بھی جاتی رہی۔ اب ہمارے نبی کی شریعت کے بعد کسی کی شریعت نہیں...اور قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ جیسے کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا، ویسے کوئی دوسری آسمانی کتاب نہیں آسکتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زبور کو سننے کیلئے تو رب نے جانوروں، پرندوں اور پہاڑوں تک کو حکم دے رکھا تھا لیکن قرآن کے سننے کیلئے کیا حکم ہے؟ ایک دفعہ حضرت اسید بن حضیر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی، حضور! میں اپنے کمرے میں تلاوت کر رہا تھا، باہر حویلی میں میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور ساتھ پنگوڑے میں میرا بچہ سویا ہوا تھا۔ جونہی میں نے اندر تلاوت شروع کی باہر میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ میں نے تلاوت کو بند کیا اور اس خیال سے کمرے سے باہر آنے لگا کہ کہیں گھوڑے بچے کو نقصان نہ پہنچائے، لیکن جونہی میں نے تلاوت روکی، گھوڑے نے بدکنا بند کر دیا۔ میں باہر نہ گیا، میں نے پھر قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں آخر میں اپنے کمرے سے باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ میری حویلی سے آسمان کی طرف ایک لمبی قطار بنی ہوئی ہے اور سورج کی کرنوں سے زیادہ تیز روشنیاں ہیں جو میری حویلی سے آسمان کی طرف جاری ہیں۔ یہ سن کر میرے نبی مسکرائے۔ فرمایا "اے اسید بن حضیر، جب تو قرآن پڑھ رہا تھا فرشتے تیری تلاوت سننے آ رہے تھے۔ جب تو تلاوت روک کر باہر آ رہا تھا، یہ فرشتے واپس جا رہے تھے"۔ محترم سامعین!

اس واقعہ سے خوب سمجھ آسکتی ہے کہ اگر زبور پڑھی جائے تو پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھی آکر سنیں، اگر زبور پڑھی جائے تو جانوروں کے غول کے غول بھی آکر سنیں، اگر زبور پڑھی جائے تو انسانوں کے دستے کے دستے بھی آکر سنیں، لیکن اگر قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ زمینی مخلوق تو کیا؟ آسمانی فرشتے بھی آکر سنیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قرأت

کیوں کہ قرآن مجید ایک ہمہ گیر کتاب ہے۔ یہ کتاب زمین و آسمان کے وسیع و عریض محیط کو بھی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یا آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے، جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک قرآن کی راہنمائی ہے۔ اب قیامت تک کی آنے والی نسلوں کیلئے قرآن راہنما ہے۔ کوئی ولی ہو یا عابد، کوئی زاہد ہو یا متقی، کوئی نمازی ہو یا غازی، کوئی قطب ہو یا ابدال، سب کے سب اسی قرآن کے محتاج ہیں۔ اس قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر تورات پڑھنے لگے۔ ادھر حضرت عمر تورات کے ورق پلٹتے جاتے تھے، ادھر میرے نبی کے چہرے کے اثرات بدلتے جاتے تھے۔ آپ کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کوئی بات ناگوار گزرتی تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر ساتھ بیٹھے تھے۔ کہا اے عمر! تیرے ماں باپ ہلاک ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو تو دیکھ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ رسالت کے چہرے پر جلالت کے آثار نظر آئے۔ تورات کو فوراً بند کیا اور کہا حضور! یہ تورات بھی تو اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ یہ بھی خدا کا کلام اور قرآن بھی خدا کا کلام، یہ بھی نبی پر اتری، قرآن بھی نبی پر اترا، یہ بھی وحی کے ذریعہ آئی، قرآن بھی وحی کے ذریعہ آیا، یہ بھی جبرائیل لے کر آئے قرآن بھی جبرائیل لے کر آئے۔ یہ سن کر حضور کی زبانِ نبوت نے جنبش کی۔ فرمایا عمر! تم کہتے ہو یہ بھی نبی لے کر اور قرآن بھی نبی لے کر آیا۔ یاد رکھو! اگر آج موسیٰ بھی یہاں آجائیں تو وہ اپنی اس تورات کا ہادی بن کر نہیں آئیں گے۔ اگر آئے گا تو میرے قرآن کا قاری بن کر آئیں گے۔

معلوم ہوا قرآن کریم دوسری آسمانی و الہامی کتابوں اور صحیفوں سے اعلیٰ ہے۔ دوسری کتابوں کے احکامات منسوخ و متروک ہو چکے اور اس قرآن کے احکامات مقرر و متعین ہو

چکے۔ ایسی عالمگیر کتاب کیلئے ضروری تھا کہ اس کتاب میں ایسی خوبیاں ہوں جو اس کتاب کی حقانیت کو ثابت کریں۔ قرآن پاک آج بھی انہیں خوبیوں کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے جو خوبیاں اس کا زیب ہیں۔ دنیا کی کتابیں انفرادی کتابیں ہیں، یہ اجتماعی کتاب ہے۔ اسلئے اس کتاب کا طرزِ بیان دنیا کی کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ تمام کتابیں جتنی بھی آج کل لکھی جاتی ہیں، ان کی جلد پر کتاب کا نام، مصنف کا نام، پھر کسی بڑے آدمی کی طرف سے اس کتاب کی تعریف اور دعائیہ کلمے ہوتے ہیں۔ دوسرے صفحے پر مصنف خود ایک چیز لکھتا ہے جسے ہم اکثر دیباچہ، پس منظر یا ابتدائیہ کے عنوان سے پڑھتے ہیں۔ اس میں ہوتا کیا ہے؟ اس میں کتاب لکھنے والا اپنی کتاب کے لکھنے کا مدعا اور منشاء لکھتا ہے۔ جن لوگوں کیلئے یہ کتاب مفید ہوتی ہے ان لوگوں کی خواہشات کا تذکرہ کرتا ہے اور آخر میں یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے اس کتاب کو خوب سے خوب بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی خامی رہ گئی ہو یا کوئی بات غلط لکھی گئی ہو تو اصحاب الرائے لوگوں سے التماس ہے کہ مجھے اس غلطی کے بارے میں آگاہ فرمادیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کا ازالہ ہو سکے۔ یہ طریقہ ہر کتاب میں اختیار کیا گیا ہے۔ جو کتاب بھی آپ اٹھائیں گے اس کی ابتداء میں کم وبیش آپ کو یہی ابتدائیہ اور دیباچہ نظر آئے گا۔ لیکن کیا قرآن مجید کا ابتدائیہ بھی ایسا ہی ہے؟ نہیں۔ آپ قرآن مجید اٹھا کر دیکھیں، پہلے صفحے پر سورۂ فاتحہ گویا ایک قسم کی دعا ہے۔ دوسرے صفحے پر قرآن کے ابتدائیہ کے پہلے الفاظ ہیں: ''الٓمٓ. ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ'' کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس پورے تیس پاروں میں کہیں چھوٹی سی غلطی کی بھی گنجائش نہیں۔

آپ دیکھ لیں قرآن کس یقین کے ساتھ بات کہہ رہا ہے۔ ایسا یقین آپ کو دنیا کی کسی کتاب میں نظر نہیں آئے گا۔ رب العزت نے اپنی کتاب کا آغاز ہی ایسے دعوے سے کیا کہ دنیا کا کوئی مصنف ایسا دعویٰ کر سکتا ہی نہیں۔

لیکن چونکہ دنیا کی عادت رہی ہے کہ ہر چیز پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ جو چیز اعتراض کے قابل نہ ہو اس پر بھی اعتراض اور تنقید کی جاتی ہے۔ کیونکہ سب سے آسان کام ہی دنیا میں صرف تنقید کرنا ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا اور اچھا کام کیوں نہ کرے، اس کام کو غلط کہنے والے ہمیشہ موجود ہوں گے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ کہنے والے خود غلط ہوں، لیکن صحیح کو غلط کہنے والے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ قرآن مجید نے اپنی صداقت کا واضح ترین دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کو آج تک کوئی جھٹلا نہیں سکا۔ یہ دعویٰ مکہ کے قریش نے بھی سنا۔ قرآن سے کوئی غلطی تو وہ لوگ نہ نکال سکے البتہ انہوں نے اس قرآن پر اعتراض کرنے کے دوسرے طریقے اختیار کئے۔

وہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی اسکول میں نہیں پڑھے۔ ہمیشہ انہی کے شہروں میں رہے ہیں۔ کہیں باہر تعلیم حاصل کرنے نہیں گئے۔ انہیں کسی قسم کی عبارت آرائی کا ڈھنگ آج تک کسی نے نہیں سکھایا۔ اسلئے انہوں نے کہا کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ نعوذ باللہ محمد بن عبداللہ فلاں لوہار سے بنوا کر لاتے ہیں۔ اعتراض کرنے کیلئے تھوڑی بہت عقل کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن پر اعتراض کرنے والے، معلوم ہوتا ہے بالکل ہی کورے تھے۔ وہ میرے نبی کے بارے میں جانتے تھے کہ یہ پیدا ہوا تو درِّ یتیم تھا۔ اس پر باپ کا سایہ بھی نہ تھا۔ پھر یہ ذرا بڑا ہوا تو اس پر اس کی ماں کا سایہ بھی نہ تھا۔ پھر اس پر دادا کا سایہ بھی نہ تھا۔ پھر اس کے پیارے چچا کا سایہ بھی نہ تھا۔ اس پر کسی قبیلے کے سردار کا سایہ بھی نہ تھا۔ کسی جاگیردار اور زمیندار کا سایہ بھی نہ تھا۔ کسی صاحب اقتدار کا سایہ بھی نہ تھا۔ یہ ایسا بے سایہ تھا کہ اس کا اپنا سایہ بھی نہ تھا۔ ایسا بے سایہ اور بظاہر بے سہارا شخص کسی کو کیا پڑی تھی کہ اسے ایک بہترین کتاب لکھ کر دیتا؟ اگر ایسا اونچا کلام کوئی لکھ سکتا تو وہ کسی دوسرے کو لکھ کر کیوں دیتا، خود

لکھ کر اپنا نام لے کر لوگوں کو کیوں نہ سناتا کہ لوگ اس کی آقائی پر اکٹھے ہو جاتے ؟ آپ تاریخ کی ورق گردانی کریں، کہیں آپ کو کوئی شخص ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جس کے پاس اپنی قوم کا سردار بننے کی صلاحیتیں موجود ہوں لیکن وہ اپنی ان صلاحیتوں کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دے۔ اس دنیا میں ہر کوئی اپنے اقتدار، اپنے اختیار، اپنی عزت، اپنے جاہ وجلال اور اپنے رعب و دبدبہ کیلئے محنت کرتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے حصے کے معمولی سے معمولی اختیارات بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اسی کریڈٹ، اسی ذاتی منفعت اور اسی پرسنل شہرت اور عزت کے حصول کیلئے دنیا والے ہر بڑے سے بڑے خطرے کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی اس روش، طریقے اور وطیرے کو بھی اپنے سامنے رکھئے اور کفار مکہ کے اس اعتراض کو بھی، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جو لوہار اتنے اچھے کلام کو بنانے اور سنوارنے کی صلاحیت رکھے وہ لوہار پھر لوہار نہیں رہے گا، پھر وہ سنار سے کہیں زیادہ اہمیت حاصل کرلے گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مکے کے کسی شخص نے یہ حوصلہ نہیں کیا کہ وہ یہ اعلان کرے ''لوگو! یہ قرآن جسے اللہ کا کلام کہا جارہا ہے، یہ اللہ کا کلام نہیں یہ میرا کلام ہے''۔ حالانکہ اس وقت اونچے سے اونچے شاعر موجود تھے۔ ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہیں اپنی زبان دانی کا دعویٰ تھا۔ لیکن وہ سب خاموش ہو گئے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اس قرآن کی حلاوت اور شیرینی اس کے الفاظ اور فقرات، اس کے معانی و مطالب سب اس ذات کی تخلیق معلوم ہوتے ہیں جس ذات نے تمام کائنات تخلیق کی۔ ان تمام باتوں کے باوجود جن لوگوں نے اعتراض کرنا ہوتا ہے وہ اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہیں۔ اسلئے اعتراض ضرور کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ آیا ان کے اعتراض میں کوئی وزن بھی ہے یا نہیں؟

یہی کچھ مکے کے معترضین نے کیا۔ انہوں نے بار بار اس الزام اور اعتراض کو دہرایا کہ یہ

قرآن اللہ کا بھیجا ہوا کلام نہیں۔ یہ کسی بندے کا بنایا ہوا کلام ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے معترضین کو خود چیلنج کیا۔

ان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين.

''ہم نے جو کچھ اپنے پیارے پر نازل کیا ہے اگر اس میں تمہیں کسی بات کا شک ہے تو پھر اسی کلام کی طرح کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔ اس کام میں تم سوائے اللہ کے باقی سب کی مدد لے سکتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر دکھاؤ''۔

میرے محترم سامعین! قرآن مجید کی یہ للکار آج بھی دنیا کے دانشوروں کیلئے ایک چیلنج ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ یہ جو قرآن ہے اس کا مصنف خود رب رحمان ہے۔ جس طرح رب کی بنائی ہوئی زمین کی طرح کوئی شخص اسی طرح کی اور زمین نہیں بنا سکتا، جس طرح سے رب کے آسمان کی طرح کوئی اور آسمان نہیں بنا سکتا، جس طرح سے اور چاند اور ستارے کوئی نہیں بنا سکتا، جس طرح سمندر اور دریا اور کوئی نہیں بنا سکتا، جس طرح کوئی شخص رب کے جہان کے علاوہ کوئی دوسرا جہان نہیں بنا سکتا، ویسے ہی کوئی شخص رب کے اس قرآن کے علاوہ قرآن اور نہیں بنا سکتا۔

الگ الگ راہیں

قیامت تک کے ادیب اپنے تمام ادب کا نچوڑ بھی پیش کریں تب بھی وہ قرآن کا توڑ پیش نہیں کر سکتے۔ جن لوگوں کو رب نے اس قرآن کا توڑ پیش کرنے کیلئے کہا انہیں ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ تم لاکھ قرآن کی طرح آیت بنانے کی کوشش کرتے رہو،

وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا لنا والتى وقودها الناس والحجارة اعدت للكفرين.

"اگر تم ایسا نہ کرسکو اور ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک تم ایسا نہ کرسکو گے پس تم اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے اور یہ آگ نہ ماننے والوں کیلئے بنائی گئی ہے"۔

"کافر" کا لغوی مطلب ہے "نہ ماننے والا، انکار کرنے والا"۔ اور مومن کا معنی ہے "ماننے والا"۔ ان ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کیلئے اللہ نے الگ الگ راہیں بنائی ہیں۔ مومنوں کیلئے جنت کی مسرتیں ہیں اور کافروں کیلئے جہنم کی مشقتیں ہیں۔ ماننے اور نہ ماننے والوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ماننے والے پہلے ناواقف ہوتے ہیں، انھیں سمجھایا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے، وہ جان لیتے ہیں، پہچان لیتے ہیں اور پھر مان لیتے ہیں۔ ایسے لوگ تو بن جاتے ہیں مومن۔ اسی طرح نہ ماننے والے بھی پہلے ناواقف ہوتے ہیں انہیں بھی سمجھایا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے۔ وہ بھی جان لیتے ہیں، پہچان لیتے ہیں، لیکن وہ مانتے نہیں بلکہ الٹا کرتے ہیں اصرار۔ اسلئے وہ بن جاتے ہیں کفار۔ پھر یہ مومن اپنے ایمان میں آگے بڑھتے ہیں، آزمائشوں کو جھیلتے ہیں۔ عبادتیں کرکے خدا کی توحید کو مانتے ہیں، شریعت محمدی پر چل کر رسول کی رسالت کو مانتے ہیں اور احکاماتِ ربانی پر عمل کرکے قرآن کی ہدایات کو مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مومن اس دنیا سے نکل کر کندن بن جاتے ہیں۔

اور کفار اپنے کفر میں آگے بڑھتے ہیں۔ دنیا کو عیش و عشرت کا گھر سمجھتے ہیں، خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں، قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ کافر اس دنیا سے نکل کر جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، فرمایا جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو مان لیا "فدخل الجنۃ" وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ نہ ماننے والوں کو رب نے جہنم کی بدخبری سنائی اور ماننے والوں کو میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری سنائی۔ لیکن میرے پندرہویں

صدی کے مسلمانو! تم سوچ رہے ہو گے کہ تم ماننے والے ہو اسلئے جنت میں تمہاری ریزرویشن ہو چکی، فکر نہ کرو ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ مان لینا ویسے مان لینا نہیں جیسے ہم مان لیتے ہیں، ایک بات کی پھر مکر گئے، ایک عہد کیا پھر بدعہدی کی، ایک وعدہ کیا پھر اسے پورا نہ کیا۔ ماننا تو یہ ماننا ہے کہ جب مانا تو دل و جان سے مان لیا، پھر مال جاتا ہے تو چلا جائے، اولاد جاتی ہے تو چلی جائے، گھر بار جاتا ہے تو چلا جائے، جان جاتی ہے تو چلی جائے، لیکن ایمان نہ جائے۔

آج ہم ایمان والے ضرور ہیں لیکن ہمیں یہ خبر نہیں کہ ایمان ہوتا کیا ہے؟ جتنا کچھ ہم ایمان کے بارے میں سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ تو مکہ کے جاہل بدو جانتے تھے۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ جب ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا تو پھر ہمیشہ کیلئے اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا ہوگی۔ کیوں کہ یہ کلمہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایک عہد اور وعدہ ہے اور صرف چند لمحوں کیلئے نہیں بلکہ ایک انسان مسلمان ہوتے وقت پوری زندگی کیلئے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمانبرداری کا حلف اٹھاتا ہے۔ اگر مان لینے کا مطلب صرف زبان سے یہ کلمات پڑھ لینا ہی ہوتا تو یہ چند الفاظ پڑھنے میں کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ آج ہم نے یہ کلمہ پڑھا تو سہی لیکن اسے سمجھا نہیں۔ جب سمجھا نہیں تو مانا نہیں، جب مانا نہیں تو پھر ایمان کیسا؟ جب ہم اس کلمے کی حقیقی روح کو سمجھ لیں گے اور اسے دل و جان سے مان کر اپنی زندگی کو بدل لیں گے پھر حقیقت میں ایمان کی لذت ملے گی اور جب ایمان کی لذت یقینی ہو جائے گی تو پھر رحمان کی طرف سے جنت یقینی ہو جائے گی۔ ضرورت صرف ایمان کو سمجھنے کی ہے۔

میرے جلسوں میں میرے مخالفین کبھی کبھی مجھے ایک چٹ دے دیا کرتے ہیں کہ ربانی صاحب! پہلے آپ اپنا ایمان ثابت کریں۔ بھلا ایمان کوئی ثابت کرنے کی چیز ہے۔ ایمان ثبوت کا نام نہیں، ایمان استدلال کا نام نہیں، ایمان بیان دینے کا نام نہیں، ایمان ڈرنے کا نام نہیں، لڑنے کا نام نہیں۔ ایمان حق پر مرنے کا نام ہے۔ "قل امنت باللہ ثم استقم" کہہ ایمان لایا اور

پھر اس پر ڈٹ جا۔ چاہے دنیا کچھ کہتی ہے، تو جسے حق سمجھتا ہے اسی پر اڑ جا، ڈٹ جا۔ یہ میرے نزدیک ایمان کی حقیقت ہے۔ اب کوئی ایمان کا دوسرا مفہوم جانتا ہو تو یہ وہ جانے اور اس کا ایمان جانے۔ میں تو

ع کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

قرآن کیا ہے؟

محترم سامعین! ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے کلمے کے دو حصے ہیں۔ ایک توحید اور دوسرا رسالت۔ توحید کی تکمیل خدا کی وحدانیت سے ہوتی ہے اور رسالت کی تکمیل قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔ آج کل ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو کہتا ہے رسالت کی تکمیل کیلئے قرآن اور سنت دونوں ضروری نہیں۔ بلکہ اکیلا قرآن ہی رسالت کی تکمیل ہے۔ لیکن خوب سمجھ لو۔ قرآن اور حدیث دونوں لازم وملزوم ہیں۔ آپ قرآن کے بغیر حدیث کو پرکھ نہ سکیں گے اور حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھ نہ سکیں گے۔ قرآن بنیادی اصولوں کا نام ہے اور حدیث ان اصولوں کی تشریح کا نام ہے۔ اس بات کو نہ دل مانتا ہے نہ عقل مانتی ہے کہ ہم قرآن کو تو مانیں لیکن قرآن والے کو نہ مانیں۔ ذرا سوچو تو سہی قرآن ہے کس چیز کا نام؟ قرآن نام ہے تیس پاروں کا، تیس سیپارے نام ہے ایک سو چودہ سورتوں کا، یہ سورتیں نام ہیں رکوعوں کا، رکوع نام ہے آیتوں کا، آیتیں نام ہیں فقروں کا، فقرے نام ہیں جملوں کا، جملے نام ہیں لفظوں کا، لفظ نام ہے حرفوں کا، حرف نام ہے نقطے اور لکیروں کا، نقطے اور لکیریں نام ہیں شد و مد کا، شد و مد نام ہے اعراب کا، اعراب نام ہیں زیر زبر پیش کا، زیر زبر پیش نام ہے آواز کا اور آواز نام ہے مصطفیٰ کی زبان کا جسے نبی نے قرآن کہا، ہم نے اسے قرآن سمجھا۔ ہمارے لئے قرآن بھی حق ہے اور قرآن والا بھی حق ہے۔ قرآن بھی حق، قرآن والا بھی حق، قرآن بھی حجت، قرآن والا بھی حجت۔ ہم نبی سے ہدایت مانگیں گے، وہ قرآن پڑھ کر سنائے گا۔ قرآن سنیں گے، یہ رب کی طرف سے رسول کی پیروی کا حکم سنائے گا۔ اگر ہمارے لئے قرآن سے ہدایت لینا ضروری ہے تو ہمارے

لئے رسول کی اطاعت کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن ہمیں حکم دے گا۔ نبی اس حکم پر چلنے کا طریقہ سکھائے گا۔ اگر قرآن ''واقیموا الصلوٰۃ'' کہہ کر نماز کا حکم دے گا تو نبی نمازوں کے اوقات کا تعین کرے گا، نماز کی رکعتوں کی تعداد بتائے گا، نماز کے فرائض بتائے گا، وضو کا طریقہ سکھائے گا۔ اگر قرآن حج کا حکم دے گا تو نبی خود حج کر کے دکھائے گا۔ گویا حکم ہوگا خدا کا اور طریقہ ہوگا مصطفیٰ کا۔ قرآن اور سنت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اگر دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے تو اسلام کی گاڑی چلے گی، ورنہ نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کو مانتا ہے اور ساتھ ہی حدیث کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کا دین اسے مبارک ہو۔

باتوں کی باتیں

ہم نے تو قرآن کو پڑھ کر یہی سمجھا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام زندگی میں کئے قرآن نے ان کاموں کی تفصیل بیان کر دی، جنگیں اور صلح نامے اور عبادات و معاملات تو بڑے کام ہیں، ہمارے نبی کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی باتیں بھی ہمیں قرآن نے سنائیں۔ اگر یہ اپنی زلفیں کھول کر بیٹھا تو قرآن نے اس کی زلفوں کی باتیں کیں۔ اگر یہ نبی چادر اوڑھ کر سویا تو قرآن نے کملی کی باتیں کیں۔ اگر نبی شہر کی طرف چل پڑا تو قرآن نے اس کے شہر کی گلیوں کی باتیں کیں۔ اگر اس نبی نے غار میں بیٹھ کر یار سے باتیں کی تو قرآن نے اس کی باتوں کی باتیں کیں "لاتحزن ان اللہ معنا"۔

چلتا پھرتا قرآن

پورے قرآن مجید کو پڑھو، ایسا معلوم ہوگا جیسے آپ خدا کے احکامات کے ساتھ ساتھ نبی کی سیرت کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ نبی کی ذات قرآن کا محور ہے۔ نبی اگر مکے میں ہے تو قرآن مکے میں آرہا ہے۔ نبی اگر مدینے میں جارہا ہے تو قرآن ساتھ مدینہ میں آرہا ہے۔ قرآن مجید آج بھی خود ہر سورت سے پہلے بتاتا ہے کہ میری یہ آیات نبی کے پاس مکے میں آئیں یا مدینے

میں آئیں۔ چنانچہ آپ ہر سورت کی ابتدا میں دیکھیں گے کہ یا وہاں مکی لکھا ہوگا یا مدنی لکھا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں گئے، جو جو حالات اور واقعات پیش آئے، قرآن نے گویا ان واقعات کی تفصیل اپنے اندر محفوظ کر لی۔ قرآن ایک تاریخ اور سوانح عمری ہے اس عظیم ہستی کی جس کے صدقے سارا جہان بنا۔ میرے نزدیک قرآن ایک سیرت النبی کا بیان ہے اور نبی خود ایک چلتا پھرتا قرآن ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہٰ

قرآن اور نبی دونوں ہمارے لئے راہ نما ہیں۔ دونوں کی تعلیم ایک، دونوں کی تربیت ایک، دونوں کا مقصد ایک، دونوں کے کمالات ایک، دونوں کے اوصاف ایک۔ قرآن نے اپنی عبارتوں سے اپنی پہچان کروائی اور نبی نے اپنی عادتوں سے اپنی پہچان کروائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی پہلی وحی کے بعد جب فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر کہا! اے مکہ کے سردارو! میں نے تمہارے درمیان اپنا بچپن اور اپنی جوانی گزاری۔ میری زندگی کے چالیس سال تمہارے سامنے ہیں۔ مجھے بتاؤ اس پورے عرصہ میں کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا؟ کیا کبھی خیانت کی؟ سب کی ایک آواز تھی "انت صادق و امین"۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ اے عبداللہ کے بیٹے تو نے آج تک کوئی جھوٹ نہیں بولا، اس لئے تو اب بھی جو کچھ کہے گا سچ کہے گا۔ بعد میں کے کے کافر لاکھ انکار کرتے رہیں لیکن اس موقع پر وہ بالواسطہ طور پر حضور کی رسالت کی صداقت کا اقرار کر چکے تھے۔ رسول نے اپنی چالیس سالہ زندگی کو ثبوت بنا کر اپنی رسالت کی پہچان کروائی۔ اسی طرح قرآن نے اپنی شیرینی، مضبوط استدلال، خدائی

احکامات، گہرا فکر، انفرادیت، زور دار للکار اور اسی طرح بے شمار اوصاف کے ذریعہ اپنی صداقت کا لوہا منوایا۔ نبی نے اپنے کردار کے بارے میں سوال پوچھ کر سب سے پہلے یہ بتایا کہ میری عادات میں کوئی شک نہیں اور قرآن نے "لاریب فیہ" کہہ کر بتایا میری آیات میں کوئی شک نہیں۔

وحیٌ یوحیٰ کی تار

دونوں کی باتیں شک و شبہ سے بالا ہیں۔ دونوں حق کا معیار ہیں، دونوں وحی من اللہ کا اظہار ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے صحابہ نے کہا اے عبداللہ تم حضور کی ہر بات کو لکھتے ہو۔ ایسا نہ کیا کرو کیوں کہ حضور کبھی ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں، کبھی دنیا کے لین دین کی باتیں کرتے ہیں، کبھی گھریلو معاملات کی باتیں ہوتی ہیں، کبھی مختلف آدمیوں کے ذاتی مسائل کی بات ہوتی ہے۔ تم صرف اسی وقت لکھا کرو جب حضور منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کریں۔ اس بات کو سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رنجیدہ ہو گئے کہ محبّ کو محبوب کی ہر بات سے پیار ہوتا ہے۔ یہ بات چلتے چلتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جا پہنچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر کو بلایا۔ فرمایا، اے عبداللہ میں جہاں بھی ہوں، جو کچھ کہوں، جیسے کہوں، سب کچھ ویسے کا ویسے لکھ لیا کرو کیوں کہ جب تک پیچھے سے وحیٌ یوحیٰ کی تار نہیں ہلتی اس وقت تک میری زبان نہیں ہلتی۔

اس نبی نے وہ کچھ کیا جو کچھ انہیں رب نے کہا، رب کی ذات بھی حق ہے اور نبی کی بات بھی حق ہے۔ ایک صحابی نے ایک دفعہ عرض کی، یارسول اللہ فداک ابی وامی میرے ماں باپ آپ پر صدقے جائیں۔ آپ کبھی کبھی ہم سے مذاق اور ہنسی و مزاح کی باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ فرمایا! جب میں مزاح کی بات کہتا ہوں اس وقت بھی حق کہتا ہوں۔ اس نبی کی زبان بھی حق

اور قرآن کا بیان بھی حق، بیان کی اہمیت بیان کرنے والے سے ہوتی ہے اور بیان کرنے والے کی اہمیت بیان کی نوعیت سے ہوتی ہے۔ ہم میں بھی آج کل بیان کرنے والے بہت ہیں اور ہر ایک کے بیان کی نوعیت اپنی اپنی ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی شاعر بولے گا تو اس کے منہ سے یا غزل نکلے گی یا قصیدہ نکلے گا، کوئی ادیب بولے گا، تو اس کے منہ سے یا عبارت نکلے گی یا مضمون نکلے گا، کوئی نعت خواں بولے گا تو اس کے منہ سے یا نعت نکلے گی یا مولود نکلے گا، کوئی مقرر بولے گا تو اس کے منہ سے یا تقریر نکلے گی یا وعظ نکلے گا، کوئی مفتی بولے گا تو اس کے منہ سے یا وضاحت نکلے گی یا فتویٰ نکلے گا، کوئی خطیب بولے گا تو اس کے منہ سے یا نکتہ نکلے گا یا خطبہ نکلے گا، کوئی ولی بولے گا تو اس کے منہ سے یا کرامت کی بات نکلے گی یا معرفت کا بیان نکلے گا، کوئی صحابی بولے گا تو اس کے منہ سے یا روایت نکلے گی یا فرمان نکلے گا۔ لیکن خدا کی قسم! جب میرا نبی بولے گا تو اس کے منہ سے یا حدیث نکلے گی یا قرآن نکلے گا۔

قرآن و حدیث کا فرق

قرآن ہو یا حدیث، دونوں کی اہمیت میرے نبی کی مرہونِ منت ہے۔ دونوں کے الفاظ ہمیں نبی کے لب ہلانے سے معلوم ہوئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور حدیث رسول اللہ کا کلام ہے۔ لیکن اس فرق کے باوجود دونوں کا منبع اور مرجع ایک ہے، دونوں کا واسطہ اور ذریعہ ایک ہے، دونوں کی آواز اور لب ولہجہ ایک ہے، دونوں کا مقصد اور منشا ایک ہے۔ اگر قرآن اور حدیث کے فرق کو ذرا اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہیں تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کیلئے رب نے اپنے الفاظ منتخب کئے اور حدیث کیلئے کہا اے محبوب جو لفظ تو اپنے منہ سے ادا کر دے گا انہیں لفظوں پر میں اپنی مہر حاکمیت ثبت کر دوں گا۔ ایک بزرگ سے جب پوچھا گیا کہ حدیث اور قرآن میں کیا فرق ہے؟ کہا جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو مجھے خدا کی کبریائی یاد آتی ہے اور جب میں حدیث پڑھتا ہوں تو مجھے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصطفائی یاد آتی ہے۔

خود بدلتے نہیں

آج قرآن بھی ہمارے پاس موجود ہے، حدیث بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ یا یوں کہیے ہمارے پاس ہمارے دین اسلام کا تحریری دستور بھی موجود ہے اور اس کی تشریحات اور جزئیات بھی موجود ہیں۔ قرآن ایک ایسا مستقل دستور ہے جسے زمانے کے حالات بدل نہیں سکتے۔ بلکہ قرآن کے پاس ایسی طاقت اور قوت موجود ہے جو زمانے کے حالات کو اپنے احکامات کے مطابق بدل سکتی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ زمانے والے اپنے آپ کو بدلنے پر آمادہ ہوں کیوں کہ رب کا یہ قانون ہے: **لایغیر مابقومٍ حتی یغیر ما بانفسهم.**

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مگر ہائے افسوس! ہم ابھی تک اپنے آپ کو بدلنے پر آمادہ نہیں ہو سکے۔ ہم نے قرآن کے واضح احکامات کی صرف کھلی خلاف ورزی ہی نہیں کی بلکہ قرآنی احکامات کے مفہوم میں مختلف تاویلیں کیں۔ آج بھی مختلف مفسرین کے مختلف حوالہ جات اپنے مفادات کیلئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ بنکوں والے اپنے سودی کاروبار کو چمکانے کیلئے اپنے پاس قرآنی تفسیروں کے حوالے لئے پھرتے ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی والے قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ بیمے والے تو اپنے اس جوئے کے کاروبار کے جواز کیلئے فتوے لئے پھرتے ہیں:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہمیں قرآن سے حوالہ لینے کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب ہمیں کوئی مالی یا سیاسی منفعت درکار ہو۔ زندگی کے باقی تمام معاملات میں آج ہمیں قرآن سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم نے قرآن کو صرف قسمیں کھانے کیلئے استعمال کیا ہے۔ اور یہ بات مسلمان قوم کیلئے زبردست المیہ ہے۔ اس پر مزید افسوس تو یہ ہے کہ ہم اس المیے سے دو چار ہیں لیکن ہمیں اصلاحِ احوال کی کوئی فکر نہیں۔

ع کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج ہم نے اس قرآن کو رکھا ہوا تو دیکھا، مگر اس میں لکھا ہوا نہ دیکھا۔ آج ہم نے اس قرآن کو چوما تو سہی لیکن اس کے پڑھنے کیلئے لب نہ ہلائے۔ آج ہم نے اس قرآن کی جسامت کو تو دیکھا لیکن اس کی صداقت کو نہ دیکھا۔ ہم نے پڑھی ہوئی تلاوت کو تو دیکھا لیکن اس تلاوت میں گھلی ہوئی حلاوت کو نہ دیکھا۔ آج ہم نے اس قرآن کی چھپی ہوئی نقل کو تو دیکھا لیکن اس چھپی ہوئی نقل میں چھپی ہوئی اصل کو نہ دیکھا۔ قرآن کی اصل یہ ہے کہ اس کے احکامات کی من وعن پیروی کی جائے۔

صحابہ نے قرآن کے احکامات کی پیروی اس طرح سے کی کہ اس پیروی پر آج تمام پیروکاروں کو بھی ناز ہے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں، جب قرآن میں پردے کا حکم آیا تو جس مسلمان عورت کو جیسا بھی کپڑا میسر آیا اس نے اسی کپڑے سے اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا۔ ہمیں ایسا نظر آتا تھا جیسے ان عورتوں کے سروں پر کوّے بیٹھ گئے ہیں۔ صحابہ کرام نے قرآن کا حکم ماننے میں اتنی جلدی دکھائی کہ کوئی بادشاہ کا حکم بھی اتنی جلدی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ جب قرآن نے شراب کے حرام ہونے کا حکم سنایا تو بے شمار روایتیں گواہ ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح سے بہہ رہی تھی، جیسے بارش کے بعد گلیوں میں پانی بہتا ہے۔ جس قرآن پر صحابہ کرام نے اس جذبہ وشوق سے عمل پیرا ہو کر دکھایا وہ قرآن آج بھی حرف بحرف ہمارے پاس موجود ہے اور قیامت تک اسی طرح موجود رہے گا۔ دنیا کی ہر چیز میں تغیر ہے لیکن قرآن میں کسی قسم کا تغیر وتبدل ممکن نہیں۔ دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے لیکن قرآن کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بقا ہے۔ دنیا مٹ سکتی ہے لیکن قرآن نہیں مٹ سکتا۔ آسمان اور چاند ستارے ٹوٹ پھوٹ سکتے ہیں۔ شمس وقمر بے نور ہو سکتے ہیں، قصبے اور بستیاں ملیا میٹ ہو سکتی ہیں، شہروں کے شہر کھنڈرات میں بدل سکتے ہیں، حیوانات کی جبلتیں بدل سکتی ہیں، جمادات کی ماہیتیں بدل سکتی ہیں، تجلیات

کی حقیقتیں بدل سکتی ہیں، ہر جان مٹ سکتی ہے، ہر جہان مٹ سکتا ہے، سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے، اوقات بدل سکتے ہیں، دن رات بدل سکتے ہیں، گردشِ زمانہ رک سکتی ہے، ہواؤں کا چلنا رک سکتا ہے، دریاؤں کے رخ بدل سکتے ہیں، سمندروں کے دھارے بدل سکتے ہیں، اطرافِ دو عالم کا سارا نقشہ بدل سکتا ہے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں، زمین لرزہ براندام ہو سکتی ہے، چٹانیں چیخ سکتی ہیں، آسمانوں اور زمین کے تمام سیارے الٹ پلٹ سکتے ہیں، سارا نظامِ کائنات درہم برہم ہو سکتا ہے، پوری دنیا زیروزبر ہو سکتی ہے، لیکن قرآن مجید ایسا محفوظ ہے کہ اس کی زیر کی زبر اور زبر کی زیر نہیں ہو سکتی۔

اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود رب نے لیا۔ یہ ایک ایسا اعجاز ہے کہ باقی کسی آسمانی کتاب کو یہ فضیلت نہ ملی جو اس قرآن کو ملی۔ دنیا کو دوسری آسمانی یا الہامی کتاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب پہلی آسمانی کتاب میں تحریف ہوگئی ہو یا سرے سے کتاب ہی مٹ گئی ہو یا نبی کی عادات واطوار کو لوگوں نے بھلا دیا ہو۔ ہمارے پاس ہمارے نبی کی شریعت کی ایک ایک بات محفوظ ہے۔ ہمارے پاس ہمارے نبی کی سیرت کا ایک ایک گوشہ محفوظ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا نبی آخری نبی ہے، اس نبی کے بعد کسی کی نبوت کا چاند چڑھنا نہیں۔ اور ہمارا قرآن آخری کتاب ہے، اس کتاب کے بعد کسی کتاب نے آسمان سے اترنا نہیں۔ قیامت تک ہمارے نبی کی نبوت قائم اور قیامت تک ہمارے قرآن کی حاکمیت قائم۔ دونوں ہمارے راہبر ہیں، دونوں کی راہبری قائم، دونوں ہمارے راہنما ہیں، دونوں کی راہنمائی قائم۔ دونوں حق کی آواز ہیں، دونوں کی حقانیت قائم۔ دونوں رشد وہدایت کے حقیقی ماخذ ہیں، دونوں کی حقیقت قائم۔ فرق اگر ہے تو صرف اتنا ہے، قرآن ہمیں نماز کا حکم سناتا ہے، نبی ہمیں نماز پڑھنا سکھاتا ہے۔ قرآن جہاد کا نعرہ لگاتا ہے، نبی اس جہاد میں خود لڑ کے دکھاتا ہے۔ قرآن خدا کی حکومت چاہتا ہے، نبی یہ حکومت کر کے دکھاتا ہے۔ قرآن اپنی عبارت سناتا ہے، نبی

اس کی وضاحت سناتا ہے۔قرآن کا حکم حجت ہے، نبی کا حکم سنت ہے۔قرآن پرہیزگار بناتا ہے، نبی غمگسار بناتا ہے۔قرآن فرمانبردار بناتا ہے، نبی اپنا جانثار بناتا ہے۔قرآن اطاعت گزار بناتا ہے نبی اپنا پیروکار بناتا ہے۔قرآن ہماری کتاب ہے، نبی کے پاس ہر سوال کا جواب ہے۔ بلکہ اگر آپ حیران نہ ہوں تو ایک اور فرق بھی بتاتا جاؤں۔قرآن کی ہر آیت قرآن ہے اور نبی کی ہر عادت قرآن ہے۔قرآن کے پاس اقوال ہیں، نبی کے پاس اعمال ہیں۔ بلکہ اگر غور کرو تو نبی کے اعمال ہی اصل قرآن ہیں۔ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پردہ پوشی کے بعد ایک شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور حضور کی سیرت اور اعمال کے بارے میں سوال کیا۔آپ نے حیران ہو کر فرمایا "افلا تقراون القرآن" کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ وہ بولا اچھا! اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جیسے جیسے حکم دیا ہمارے نبی نے ویسے ویسے کام کیا۔فرمایا نہیں نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے ہمارا نبی کام کرتا گیا رب ویسے ویسے قرآن میں لکھتا گیا۔

زندگی

اللہ پاک نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے کر گویا نبی کے اعمال کو دوام بخشا۔زندگی صرف جسم کی حرکات وسکنات کا نام نہیں اور موت صرف ظاہری موت مرجانے کا نام نہیں۔ تاریخ سے پوچھو، زندگی کس چیز کا نام ہے؟ زندگی نام ہے کام کا، زندگی نام ہے پیغام کا، زندگی نام ہے نام کا، جس کا نام زندہ اس کا کام زندہ، جس کا کام زندہ اس کا نام زندہ۔ جب تک حدیث زندہ، نبی کا پیغام زندہ۔ جب تک قرآن زندہ، نبی کا کام زندہ۔ جب تک نبی کا غلام زندہ، نبی کا نام زندہ۔جس نبی کا نام زندہ اس نبی کے غلام زندہ۔جس نبی کے غلام زندہ اس نبی کے غلاموں کے غلام زندہ۔جس نبی کے غلاموں کے غلام زندہ وہ نبی نبیوں کا امام زندہ۔واللہ یَعصِمُكَ مِنَ النَّاس کہہ کر رب نے نبی کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی اور "نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وانّا لَهُ لَحافِظُونَ" کہہ کر قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔اب قرآن اور نبی

دونوں ابد تک رہیں گے۔دونوں ہماری راہنمائی کے سرچشمے ہیں۔

شفاعت رسول

دونوں کی صفات اور کمالات یکساں ہیں۔دونوں قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔فرمایا قیامت کا دن سخت ترین ہوگا۔تمام لوگ حساب کتاب اور سزا و جزا کیلئے اکٹھے ہوں گے۔غضب کی گرمی ہوگی۔سورج کی کرنیں تلوار کی طرح کاٹ رہی ہوں گی۔نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔کسی کو کسی کی پہچان نہ ہوگی۔نیک و بد دونوں قسم کے لوگ حشر کے میدان میں جمع ہوں گے۔حساب میں تاخیر ہوگی۔لوگ چاہیں گے ہمارے اعمال کا جلد ہی محاسبہ کیا جائے تاکہ یہاں کی سختی سے نجات ملے۔ہر کوئی اپنے انجام کو پہنچے۔جنت والے جنت میں جائیں، دوزخ والے دوزخ میں جائیں، لیکن جزا و سزا کا کام بدستور التوا میں ہوگا۔سب کے سب اکٹھے ہو کر آدم کے پاس جائیں گے۔کہیں گے، اے آدم تو ہم سب کا باوا ہے۔رب سے التجا کر، حساب جلد شروع ہو۔حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے، میں کس منہ سے رب کے ساتھ بات کروں؟ میں نے تو اس کے حکم کی خلاف ورزی کر کے جنت میں ممنوعہ پودا کھایا تھا۔یہ تو اس کا شکر ہے اس نے میری توبہ قبول کر لی۔اب یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اس کے کاموں میں اپنی رائے دوں۔فرمایا آدم کی اس بات پر سب مایوس ہو کر حضرت نوح کے پاس آئیں گے۔کہیں گے، اے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر! رب تمہاری بات کو قبول کرتا ہے۔تمہاری دعا کے طفیل بڑا طوفان آیا، آج سب کیلئے دعا کرو کہ جلد حساب شروع ہو۔حضرت نوح علیہ السلام یہ سنتے ہی مسکرائیں گے اور کہیں گے، میں تم لوگوں کی سفارش کیسے کر سکتا ہوں؟ تم میں مجھے وہ لوگ صاف نظر آرہے ہیں جنہوں نے مجھے ساڑھے نو سو سال تک تنگ کیا۔اس وقت تم نے میری بات نہ مانی، آج میں تمہاری بات نہیں مانتا۔حضور نے فرمایا یہ سب لوگ اکٹھے ہو کر حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے کہ اے ابراہیم تو اللہ کا خلیل ہے، ہمارے لئے کوئی دعا مانگ۔حضرت ابراہیم کہیں گے، لوگو! میں اللہ کا خلیل ضرور ہوں لیکن آج

کی سختی اس قدر شدید ہے کہ میری بات بھی آج چلتی نظر نہیں آتی۔ فرمایا اسی طرح یہ سب مل کر ہر نبی کے پاس جائیں گے اور اسی طرح سب انبیاء سفارش کرنے سے معذرت کریں گے۔ پھر فرمایا تمام خلقت میرے پاس آئے گی۔ میرے اردگرد گناہگاروں کے جھرمٹ ہوں گے۔ اس وقت کسی کی مجال نہ ہوگی، کسی کی شنوائی نہ ہوگی، کسی کی رسائی نہ ہوگی، کسی کی فریاد نہ ہوگی، کسی کی پکار نہ ہوگی، کسی کی بات نہ ہوگی۔ اس وقت اگر ہوگی تو یا رب کی سننے والی ذات ہوگی یا مجھ محمد کی شفاعت ہوگی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

محترم سامعین! جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے، اسی طرح قرآن بھی ہماری شفاعت کرے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے، نبی پاک نے فرمایا، قیامت کے دن قرآن انسانی شکل بن کر آئے گا۔ اس کے ہاتھ میں قاریِ قرآن کا ہاتھ ہوگا۔ دونوں ایک جیسے ہوں گے۔ دونوں کی شکل انسانی ہوگی:

یہ بات نہیں معلوم کسی کو کہ مومن!
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قرآن اپنے قاری کو رب لم یزل کے دربار میں پیش کر کے اجازت مانگے گا کہ اے رب العالمین! یہ مجھ قرآن کا قاری ہے۔ اس نے دنیا میں میری عزت اور تکریم کی، میرا ادب کیا، مجھے خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کیا، میری تلاوتوں کو سمجھا۔ جیسے جیسے میں اسے تیرے احکام سناتا گیا، ویسے ویسے یہ زندگی میں کام کرتا گیا۔ اے اللہ العٰلمین! اس نے کل دنیا میں میری قدر کی۔ آج مجھے اجازت دے کہ میں اس کی قدر کروں حضور نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قرآن کو اجازت دے گا اور قرآن سے کہہ دے گا کہ اے قرآن تو اپنے قاری کو جو عزت دینا چاہتا ہے، تجھے مکمل اختیار ہے۔ فرمایا قرآنِ پاک اپنے قاری کو جنت کے دروازے پر لے جائے گا۔ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اندر سے داروغہ جنت پوچھے گا، باہر کون؟ قرآن کہے گا

"انا القرآن و معی القاری" میں قرآن ہوں اور میرے ساتھ میرا قاری ہے۔ فرمایا، داروغہ جنت کا دروازہ کھول دے گا اور ساتھ کہے گا، اے قرآن! اپنے قاری کو اندر لے آ کہ مجھے بھی رب کی طرف سے یہی حکم ہے کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ قاریٔ قرآن کیلئے کھولنا۔ فرمایا، قاری اور قرآن دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ قرآن اپنے قاری کو جنت کا فاخرانہ لباس پہنائے گا۔ سر پر تاج سجائے گا۔ ٹھنڈے میٹھے مشروب پلائے گا اور پھر اپنے قاری کو جنت میں اس کے مکان کی طرف لے جائے گا۔ ہر طرف باغات اور اونچے اونچے محل ہوں گے۔ قرآن ہر محل کی طرف دیکھے گا۔ قاری ساتھ ہوگا۔ قرآن اس بات کا منتظر ہوگا کہ جس محل کی طرف بھی پروردگار عالم کا اشارہ ہو اسی محل میں قاری کو لے جاؤں لیکن کسی محل میں داخل ہونے کا حکم یا اشارہ نہ ہوگا۔ فرمایا جنت میں قاری اور قرآن اپنے محل کی تلاش میں دور نکل جائیں گے، لیکن نہ کسی محل پر قاری کا نام لکھا ہوا نظر آئے گا نہ کسی دروازے میں داخل ہونے کا اشارہ ہوگا۔ میرے نبی نے فرمایا، قاری اور قرآن دونوں کے چہروں پر ہلکی سی اداسی آ جائے گی۔ دونوں واپس ہوں گے۔ قرآن قاری کو لے کر دربارِ الٰہی کی طرف لے جا رہا ہوگا کہ پوچھا جائے، اے رب کائنات جنت میں قاری قرآن کی جائے رہائش کون سی ہے؟ فرمایا دونوں جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ داروغہ سے ملاقات ہوگی۔ داروغہ قاری کو واپسی کا سبب پوچھے گا۔ قرآن کہے گا، خبر نہیں کیا بات ہے؟ میرے قاری کا محل مجھے نہیں مل رہا۔ فرمایا "اس بات پر داروغہ جنت ایک حیران کن ہنسی سے مسکرائے گا اور کہے گا" اے قرآن تجھے خبر نہیں، یہ تیرے ساتھ تجھ قرآن کا قاری ہے، اس کی ملکیت یہ جنت ساری ہے"۔

بھائیو! قرآن آج ہمیں اوراق پر مشتمل ایک کتاب نظر آتا ہے لیکن کل قیامت کے دن اس کی حقیقت ہمیں اس وقت معلوم ہوگی جب یہ قرآن سفارش کر رہا ہوگا۔ اسی طرح قرآن والا بظاہر ہمیں گوشت پوست کا ایک انسان نظر آتا ہے لیکن حقیقت اس وقت معلوم ہوگی جب

یہ نبی ہماری شفاعت کر رہا ہوگا۔ آج بہت سے لوگ اپنے علمی استدلال اور منطقی خیال سے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن

ع حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

یہ عقل کے تانے بانے آخر کب تک کام کریں گے؟ کچھ لوگوں نے نبی کی ذات کو اپنی ذات سے تشبیہ دی۔ نبی کے کاموں کو اپنے کاموں کی مثل بتایا۔ نبی کی صفات کے ساتھ اپنی صفات کی مماثلت ثابت کی۔ یہ ظلم یہاں تک بڑھایا کہ جب خود مٹنے لگے تو نبی کو مٹا ہوا ثابت کرنے لگے۔ یہ ظلم کوئی نیا نہیں، پرانے وقتوں سے زمانے کی یہی روش چلی آ رہی ہے۔ زمانے والے اگر کبھی رسول کو فنا کہتے ہیں تو کبھی قرآن کو فنا کہتے ہیں۔ لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کو فنا کہا، رب نے انہیں فنا کیا۔ جن لوگوں نے قرآن کو بقا کہا رب نے انہیں ایسی بقا بخشی کہ آج تک دنیا ان کی اس بقا پر حیران ہے۔ اسے رب کی عطا سمجھو یا قرآن کا معجزہ، بہر حال قرآن کی صفت ہے کہ نہ یہ خود مٹتا ہے اور نہ ہی اپنے ماننے والے کو مٹنے دیتا ہے۔ واثق باللہ کے زمانے میں جب سرکاری طور پر قرآن کو مخلوق اور مٹ جانے والی کتاب ثابت کیا جانے لگا تو ان لوگوں کو جو قرآن کو مخلوق نہیں مانتے تھے، پکڑ پکڑ کر پھانسیاں دی گئیں۔ ایسے علماء حق میں ایک ذات ایسی تھی جن کا نام امام احمد بن نصر الخزاعی تھا۔ انہیں دربار میں بلایا گیا۔ انہوں نے قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار کر دیا تو خلیفہ واثق باللہ نے حکم دیا کہ بھرے چوک میں انہیں پھانسی دی جائے اور لاش کو سات دن تک وہیں لٹکا رکھا جائے تاکہ تمام لوگوں کو اس کے بقول عبرت ہو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ وہ کوتوال جو اس لاش پر پہرے دار مقرر کیا گیا تھا، آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں، یہ کوتوال قسمیں اٹھا کر کہتا تھا کہ جب رات کا وقت ہوتا تھا، تمام لوگ اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے تھے۔ میں دیکھتا تھا کہ امام صاحب کا منہ خود بخود قبلے کی جانب پھر جاتا تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہوتے تھے اور امام صاحب کے منہ سے سورۂ یٰسین کی تلاوت کو میں اپنے کانوں سے سنا کرتا تھا۔ یہ صرف ایک واقعہ ہی نہیں۔ تاریخ ایسے ہزاروں بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جن لوگوں کو زندگی میں قرآن سے محبت ہوتی ہے لوگ ان کی موت کے

بعد بھی ان کی قبروں پر ان کی آواز میں قرآن کی تلاوت سنا کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے قرآن ہماری کتابوں جیسی کتاب نہیں اور رسول ہم جیسے خطا کار انسانوں جیسا انسان نہیں۔ قرآن کیا ہے اور رسول کیا ہے؟ ہمیں تو صرف اتنا پتہ ہے کہ اگر قرآن کو پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اگر رسول کو پیدا نہ کیا جاتا تو دنیا کی کسی چیز کا وجود ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح اگر قرآن کی قوت، قوتِ کائنات ہے تو نبی کی نبوت سببِ تخلیقِ کائنات ہے۔ قرآن لاریب ہے تو نبی بے عیب ہے۔ قرآن ایک تقریر ہے تو نبی اس کی عملی تفسیر ہے۔ قرآن روشنی کی تنویر ہے تو نبی ہادئ بے نظیر ہے۔ قرآن دنیا کی تدبیر ہے تو نبی دنیا کی تقدیر ہے، قرآن حق عالمگیر ہے تو نبی حق کی شمشیر ہے، قرآن کی جس کی سینے میں تحریر ہے نبی کی اس سینے میں تصویر ہے، جس نے قرآن سے محبت کی قرآن نے اسے نبی کی محبت کے آداب سکھائے اور جس نے نبی سے محبت کی نبی نے اسے قرآن کے مطابق جینے کے انداز سکھائے۔ آج ہمارے دلوں میں نہ قرآن کی محبت ہے اور نہ نبی کی قدر۔ احترام وتکریم کی چادر پھٹ چکی، آداب کا دامن چاک ہو گیا، عزت اور بے عزتی کے معیار بدل گئے۔ آج قرآن کا بتایا ہوا تقویٰ ہمارے حلق کا لقوہ بن گیا۔ بے مثل و بے مثال نبی کی ہر مثال ہمارے لئے صرف ایک گزرا ہوا حال بن گئی۔ قرآن کا دیا ہوا دستور ہم نے ٹھکرایا، نبی کا دیا ہوا منشور ہم نے ٹھکرایا۔ ہم نے روٹیوں کو تو دیکھا لیکن ان روٹیوں کے پیچھے پڑنے والی سوٹیوں کو نہ دیکھا۔ ہم عوام ہوں یا عوام کے نمائندے، ہم مخالف ہوں یا موافق، ہم حاکم ہوں یا محکوم، ہم حکمران ہوں یا رعایا، ہم سب کا ایک ہی جرم ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اپنی خوراک کو دیکھا لیکن قرآن پاک کو نہ دیکھا، ہم نے اپنی پوشاک کو تو دیکھا لیکن اپنے نبی پاک کو نہ دیکھا۔ خوب یاد رکھو! یہ خوراک اور پوشاک ایک دن سب خاک میں مل کر ختم ہو جائیں گے۔ باقی اگر رہ جائیں گے تو اعمال و کردار، اخلاق اور حسن سیرت، افعال کارنامے، کام اور فکر اور علم باقی رہ جائیں گے۔ ہم نے مٹنے والی چیزوں کو مقصد بنا لیا اور باقی رہ جانے والی چیزوں کو نظر انداز کر دیا۔ ہم نے دنیا کو اپنی مادی ترقی کی خبریں تو سنوا دیں لیکن اپنی اخلاقی قدریں گنوا دیں۔

سزائے جاریہ

تاریخ گواہ ہے ہمیشہ راج مٹ جاتے ہیں، رواج رہ جاتے ہیں۔ جسامت مٹ جاتی ہے، وضاحت رہ جاتی ہے۔ تعلقات مٹ جاتے ہیں، روایات رہ جاتی ہیں۔ قبریں ہٹ جاتی ہیں، خبریں رہ جاتی ہیں۔ وہ وقت آئے گا جب ہمارے اجسام اور نام مٹ جائیں گے۔ لیکن اگر ہم نے آنے والی نسلوں کی اصلاح کیلئے ایسا معاشرہ تعمیر کیا جس کی بنیاد روحانی اور اخلاقی قوانین پر ہوئی تو ہماری ثقافت تاابد زندہ رہے گی۔ اگر ہم نے روحانی اور اخلاقی اصولوں کے سرچشمے قرآن کو نظر انداز کیا تو اس کے نتائج نہ صرف یہ کہ ہم بھگت رہے ہیں بلکہ ہم آنے والی نسلوں کیلئے بھی کانٹوں کے درخت بو کر جائیں گے۔ جو لوگ صدقہ دینے والے ہوتے ہیں وہ جاتے وقت بھی صدقہ جاریہ چھوڑ جاتے ہیں اور جو لوگ قرآن کی نافرمانی کی پاداش میں سزا پا رہے ہیں وہ جاتے وقت بھی سزا جاریہ چھوڑ جاتے ہیں۔ وطن کی آزادی کے بعد ہمارے بڑوں نے قوانین رب ذوالجلال کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے بے شک خون دیا، قربانیاں دیں، اموال لٹائے، وطن چھوڑا، جائیدادیں اور جاگیریں چھوڑیں لیکن اس کے بعد قرآنی احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں سے محاسبہ نہ کیا، قوم کے لٹیروں سے باز پرس نہ کی، مسلمانوں کی اسلامی ثقافت کا مذاق اڑانے والوں کے منہ میں لگام نہ دی، اپنے بچوں کیلئے اسلامی تعلیم کا مطالبہ نہ کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہمارے نوجوانوں کا بہت بڑا گروہ الحاد و دہریت کے راستے پر چل نکلا، دینی شعائر کی توہین ہونے لگی، قرآن کریم کو نعوذ باللہ ایک بوسیدہ کتاب کہا جانے لگا، منکرات پرورش پانے لگے، معروف کا حکم کرنے والے جاہلوں میں شمار ہونے لگے۔ غرض کہ معاشرے کا اونٹ اپنی کروٹیں بدلنے لگا۔

جواب دو

مسلمانو! اب وقت کی گھڑیاں پکار پکار کر تمہیں کہہ رہی ہیں۔ اگر تم اب بھی قرآن کی

طرف نہ لوٹے تو پھر تمہارا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ وقت کی نبض اب ایک خطرے سے آگاہ کر رہی ہے کہ مسلمانو! اگر قرآن اب تمہاری زندگی سے نکل گیا تو تم آنے والی نسلوں کیلئے ایک نشانِ عبرت بن کر رہ جاؤ گے۔ عقل مندی اور ہوشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم عبرت کا نشان بننے کی بجائے منزل کا نشان بن جاؤ۔

مسلمانو! کیا تمہاری زندگیوں میں وہ عہد آئے گا؟ جس عہد کی مثالیں تاریخ کے اوراق پر اس طرح چمکیں گی جس طرح دلہن کے ماتھے پر جھومر جھولتا ہے۔ کیا تم قرآن کے احکام کو جاری و ساری کرنے کی جدوجہد کرو گے؟ کیا تم قرآن کی حاکمیت کے مقابلے میں ہر ایک کی حاکمیت کو ٹھکراؤ گے؟ کیا تم قرآن کے مقابلے میں ہر دستور کو ٹھکراؤ گے؟ کیا تم اپنے ہر بچے کو قرآن پڑھاؤ گے؟ کیا تم اس قرآن کی لاج رکھو گے؟ کیا تم اس قرآن کو دل میں بساؤ گے؟ کیا تم اس قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعی کرو گے؟ کیا تم اس قرآن کو آخرت کا سامان بناؤ گے؟ کیا تم قرآنی تعلیمات پر عمل کرو گے؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو میں تمہاری ہاں میں ہاں ملاؤں گا۔

(دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے) کہ ہم قرآن کے خلاف کوئی قانون نہیں بننے دیں گے، قرآن کے خلاف کوئی رواج نہیں چلنے دیں گے، قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کرنے دیں گے۔

برادرانِ اسلام! قرآن رواداری، محبت، اخوت اور پیار کا سبق دیتا ہے۔ قرآن تمام مسلمانوں کو حبل اللہ کی ایک ہی لڑی میں پرونا چاہتا ہے۔ قرآن تمام مسلمانوں کو اتحاد کی مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے قرآن تعصبات اور قوم پرستی کی وجہ سے پیدا ہونے والی نفرت ختم کرتا ہے۔ قرآن قوم کو ایک قوم کی حیثیت سے نہیں، قرآن قوم کو رسول اللہ کی امت کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے۔ دنیا کا انتشار و افتراق اور خصوصاً مسلمان قوم کا اندرونی خلفشار مفکرین کیلئے

بحث و تمحیص کا موضوع بنا ہوا ہے۔ دنیائے انسانیت، رنگ، نسل، زبان اور علاقہ وغیرہ کو آزما کر دیکھ چکی ہے کہ یہ اتحاد کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ جب تک انسانوں کے ذہن اور سوچ و فکر ایک نہ ہوں گے، اس وقت تک انسان ایک نہ ہوں گے۔ قرآن ایک لازوال فکر پیش کرتا ہے۔ قرآن نے ایک غیر لچکدار دستور پیش کیا۔ قرآن نے صالح اور پاکیزہ معاشرہ کے قیام کیلئے واضح ہدایات دیں۔ قرآن نے انسان کی فطرت کو بنیاد بنایا۔ قرآن نے اعتقاد کو اولیت دی۔ قرآن نے ایمان کو تقویت دی۔ قرآن نے جان کو روحانیت دی۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے بھی خالی الذہن ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کیا اس نے حقیقت کو پالیا۔ میں نے آج کے دور میں بھی ایسے پڑھے لکھے لوگ دیکھے ہیں جو اس قرآن کو محض ایک بائبل کی حیثیت سے اپنی مذہبی کتاب سمجھتے تھے لیکن جب انہیں اس کے پڑھنے اور سوچنے کی توفیق ہوئی تو وہ خود قرآن پاک کی عظمت کے قائل ہو گئے۔ قرآن صرف اوراق پر مشتمل ایک کتاب کا نام نہیں۔ قرآن ایک عالمگیر سچائی کا نام ہے اور یہ لوگوں میں سچائی کے اوصاف پیدا کرتا ہے۔ قرآن معیار عدل ہے، لوگوں کو عادل بناتا ہے۔ قرآن حق ہے، لوگوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد بتاتا ہے۔ قرآن خدا کی طرف سے پیغام ہے، خدا کے احکام بتاتا ہے۔ قرآن راہبر ہے، منزل تک پہنچاتا ہے۔ قرآن میر کارواں ہے، صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ قرآن اٹل ہے، عزم کو اور زیادہ مضبوط کرتا ہے۔ قرآن ہدایت ہے، زندگی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن نور ہے، اجالوں کا سبق دیتا ہے۔ قرآن محفوظ ہے، اپنے قاریوں کی حفاظت کرتا ہے۔ قرآن روحانیت ہے، زندگی میں روح پھونکتا ہے۔

یہ سب کچھ کوئی زبانی جمع خرچ نہیں۔ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ عرب جو بدو خانہ بدوش اور غلام تھے، جب انہوں نے قرآن کے زریں اصولوں کو اپنایا تو تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے امام بن گئے۔

والہانہ عشق

قرآن میں آج بھی وہی اسپرٹ اور وہی راہنمائی موجود ہے۔ قرآن آج بھی ہمیں پکار

کر دعوت عمل دے رہا ہے لیکن ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ بچوں کو قرآنی تعلیم دلانے کی فکر نہیں، روزانہ تلاوت کا معمول نہیں۔ اس کے احکامات کی پرواہ نہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب "لن تنالو البر حتی تنفقوا" کی آیت اتری۔ حضرت طلحہ نے اپنے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا وہ کنواں جو انہیں بہت ہی عزیز تھا، خدا کی راہ میں لوگوں کی ملکیت میں دے دیا۔ آج ہمیں قرآن جس نیکی کی تعلیم دیتا ہے ہم اس نیکی کو نیکی نہیں سمجھتے۔ نیکی یہ نہیں کہ صرف مشتبہ شکلیں بنا کر امامت اور خطاب کے فرائض ادا کئے جائیں۔ نیکی یہ ہے کہ جس قرآن کو ہم اللہ کی کتاب کہتے ہیں اس کے احکام بجالانے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیں۔ جب تک قرآن سے والہانہ عشق نہ ہوگا یہ کام ہرگز نہ ہوگا۔ قرآن سے عشق رکھنے والے اس لکڑہارے کا تذکرہ میں یہاں کیسے چھوڑ دوں؟ کہ جس نے سنا ہے کہ انگریزوں کے دور میں بادشاہی مسجد کے سامنے لکڑیوں کی ایک چھوٹی سی دکان کھولی ہوئی تھی۔ ایک انگریز اپنی کتاب انجیل پر ایسی ادویات لگا کر آیا کہ جس سے آگ اثر نہ کرتی تھی۔ وہ شاہی مسجد میں آ کر زور زور سے چیخنے لگا کہ مسلمانو! آؤ میرے پاس میری انجیل ہے تم بھی اپنا قرآن لے آؤ۔ میں بھی اپنی کتاب آگ میں پھینکتا ہوں تم بھی پھینکو۔ جو کتاب سچی ہوگی نہیں جلے گی، جو جھوٹی ہوگی جل جائے گی۔ تمام مسلمان حیران ہو گئے۔ اس صورت حال کا کوئی علاج نظر نہ آتا تھا کہ وہی لکڑہارا دوڑا دوڑا اپنی دکان پر گیا۔ وہ قرآن مجید کا نسخہ جس سے وہ روزانہ تلاوت کیا کرتا تھا اپنے گلے سے لگا کر مسجد میں آیا اور انگریز کو للکارا۔ او فرنگی کے بچے! تیری چال ابھی عیاں ہو جائے گی۔ میں نے اپنے قرآن کو سینے سے لگالیا ہے تو بھی اپنی انجیل کو اپنے سینے سے لگالے۔ باہر میں اپنی دکان کو آگ لگاتا ہوں۔ میں بھی اپنے قرآن کے ساتھ آگ میں جاتا ہوں تو بھی اپنی انجیل کے ساتھ اس آگ میں چل۔ جو سچا ہوگا بچ جائے گا، جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ یہ سنتے ہی صاحب بہادر کے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ رنگ فق ہو گیا، زبان گنگ ہو گئی اور وہ خاموشی سے مسجد سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا۔ مسلمانو! یہ تھے وہ مسلمان کہ جن کا ایمان قرآن کی عظمت کی طرح بلند تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اور موت قرآن سے وابستہ کر

رکھی تھی۔ وہ دین اور دنیا دونوں میں قرآن کو کافی سمجھتے تھے۔

دین ہو یا دنیا دونوں کیلئے علم کی ضرورت ہے اور قرآن اس علم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ علماء نے قرآن کو یہی سمجھا اور دنیا کو یہی سمجھایا۔ ایک دفعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد کے پاس ایک بوڑھا آیا۔ سر کے بال، داڑھی اور بھنویں سب سفید، کمر جھکی ہوئی، ہاتھ میں لکڑی، پھٹے پرانے کپڑے، ناگفتہ بہ حالت، تنگدستی اور مفلسی کی واضح تصویر، بے چارگی اور بے سہارگی کے اثرات۔ لیکن چہرے کی متانت اور سنجیدگی سے معلوم ہوتا تھا کہ بوڑھا کوئی اہم مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے۔ حضرت امام محمد اس کی طرف متوجہ ہوئے تو بوڑھا کہنے لگا، حضرت! میری کوئی اولاد نہ تھی۔ آخری عمر میں میں نے منت مانی کہ مولا! اگر اب تو مجھے ایک بچے دے اور یہ بچی میری زندگی میں جوان ہو تو میں اپنی اس لڑکی کی شادی کرتے وقت جہیز میں دنیا کی تمام چیزیں دوں گا۔ میری آخری عمر میں مجھے بچی ملی۔ یہ دیکھتے ہی دیکھتے میری زندگی میں جوان ہوگئی۔ اب اس کی شادی کا وقت آگیا۔ میں ابھی تک بقید حیات ہوں۔ اب میں منت کیسے پوری کروں؟ جب کہ میری حالت یہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں تو ایک طرف، میرے پاس میری ضروریات کی چیزیں بھی پوری نہیں۔ میرے بازوؤں میں طاقت نہیں کہ کما کر تمام سامان مہیا کروں۔ میرا کوئی بیٹا بھی نہیں کہ وہ اس ذمہ داری کو سنبھالے۔ اب میں کیا کروں؟ میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا بوڑھے تجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تیرے پاس سب کچھ ہے۔ پوچھا وہ کیسے؟ کہا تیرے گھر میں تیرے پڑھنے کیلئے قرآن کا نسخہ تو ہوگا؟ کہا، ہاں۔ فرمایا وہی قرآن اٹھا کر تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دے دے کہ اس قرآن میں دین اور دنیا دونوں کیلئے سامانِ نجات ہے۔ اس طرح امام صاحب نے بوڑھے آدمی کے مسئلہ کا حل بتایا۔

گہری نیند

حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن مجید ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ شادی بیاہ کے رسم و رواج ہوں یا لین دین کے معاملات، امن و امان کی فضا ہو یا جنگ و جدل کی کیفیت، قرآن ہر موقع پر ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ پرانے وقتوں کے مسلمان میدان جہاد میں بھی قرآن ساتھ لے کر جاتے تھے۔ ایک ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا تو دوسرے ہاتھ میں تلوار:

وہ پہلے کا مسلمان جنگ میں جاتا تھا قرآن اور شمشیر کے ساتھ
یہ آج کا مسلماں فلم میں جاتا ہے بیٹی اور ہمشیر کے ساتھ

مسلمانو! سوچو! آج ہماری غیرت اگر مر نہیں گئی تو گہری نیند ضرور سوگئی ہے۔ بے حیائی، فحاشی اور عریانی میں ہم دوسری قوموں سے اگر آگے نہیں تو ان سے پیچھے بھی نہیں۔ ہمارے ہر کاروبار میں دھوکہ ہے، ہمارے ہر قول میں جھوٹ ہے، ہر ارادے میں بدنیتی، ہر کام میں ریاکاری، ہر لباس میں برہنگی، ہر فیشن میں حیوانیت، ہر ادا میں نسوانیت، ہر شعور میں کٹھ حجتی، ہر سروس میں بددیانتی، ہر ملازمت میں بدعنوانی، ہر امانت میں چوری، ہیں ہم مسلمان لیکن ہمارے عمل میں منافقت ہے۔ اور تو اور ہم نے اس کلام الٰہی سے بھی منافقت کی ہم نے اس قرآن کو مسجد کی دیواروں، مسجد کی تختیوں، میناروں اور محرابوں پر تو لکھا۔ ہم نے خدا کے گھر میں تو اس قرآن کو سجایا لیکن اپنے گھر کی بیٹھک میں نیم برہنہ عورتوں کے فوٹو لٹکائے۔ اس طرح ہم نے آج اس قرآن کا احترام تو کیا لیکن اس احترام کو دوام نہ دیا۔ آج ہم نے قسمیں اٹھانے کیلئے اس قرآن کو اپنے سر پر تو رکھا۔ اسے اپنے سر پر تاج تو بنا کر رکھا لیکن اس تاج کی لاج نہ رکھی۔ ہم نے اپنے گھروں سے قرآن کو دیس نکالا دیا تو ہمارے گھر اجڑ گئے۔

ایک وہ وقت تھا جب مائیں اپنے بچوں کو گود میں لے کر قرآن کی تلاوت کیا کرتی تھیں،

آج کل مائیں بچوں کو گود میں لے کر ایسی لغو، فضول، بے معنی اور لایعنی قسم کی لوریاں دیتی ہیں کہ خدا کی پناہ، بلکہ نئی نسل تو فحش گانوں کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ آپ خود سوچیں، شروع میں جس بچے کی تعلیم ایسی ہو بڑا ہو کر یہ شہزادہ پھر کیسا شاہکار بنے گا؟ ماں کی گود بچے کا پہلا اسکول ہے۔ یہاں جیسی تربیت ہوگی آگے چل کر ویسی علمیت ہوگی۔ جب مائیں قرآن پڑھنے والی ہوتی تھیں اس وقت بیٹے بھی محدث، مفکر، مجتہد، فقیہہ اور ولی پیدا ہوتے تھے۔ آپ کہیں گے ماں کے قرآن پڑھنے سے بیٹے کی ولایت کا کیا تعلق ہے؟ آؤ حضرت بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کی زندگی کو دیکھو۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی، آپ کے والد آپ کو قرآن پڑھانے کیلئے ایک قاری صاحب کے پاس لے گئے۔ حضرت بختیار کاکی شاگرد ہوگئے۔ پہلے دن تو قاری صاحب نے قرآن کے آداب پڑھائے۔ دوسرے دن سبق شروع ہوا۔ قاری صاحب نے اعوذ باللہ پڑھی۔ آپنے بھی پڑھی۔ قاری صاحب نے بسم اللہ پڑھی۔ آپ نے بھی پڑھی۔ استاذ صاحب نے اب پڑھا الحمدللہ رب العلمین. لیکن حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہیں۔ استاذ صاحب نے سمجھا سبق شاید مشکل ہے کیوں کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ تو بچے گھر پر بھی سیکھ لیتے ہیں۔ استاد صاحب نے پھر پڑھا الحمدللہ رب العلمین. لیکن حضرت بختیار کاکی پھر بھی خاموش ہیں۔

''بیٹے پڑھتے کیوں نہیں؟''

''مجھے یہ سارا سبق آتا ہے۔ میں یہاں سے نہیں پڑھوں گا''۔

''تم کہاں سے پڑھو گے؟''

''میں پڑھوں گا سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام''۔

استاذ صاحب بڑے حیران ہوئے۔ پوچھا بیٹا یہ تو پندرواں سیپارہ ہے۔ پہلے چودہ سیپارے کون پڑھے گا؟

''پہلے چودہ سیپارے مجھے اچھی طرح یاد (حفظ) ہیں''۔

استاذ صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ پانچ برس کا بچہ ہے اور کہتا ہے میں چودہ

سیپاروں کا حافظ ہوں۔ پوچھا، بیٹا یہ تم نے کس طرح یاد کئے؟ کہا استاذ صاحب بات دراصل یہ ہے کہ میری والدہ چودہ سیپاروں کی حافظہ ہے اور میری ماں کی یہ عادت ہے کہ جب تک صبح ان چودہ پاروں کی تلاوت نہیں کر لیتی دنیا کا کوئی کام نہیں کرتی۔ جب میں چھوٹا ہوتا تھا میری ماں مجھے گود میں لے کر روزانہ صبح ان سیپاروں کی تلاوت کیا کرتی تھی۔ چونکہ میں روزانہ سنا کرتا تھا، یہ چودہ سیپارے میرے ذہن میں پختہ ہوتے چلے گئے۔ اب میں ماں کی طرح چودہ سیپاروں کا حافظ ہوں۔ اس لئے آپ میرا سبق سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ سے شروع کریں۔

بھائیو! جب ماں قرآن پڑھنے والی فاطمہ ہوتی تھی تو بیٹا بھی کربلا میں نیزے کی نوک پہ قرآن سنانے والا حسین ہوتا تھا۔ آج اگر ماؤں کی زبان پر گھروں میں قرآن کی قرأت نہ ہوئی تو آگے بیٹوں کو بھی دین کی بات کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہمارے گھروں سے قرآن کی تلاوت جاتی رہی تو ساتھ خدا کی رحمت بھی جاتی رہی۔ امیر کا گھر ہو یا غریب کا گھر، ہر گھر میں بے چینی ہے۔

میں نے کچھ نہیں چھپایا

ایک واقعہ میری نظر سے ایسا بھی گزرا ہے جس سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ جس گھر سے قرآن کی تلاوت چلی جاتی ہے پھر اس گھر سے برکت بھی چلی جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ حضرت امام شافعی اپنی لڑکیوں کو گھر میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ کی داستانیں سنایا کرتے تھے اور اپنی لڑکیوں کو بتایا کرتے تھے کہ امام احمد بن حنبل ایسے عبادت گزار ہیں کہ ان کی نمازِ تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی اور اس مقصد کیلئے وہ کھانا بھی بہت کم کھاتے ہیں تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو جائے۔ ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبل امام شافعی کے گھر مہمان بن کر آئے۔ عشاء کا وقت تھا۔ لڑکیوں نے چونکہ آپ کی عبادت و ریاضت کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اس لئے قدرے اہتمام و انتظام سے کھانا تیار کیا۔ قسم قسم کے کھانے پکائے۔ ساتھ چٹنی اور مربہ بھی رکھا۔ امام شافعی کھانا

لے کر بیٹھک میں آئے۔ میزبان اور مہمان دونوں نے کھانا کھایا۔امام احمد بن حنبل نے یہ پر تکلف دعوت خوب مزے سے کھائی۔تمام روٹیاں کھائیں۔سالن کے برتن اچھی طرح صاف کر دیئے۔چٹنی مربہ تک بالکل صاف کر دیا۔جب خالی برتن اندر گئے تو لڑکیاں حیران رہ گئیں۔ وہ اس انتظار میں تھیں کہ چونکہ کھانا دو آدمیوں کی نسبت سے بہت زیادہ تھا اس لئے بہت کچھ بچ کر واپس آئے گا۔لیکن یہاں تو رومال میں روٹی کا ایک لقمہ نہ تھا۔چٹنی تک صاف تھی۔ رات کا وقت تھا۔لڑکیوں نے اپنے ابو سے اس بات کا استفسار کیا۔لیکن امام شافعی احترام کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے۔لڑکیوں نے امام احمد بن حنبل کی تہجد کے بارے میں سن رکھا تھا اس لئے پانی کا لوٹا بھر کر دیا۔امام شافعی نے یہ لوٹا مہمان کی چارپائی کے ساتھ رکھ دیا۔جائے نماز بھی لا دی تا کہ تہجد کے وقت کسی چیز کی ضرورت نہ رہے۔حضرت امام شافعی علی الصبح مہمان کے کمرے میں آئے تا کہ نماز کیلئے جگائیں۔آپ نے دیکھا کہ امام احمد نب حنبل چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ساتھ پانی کا ویسے کا ویسا بھرا ہوا لوٹا پڑا ہے۔آپ یہ لوٹا لے کر لڑکیوں کے پاس آئے۔ اب تو لڑکیوں کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔کہا ابا جان! آپ تو کہتے تھے امام احمد بن حنبل تہجد کیلئے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس لئے کھانا بھی کم تناول کرتے ہیں۔لیکن یہاں تو انہوں نے رات کو کھانا بھی پیٹ بھر کر کھایا ہے اور یہ پانی کا لوٹا بھی بھرا ہوا واپس آیا ہے۔معلوم ہوتا ہے امام صاحب ساری رات سوتے رہے ہیں۔تہجد کا وقت بھی نکل گیا، وضو بھی نہ ہوا۔حضرت امام شافعی اپنی لڑکیوں کو کوئی جواب نہ دے سکے۔فوراً امام بن حنبل کے پاس آئے اور خاموشی سے بیٹھ گئے۔اس وقت امام احمد بن حنبل کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیر آئے اور کہا، اے شافعی! ایسا معلوم ہوتا ہے تمہاری لڑکیاں کھانا پکاتے وقت قرآن کی تلاوت کرتی ہیں۔امام شافعی نے اثبات میں جواب دیا اور ساتھ یہ بھی پوچھا

''حضرت! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟''

کہا، میں نے جب پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو مجھے اس کے ذائقے نے اتنا سرور کیا کہ میں خوشی خوشی کھانے لگا۔حالانکہ یہ میری عادت کے خلاف تھا۔جوں جوں میں کھاتا گیا توں توں

میرا دل یادِ الٰہی کی طرف مائل ہوتا گیا۔ہر نوالہ جنت کے میووں کی ڈلی معلوم ہوتا تھا۔میں سمجھ گیا کہ یہ کھانے یادِ الٰہی میں مصروف رہ کر پکائے گئے ہیں اس لئے میں نے یہ سوچتے ہوئے سب کھانا کھا لیا کہ شاید پھر کہیں ایسا کھانا نصیب ہو یا نہ ہو۔

اے شافعی! آج تیرے کھانے نے میرا طریقہ بدل دیا۔تلاوت والے کھانے نے میری عادت بدل دی۔کھانا بہت کھایا لیکن نیند ذرا نہ آئی۔جب نیند نہ آئی تو جاگتا رہا۔جب جاگتا رہا تو وضو قائم رہا۔جب وضو برقرار رہا تو اسی عشاء والے وضو سے تہجد کی نماز پڑھی۔اے شافعی جب میرا وضو نہیں ٹوٹا تو میں نے پانی کا لوٹا استعمال نہیں کیا۔اب جیسے تو نے لوٹا واپس جا کر لڑکیوں کو دیا نہیں کہ انہوں نے تیرے سے پوچھا نہیں۔تو نے ادب کی وجہ سے کچھ بتایا نہیں اور میں نے تجھ سے معرفت کی وجہ سے کچھ چھپایا نہیں۔

جب قرآن کی تلاوت والے کھانے کا اتنا اثر ہے تو خود قرآن کا کتنا اثر ہوگا؟ قرآن کے الفاظ اتنے پر اثر ہیں کہ تقدیریں بدل دیتے ہیں۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پڑھ کر پھونکنا اور قرآن کی تلاوت کر کے سمجھنا کہ مصیبتیں دور ہو جائیں گی، سراسر غلط ہے۔بھلا الفاظ میں بھی کوئی تاثیر ہوتی ہے؟ میں کہتا ہوں قرآن کے الفاظ ظاہر تو ظاہر باطن تک کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔قرآن کے الفاظ تو بہت اونچی بات ہے۔ہمارے عام الفاظ کا اثر یہ ہے، جس طرح پیار کا ایک لفظ نفرت کو محبت سے بدل دیتا ہے، جس طرح والدین کی وصیت کے چند الفاظ لڑکے کے طور طریقے بدل دیتے ہیں، جس طرح مرشد کی نصیحت مرید کی زندگی بدل دیتی ہے، جس طرح استاد صاحب کا سبق شاگرد کی سوچ بدل دیتا ہے، جس طرح ماضی کے چند لفظ لوگوں کے فیصلے بدل دیتے ہیں، اسی طرح قرآن کے الفاظ پوری کائنات کے فیصلے بدل دیتے ہیں۔ بزرگانِ دین کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ قرآن ہر مصیبت کا دفاع، ہر مسئلے کا حل اور ہر مشکل کا مداوا ہے۔اگر اس کے کلام کو پڑھو گے تو

طبیعت کو لذت ملے گی۔ اگر اس کے پیغام کو سمجھو گے تو دنیا میں عزت ملے گی اور اگر اس کے بتائے ہوئے کام کرو گے تو آخرت میں جنت ملے گی۔

کہاں سے کہاں تک

قرآن کے ساتھ جس کا جتنا تعلق ہوگا اسے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔ جہاں قرآن کی تلاوت ہو گئی وہاں خدا کی رحمت ہوگئی۔ جس شخص کے دل میں قرآن کی قدر ہوگی، قرآن کو بھی قیامت کے دن اس شخص کی خبر ہوگی۔ قیامت تو دور کی بات ہے اللہ پاک نے قرآن کی قدر کرنے والے کو اسی دنیا میں ایسا شرف بخشا، کہ سن کر ایمان تازہ ہوگیا۔

عراق میں ایک بزرگ کا مزار ہے جن کا نام ہے بشر حافی۔ یہ اپنے وقت کے ولی گزرے ہیں۔ لیکن کیا یہ ابتداء سے ولی اللہ تھے؟ نہیں، یہ پہلے ایک عیاش انسان تھے۔ امیر وکبیر لوگوں میں شمار تھا۔ عیش پرستی کی زندگی تھی۔ تن پر فاخرانہ لباس ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے لئے ایک خوبصورت باغ بنوایا ہوا تھا۔ اس باغ میں سارا دن شراب کے دور چلتے، بدکار عورتوں کے جمگھٹے لگتے، رقص کے مقابلے ہوتے، موسیقی کی محفلیں سجتیں۔ غرض کہ یہ عیاشی کا مستقل اڈا تھا۔ بشر حافی صبح گھر سے آتے اور شام تک یہاں دادِ عیش دیتے۔ ایک دن صبح سویرے سج دھج کے گھر سے نکلے۔ اس باغ کی طرف آرہے تھے کہ راستہ میں ایک کوڑے کا ڈھیر دیکھا۔ اس ڈھیر پر ایک کاغذ کا پرزہ پڑا تھا۔ اس پرزے پر نظر پڑی۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا اس کاغذ پر قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہے۔ یہ بشر حافی آگے بڑھے۔ کچھ سوچا، پھر جھک کر اس کاغذ کو اٹھایا۔ اٹھا کر صاف کر دیا۔ پھر اسے پانی سے دھویا، پھر چوم کر اسے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ جیب سے عطر کی شیشی نکالی۔ اس کاغذ پر خوشبو لگائی اور پھر اس قرآن کی آیت والے کاغذ کو ادب سے ایک دیوار کے اونچے خانے میں رکھ دیا۔ یہ کام کرنے کے بعد حضرت بشر حافی اپنے باغ میں چلے گئے۔ ادھر خدا کی طرف سے مصری ابدال حضرت ذوالنون کو حکم ملا کہ بشر حافی کے پاس چل کر جاؤ۔ یہ جب بغداد میں وارد ہوئے تو لوگوں نے بتایا کہ بشر حافی تو ایک عیاش

انسان ہے۔ لیکن انہیں رب کی طرف سے حکم تھا اس لئے حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ اس باغ کے دروازے پر پہنچے۔ پہلے تو داروغے نے روکا کہ یہاں درویشوں کا کیا کام؟ لیکن حضرت ذوالنون کے اصرار پر باغ میں جانے کی اجازت دے دی۔ اندر جا کر آپ نے دیکھا کہ بشر حافی شراب وکباب میں مست ہیں۔ جا کر سلام کیا اور ہاتھ ملایا۔ حضرت بشر حافی بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ ذوالنون کے ہاتھ ملاتے ہی میرے سارے نشے ٹوٹ گئے۔

میں نے سچے دل سے توبہ کی۔ اس باغ کو اسی وقت چھوڑ دیا۔ حضرت ذوالنون اور حضرت بشر حافی دونوں باغ سے باہر آئے۔ حضرت ذوالنون نے آسمان کی طرف گردن اٹھائی۔ کہا الٰہی تو بھی کتنا بے نیاز ہے۔ مجھے وقت کا ابدال بنایا اور پھر اس بشر حافی کی طرف بھیجا جو سراپا عیاش ہے۔ غیب سے آواز آئی اے ابدالِ وقت، اس بشر حافی نے ہمارے کلام کو ایک کاغذ کے پرزے کی حیثیت سے دیکھا۔ ہم نے اسے کائنات میں ایک ادنیٰ ذرے کی حیثیت سے دیکھا۔ اس نے اس کاغذ پر غور کیا، ہم نے اس کی قسمت پر غور کیا۔ اس نے جھک کر ہمارے کلام کو بھانپ لیا، ہماری رحمت نے جھک کر اسے ڈھانپ لیا۔ اس نے ہمارے کلام کے ورق کو لیا، ہم نے اسے لیا۔ اس نے قرآن کے کاغذ کو کوڑے سے نکالا، ہم نے اس کے عیش کے اڈے سے نکالا۔ اس نے اس کاغذ کو گندگی سے صاف کیا، ہم نے اسے شراب وشباب کی پلیدی سے پاک کیا۔ اس نے ہمارے ایک کلام کے کاغذ کو پانی سے دھویا، ہم نے اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ اس نے کاغذ پر عطر لگایا، ہم نے اسے جنت کی خوشبوؤں میں بسایا۔ اس نے ہمارے کلامِ مبین کو چوما، حورانِ جنت نے اس کی جبین کو چوما۔ اس نے اٹھا کر کاغذ کو ایک خانے میں رکھ دیا، ہم نے اسے اٹھا کر ولایت کے خزانے میں رکھ دیا۔

☆☆☆

خطبہ ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! ہم نے وعظ وتقریر، بیان وخطاب، سبق ودرس، نصیحت ووصیت، کلمہ وکلام سب کچھ سنا مگر دل کہتا ہے اگر ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ سنا تو کچھ نہ سنا۔ اگر وعظ سننا ہے تو کسی واعظ سے سنو، اگر تقریر سننی ہے تو کسی مقرر سے سنو، اگر خطاب سننا ہے تو کسی خطیب سے سنو، اگر سبق سننا ہے تو کسی استاذ سے سنو، اگر درس سننا ہے تو کسی مدرس سے سنو، اگر نصیحت سننی ہے تو کسی بزرگ سے سنو اور اگر ذکر رسول سننا ہے تو کسی عاشق رسول سے سنو۔

عاشق میں نہیں، عاشق تم نہیں، عاشق تو وہ ہوتے تھے جن کے دل میں خدا ہوتا تھا اور آنکھوں میں مصطفیٰ ہوتا تھا۔ عاشق رسول وہ تھے جن میں خدا پرستی کا جذبہ تھا، جن کی بات میں لچک نہ تھی، جن کی ہمت میں کمی نہ تھی، جن کی آبروئے شجاعت پر کبھی بل نہ آیا، جن کے ذوق میں کبھی لغزش نہ آئی، عاشق وہ تھے جن کے ایمان فولاد سے زیادہ مضبوط تھے، جن کے عزم پہاڑوں سے زیادہ پختہ تھے، جن کی معرفت عرشِ الٰہی سے زیادہ بلند تھی، جن کا عشق الٰہی شمس و قمر سے زیادہ روشن تھا، عاشق رسول وہ تھے جن کی ہر خون کی بوند میں ایمان کے شرارے تھے، جن کی ہر دھڑکن میں قرآن کے سیپارے تھے اور جن کی ہر نظر میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظارے تھے۔

عاشق رسول تو وہ کالا بلال تھا جو سوتا تھا مکے کی تپتی ہوئی ریت اور لکڑیوں کے جلتے ہوئے انگاروں پر اور نعرے لگاتا تھا رسول اللہ کے:

اشک غم پیتے رہے، دادِ وفا دیتے رہے
ہم چراغوں کی طرح جل کر ضیا دیتے رہے

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسیر نے کون سا صدمہ ہے جو نہ سہا؟ کون سی تکلیف ہے جو برداشت نہ کی؟ کون سی مصیبت ہے جو نہ جھیلی؟ کون سی آزمائش ہے جس میں پورا نہ اترا؟ ہر جفا سہی، ہر ظلم سہا، ہر تکلیف اٹھائی، مگر ایک غم ایسا بھی گزرا جسے حضرت بلال برداشت نہ کر سکے؟ یہ کون سی تکلیف تھی؟ یہ کیسا غم تھا یہ وہی تھا جو ہر عاشق کے دل و دماغ پر سوار رہتا ہے:

جس قدر میں نے مٹائے تیری یادوں کے نقوش
دل بے تاب نے اتنا ہی تجھے یاد کیا

پانچ وقت؛ کی اذان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کا نام دنیا کو پکار پکار کر سنایا کرتے تھے۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا، جب اس طریقے سے بلال کو اپنے محبوب کی یاد منانے سے روک دیا گیا۔ حضرت بلال عربی نہ تھے اسلئے لب ولہجہ عجمیوں جیسا تھا۔ امیہ ابن خلف حضرت بلال جس کے غلام تھے اس نے آپ کی زبان پر ایک دفعہ انگارے رکھ دیئے جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں لکنت آ گئی۔ اب حضرت بلال جب اذان کہتے تو منہ سے **اشھدان محمد رسول اللہ** کی بجائے **اسھدان محمد رسول اللہ** نکلتا۔ جب کافر لوگ سنتے تو ہنستے کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذان دینے والا بھی کون سا آدمی ملا؟ جسے شین اور سین کی تمیز نہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور کو مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ اس طرح کفار ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ حضرت بلال کو اذان دینے سے روک

دیا جائے اور ان کی جگہ عبداللہ ابن مکتوم کو مقرر کیا جائے کیوں کہ وہ عربی النسل بھی ہیں، خوش الحان بھی ہیں، لب ولہجہ بھی درست ہے اور آواز بھی اونچی ہے۔ حضور نے حضرت بلال کو بلایا اور کہا اے بلال اب عشاء ہو چکی۔ آنے والی صبح کو تم اذان نہ کہنا کیوں کہ تمہاری جگہ عبداللہ ابن مکتوم مقرر ہو گئے ہیں۔ "الامر فوق الادب" کے تحت حضرت بلال نے سرِ تسلیم خم کیا۔ مگر رات بھر نیند نہ آئی۔ شاید بلال رو رو کر کہہ رہے تھے، الٰہی! میرے پاس شکل وصورت نہ تھی جس کی بنا پر میں اپنے محبوب کیلئے باعث کشش ہوتا۔ میرے پاس دولت نہ تھی کہ میں آمنہ کے لعل پر وار دیتا۔ میرے پاس خوش الحانی نہ تھی کہ میں اپنے محبوب کی طبیعت کو خوش کرتا۔ الٰہی میرے پاس صرف اذان تھی جس میں میرے محبوب کا نام تھا، جسے میں پانچ وقت پکارا کرتا تھا جس سے میرے عشق کی کھیتی سیراب ہوتی تھی، مگر اے اللہ العالمین کیا میں ایسا بدنصیب ہوں کہ مجھ سے میرا یہ چشمہ رحمت بھی چھین لیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے اِدھر حضرت بلال روتے رہے، ادھر آسمان کے فرشتے ان کے آنسو پونچھتے رہے۔ اِدھر بلال کے دل سے سوز اٹھتا رہا، ادھر آسمان کے فرشتوں کا شور اٹھتا رہا۔

سین اور شین

وہ فرشتے جن کے ذمہ سورج کا انتظام تھا، رب نے نہ جانے انہیں کہاں بلا لیا؟ رات لمبی ہوگئی، سورج نکلتا تو رات ڈھلتی۔ لوگ اپنے بستروں میں پڑے پڑے تھک گئے۔ حضرت عمر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ کہا یا رسول اللہ آج ہم کروٹیں بدل بدل کر تھک گئے، پسلیاں دکھنے لگیں، ایک نیند کر لی، دوسری، تیسری نیند کر لی۔ ان نیندوں پہ اور نیند کر لی۔ ہماری نیندیں ختم ہو گئیں مگر رات ختم ہونے میں نہیں آتی۔ اے اللہ کے رسول آپ تاریکی مٹانے والے ہیں۔ آپ اندھیرا مٹانے والے ہیں۔ آپ نور بن کر آنے والے ہیں۔ آپ خدا سے دعا مانگیں کہ اس رات کی سختی سے لوگوں کو نجات ملے۔ فرمایا اے عمر! ٹھہر، "دو اصلی رکعتیں" میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ میرے نبی نے نماز سے سلام پھیرا۔ جبرائیل فوراً

حاضر خدمت ہوا۔ پوچھا جبرائیل! کیا بات ہے؟ ابھی تک صبح کی نماز کا وقت نہیں ہوا۔ کہا "اَلسِینُ بلالِ عِندَاللّٰہِ شِینٌ"۔ بلال پڑھتا سین ہے رب سنتا شین ہے۔

دریا کا زور

اے جبرائیل! مگر یہ آج رات کے ختم نہ ہونے کا کیا قصہ ہوا؟ کہا اے اللہ کے پیارے رسول۔ آج جوں جوں بلال روتا گیا توں توں دریائے رحمت جوش میں آتا گیا۔ معلوم ہوا ایسے رونے سے عاقبت سنورتی ہے۔ حضور کی حدیث بھی یہی ہے۔ فرمایا جب بندہ خدا کی یاد میں روتا ہے تو اس کے ایک آنسو سے اس کی ساری زندگی کے گناہ دھل جاتے ہیں اور اکثر ہوتا بھی یہی ہے کہ جب زندگی میں کسی موقع پر بندے کو اپنے گناہوں کا خیال آتا ہے تو اس کے دل میں ایک کھنک سی ہوتی ہے اور دل کو ایک جھٹکا سا لگتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ وہ موقع ہوتا ہے جب بندے کے دل میں ایک دھڑکا پیدا ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ وہ موقع ہوتا ہے جب بندے کے دل میں ایک زلزلہ برپا ہو جاتا ہے اور جب اس زلزلے کے بخارات جوش سے اوپر جاتے ہیں اور آنسو کا قطرہ بن کر آنکھوں سے نکلتے ہیں۔ تو اس آنسو کے قطرے میں صفائی قلب کیلئے دریا کا سا زور آ جاتا ہے:

عظمت گریہ کو کوتاہ نظر کیا سمجھیں!
اشک اگر اشک نہ ہوتا تو ستارہ ہوتا

پوچھا جبرائیل! اب کیا ہوگا؟ کہا مسئلہ یہی ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو، اس وقت تک صبح کی آذان نہ ہو۔ لیکن رب جلال میں ہے۔ رب کہتا ہے بلال اگر ہمیں رو کر منانا جانتا ہے، ہم بھی مان کر اس کو کام دکھانا جانتے ہیں۔ پوچھا جبرائیل! اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ کہا تمہاری جو مرضی کرو۔ رب کا فیصلہ یہی ہے کہ آج جب تک بلال کی توتلی زبان سے اذان کے وہی کلمے نہ نکلیں گے اس وقت تک دنیا میں سورج کی کوئی کرن نہیں نکلے گی۔

روحِ بلالی

محترم سامعین!

یہ بلال کا عشق تھا۔ بلال نے رسول سے عشق کیا تو ہم بلال سے دل لگا بیٹھے، بلال نے رسول کا ذکر کیا تو ہم بلال کا ذکر لے بیٹھے، بلال نے رسول کے نام کو چوما تو ہم نے بلال کے نام پر اپنے نام رکھے۔ بلال چونکہ رسول کا غلام ہے اسلئے ہم سب کا امام ہے۔ ہم میں کوئی استاذ ہو یا مدرس، کوئی عالم ہو یا واعظ، کوئی فقیہہ ہو یا مفتی، ہر ایک نے بلال کے عشق سے عشق کا سبق سیکھا۔ اگر آپ کسی عالم سے پوچھیں گے عاشق کون ہوتا ہے؟ تو وہ کہے گا عاشق وہ ہوتا ہے کہ جس کے دل سے رنگ و نسل، خویش وقبیلہ اور عربی و عجمی کا فخر نکل جائے اور بلال کی طرح اس کے دل میں پرہیز گاری پیدا ہو جائے۔ اگر آپ کسی استاذ سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ عاشق وہ ہوتا ہے جس میں بلال کی طرح اطاعت گزاری پیدا ہو جائے۔ اگر آپ کسی فقیہہ سے پوچھیں گے تو وہ کہے گا عاشق وہ ہوتا ہے جو صبح کی نماز ہمیشہ اس وقت پڑھے جب آسمان پر صبح صادق کی سفید دھاری پیدا ہو جائے۔ اگر آپ میرے سے پوچھیں گے تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ عاشق وہ ہوتا ہے کہ جب اسے بلال کی طرح ذکر رسول سے روکا جائے تو پورے نظامِ کائنات میں ناہمواری پیدا ہو جائے۔

کیوں کہ بلال کی اذان میں رسول کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ ایک وہ اذان تھی کہ جس نے چہار ہائے عالم میں گھومنے والے سورج کو بھی متاثر کیا اور آج کی بھی اذانیں ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر پر پورے زور شور سے بلند کی جاتی ہیں لیکن اکثر مسلمانوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

ع رسم اذاں باقی ہے روحِ بلالی نہ رہی

روحِ بلالی کیا تھی؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کو ذکر رسول سمجھ کر اپنے عشق کو سیراب کیا کرتے تھے اور جب اس ذکر سے روکا جانے لگا تو بلال رضی اللہ عنہ کے دل میں بیقراری پیدا ہوگئی:

حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے
جو یادِ مصطفٰے سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

نظروں سے نظریں ملیں

ذکر رسول صرف دل کا چین ہی نہیں اور بھی بہت کچھ ہے۔ ایک حدیث میں ہے "ذکر الانبیاء من العبادة و ذکر الصالحین کفارة"۔ جہاں ولیوں کا ذکر ہو رہا ہو سمجھو گناہوں کی مغفرت ہو رہی ہے اور جہاں نبیوں کا ذکر ہو رہا ہو سمجھو خدا کی عبادت ہو رہی ہے۔ ہم جب بھی اپنے نبی کا ذکر کرتے ہیں، شور وغوغا اور چرچا ورونق سمجھ کر نہیں، خدا کی عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ذکر کرنے کا مطلب ہے تذکرہ کرنا، یاد تازہ کرنا۔ نبی کا تذکرہ اور نبی کی یاد تازہ کرنے کا حق تو اسے ہے جس نے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ آج ہم قاضی تو بن سکتے ہیں، عابد و زاہد تو بن سکتے ہیں، متقی و پرہیز گار تو بن سکتے ہیں، غازی تو بن سکتے ہیں، نمازی تو بن سکتے ہیں، حاجی تو بن سکتے ہیں، مگر صحابی نہیں بن سکتے۔ صحابی وہی بنا جس نے نبی کو نظروں سے نظریں ملا کے دیکھا۔ اصحابِ نبی نے جس طرح نبی کو دیکھا اسی طرح اس کا تذکرہ کیا۔ اگر کوئی تذکرہ کرنے والا کسی کا ذکر کرے تو وہ ہمیشہ چار باتیں ملحوظ خاطر رکھے گا۔

پہلی بات تو وہ یہ بتائے گا کہ جس کا وہ تذکرہ کرنا چاہتا ہے اس کی شکل وصورت، قد کاٹھ اور حلیہ کیسا ہے؟

دوسری چیز اس کی تعلیم اور اس کی تقریر ہے، کہ وہ مذکور چاہتا کیا ہے۔ اس کا مقصد منشا اور مدعا کیا ہے؟ یا آسان لفظوں میں وہ کہتا کیا ہے؟

تیسری بات ذکر کرنے والا اپنے مذکور کی یہ بتائے گا کہ اس کے معاملات اور اس کے دنیا کے ساتھ برتاؤ کے طریقے کیا ہیں؟ یا اس کا کردار کیا ہے؟

چوتھی چیز ذکر کرنے والا اپنے مذکور کے بارے میں اپنے تاثرات بتائے گا کہ اس کے ساتھ ملاقات، بات چیت اور لین دین ومعاملات میں بذات خود اس نے کیا محسوس کیا؟

محترم سامعین! ذکر میں یہ چار چیزیں بنیاد ہوا کرتی ہیں۔ آیئے! اب اصحاب رسول سے پہلی بات پوچھیں کہ اے نبی کے یارو! تم نے نبی کو دیکھا تو یہ نبی تمہیں کیسا نظر آیا؟ حضرت عائشہ ہمارے پیغمبر کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ آپ ام المومنین ہیں۔ حضور کو جتنا قریب سے انہوں نے دیکھا اور کسی نے اتنی قربت نہ پائی۔ جب ہم ان سے پوچھتے ہیں تو وہ فرماتی ہیں:

شمسٌ لنا ولاَ الآفاق شمسُ — شمس خیرٌ من شمسِ السماء

شمسُ الناس تطلع بعد فجرِ — شمس تطلع بعد العشاء.

ایک سورج دنیا کا ہے اور ایک سورج میرا ہے۔ میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے (کیوں کہ) لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ شاعرہ نہ تھیں کہ انہوں نے اپنے جذبات کو الفاظ کے موتیوں کے ساتھ ایک بیت کی خوبصورت لڑی میں پرو دیا۔ بلکہ انہوں نے تو اپنے مشاہدے کی بات بتائی۔ ایک روایت میں آپ فرماتی ہیں، ایک دفعہ رات کا وقت تھا۔ میں کمرے میں بیٹھی کپڑوں کی مرمت کر رہی تھی کہ میرے ہاتھوں سے سوئی نیچے گر گئی۔ میں نے سوئی ڈھونڈنے کی بہت ہی کوشش کی لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی۔ اتنے میں حضور پرنور اندر تشریف لائے تو آپ کے جسم سے نکلنے والی نورانی شعاؤں سے گمشدہ سوئی صاف نظر آ گئی۔ اس غضب کی چمک دمک سے بھلا حضرت عائشہ کس طرح متاثر نہ ہوتیں؟

یہ تو رات کی باتیں ہیں، اب ذرا دن کی بات بھی سن لو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ دوپہر کا وقت تھا۔ میں اپنا چرخہ چلا رہی تھی۔ میرے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے اپنے جوتوں کی مرمت فرما رہے تھے۔ مصروفیت کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر پسینہ آ رہا تھا اور یہ پسینہ جب زیادہ ہو گیا تو آپ کے چہرے پر گرنے لگا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، یہ منظر مجھ

سے دیکھا نہ گیا۔ میں دم بخود رہ گئی اور میرے ہاتھوں سے چلتا ہوا چرخہ خود بخود رک گیا۔ اس پر آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا، عائشہ کیا بات ہے؟ نہ چرخے کا دھاگہ ٹوٹا نہ پھولی ختم ہوئی، نہ نلی ختم ہوئی، چرخہ آخر روک کیوں دیا ہے؟ فرماتی ہیں، میں نے کہا میرے سرتاج کیا آپ دیکھتے نہیں؟ آپ کے چہرے پر پسینے کے قطرے اس طرح بہہ رہے ہیں جس طرح لال ریشمی چادر پر سفید موتی ڈھلک رہے ہوں۔

حضرت عائشہ نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ بیان کر دیا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ چونکہ حضور کی زوجہ مطہرہ تھیں اور ہر بیوی کو اپنے شوہر سے پیار ہوتا ہے، ہر بیوی کو اپنا شوہر ہی حسن و جمال کا پیکر نظر آتا ہے اسلیئے حضرت عائشہ کو بھی حضور کا حسن بوجہ زوجیت کے پسند تھا، تو اس کیلئے عرض ہے کہ جناب حضرت ربیعہ بنت معوذ تو حضور کے رشتہ ازدواج میں شامل نہ تھیں۔ یہ تو ایک بوڑھی عورت تھیں اور حضور کے وصال کے بعد چھوٹے بچے آپ سے آ کر پرانے وقتوں کی باتیں پوچھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسر کے پوتے آئے اور پوچھا بی بی! حضور کی شکل کیسی تھی؟ حضرت ربیعہ بنت معوذ کے منہ سے اچانک نکلا "لو رایتہ رایت الشمس طالعة" بیٹا اگر تو حضور کے چہرے کو دیکھ لیتا تو سمجھتا جیسے سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی یہ کہے کہ جناب یہ ربیعہ بنت معوذ تو ایک صحابیہ عورت تھیں اور ہر مسلمان عورت کے دل میں حضور کا احترام ہوتا ہے جس کی وجہ سے آپ کے حسن و جمال کو مبالغہ کے ساتھ بیان کیا گیا۔ تو میں ایک ایسی عورت کی مثال پیش کرتا ہوں جو نہ صرف یہ کہ غلام تھی بلکہ آپ سے ناشنا سا اور ناواقف تھی۔

حضرت جامع بن شداد ایک صحابی ہیں ۔فرماتے ہیں، میں اسلام لانے سے قبل تجارت کیا کرتا تھا۔ میری تجارت میں کھجوریں، غلام، کنیزیں اور اونٹ شامل ہوتے تھے۔ میرے ساتھ میرا ایک کاروباری شریک تھا۔ ایک دفعہ ہم مکہ شہر میں وارد ہوئے۔ میں نے اپنے کاروباری ساتھی کو وہیں چھوڑا اور خود کسی کام کی غرض سے شہر چلا گیا۔ فرماتے ہیں، جب میں واپس آیا تو میں نے ایک بہترین سرخ اونٹ نہ پایا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ سرخ اونٹ فروخت ہو گیا۔ میرے ساتھی نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کتنے میں؟ تو اس نے کھجوروں کی ایک مقدار بتائی۔ میں نے پوچھا وہ کھجوریں کہاں ہیں؟ تو اس نے کہا وہ خریدنے والا اُدھار پر لے گیا ہے، شام تک کھجوریں لانے کا وعدہ ہے۔ حضرت جامع بن شداد فرماتے ہیں، میں اپنے ساتھی کے سامنے اندیشے ظاہر کر رہا تھا کہ ایسا شخص جسے تم نہیں جانتے اسے اُدھار دے دیا ہے۔ اب خبر نہیں وہ واپس آئے یا نہ آئے۔ فرماتے ہیں، میری ان باتوں پر ساتھ ایک کجاوے میں بیٹھی ہوئی کنیز بولی! اے جامع بن شداد! کیا تم اسی شخص کی بات کر رہے ہو جو شخص سرخ اونٹ خرید کر لے گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں اسی شخص کی بات کر رہا ہوں۔ تو اس پر وہ کنیز کہنے لگی۔ اے میرے آقا تو اس قسم کے اندیشے ظاہر نہ کر کیوں کہ:

واللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجلاً كَانَ وَجْهَهُ قطعةَ القَمرِ ليلتاالبَدرِ انا ضَامنةٌ لِثَمنِ جَملكُم لَايَغْذِر بِكُمْ.

خدا کی قسم! میں نے اسے دیکھا ہے کہ جیسے اس کا چہرہ انسان کا چہرہ نہ تھا بلکہ چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا تھا۔ میں تمہارے اونٹ کی قیمت کی ذمہ دار ہوں۔ ایسی شکل والا دھوکہ نہیں دے سکتا۔

حضرت جامع بن شداد فرماتے ہیں۔ جب شام ہوئی تو ایک شخص اونٹوں پر کھجوریں لاد کر لے آیا تب ہمیں معلوم ہوا کہ یہ تو وہی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے جس میں سب جلوؤں کی برات ہے، جو جامع الصفات ہے، جس کے تابع ساری کائنات ہے۔

چاند نکل آیا

اس کنیز نے قسم کھا کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ شاید لونڈی کے دماغ نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو۔

لیکن محترم سامعین! یاد کرو اس نغمے کو جو مدینہ کی بچیوں نے حضور کی آمد پر گایا تھا۔ بچے اپنے لاشعور سے کام لیتے ہیں۔ وہ جیسے دیکھتے ہیں ویسے کہتے ہیں۔ مدینہ کی چھوٹی بچیوں نے حضور کو دیکھتے ہی کہا، "طلع البدر علینا من ثنیات الوداع" کہ وداع کی پہاڑیوں سے ہمارے لئے چودھویں کا چاند نکل آیا۔

مغرب اور مشرق

حضرت عائشہ ہوں یا ربیعہ بنت معوذ، کجاوے میں بیٹھنے والی کنیز ہو یا مدینہ میں گانے والی بچیاں، صنف نازک سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر کسی کو یہ شک ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ عورتوں کی باتیں عموماً حسن و جمال کے معاملے میں ان کی ذہنی اختراع ہوتی ہے تو میں مردوں کی بات بتائے دیتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوتے تھے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج آسمان کے مغرب اور مشرق میں نہیں، ہمارے رسول کی دونوں گالوں پر گھوم رہا ہے۔

انصاف

ایک اور صحابی حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ چاند کی چودھویں رات تھی، چاند پوری تابانی سے چمک رہا تھا۔ میں نے سوچا باہر سیر بھی کر آؤں اور حضور کے ساتھ کچھ باتیں بھی کر آؤں۔ فرماتے ہیں، میں چلتے چلتے حضور کے گھر جا پہنچا۔ حضور اپنی حویلی میں ایک

چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک کالی چادر اپنے اوپر اس طرح سے ڈالی ہوئی تھی کہ آپ کا سارا بدن اس چادر سے ڈھانپا ہوا تھا اور چہرہ انور چادر سے باہر تھا۔ یہ چادر بھی ہماری تمہاری زبان کا لفظ ہے ورنہ رب کی زبان میں یار کالی کملی میں لپٹا ہوا تھا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں اتفاق سے کچھ اس طرح سے جا بیٹھا کہ چودھویں کا چاند بھی میرے سامنے تھا اور نبی بھی میرے سامنے تھا۔ فرماتے ہیں میں کبھی دیکھتا تھا نبی کی طرف، کبھی دیکھتا تھا چاند کی طرف، کبھی دیکھتا تھا اوپر، کبھی دیکھتا تھا نیچے، کبھی دیکھتا تھا وہاں، کبھی دیکھتا تھا یہاں، کبھی دیکھتا تھا آسمان کے چاند کو، کبھی دیکھتا تھا زمین کے چاند کو، کبھی دیکھتا تھا چاند کے اِدھر والی کالی بدلی کو، کبھی دیکھتا تھا نبی کی اِدھر والی کالی کملی کو، کبھی دیکھتا تھا چاند کے گھیرے کو، کبھی دیکھتا تھا رسول اللہ کے چہرے کو، چاند چمکتا تھا، نبی دمکتا تھا، چاند روشنی تھا، نبی نور تھا، چاند نور تھا، نبی نورٌ علےٰ نور تھا۔ فرماتے ہیں، میری آنکھ جاتی تھی چاند کی طرف، میری آنکھ جاتی تھی قمر کی طرف، آنکھ جاتی تھی ہلال کی طرف مگر دل جاتا تھا آمنہ کے لعل کی طرف۔ مشکوٰۃ شریف کے الفاظ ہیں حضرت جابر فرماتے ہیں، اس کشمکش، دیکھا دیکھی اور کھینچا تانی میں آخر میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ "وھُوَا حسَنُ عندی مِنَ القَمر" کہ وہ چودھویں رات کا چاند کچھ نہیں، یہ رسول اللہ کا چہرہ سب کچھ ہے:

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پہ چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

مسلمانو! یہ ہے وہ رسول جس کا چہرہ صحابہ کے نزدیک چاند سے بھی زیادہ روشن ہے۔ چاند حسن و جمال اور نور روشنی کا منبع سمجھا جاتا ہے۔ دنیا نے ہمیشہ چاند کو حسین کہا، اس کے حسن کے ساتھ حسینوں کے افسانے تراشے، اس کی کرنوں کو نور کی روح کہا، اس کی بکھری چاندنی کو شام کی شبنم کہا۔ غرض یہ کہ دنیا نے چاند کو روشنی لطافت اور حسن و جمال کا محور سمجھا۔ رب یہ سب

کچھ جانتا تھا، اسلئے کہا اے میرے محبوب! تو ذرا اپنی انگلی چاند کی طرف اٹھا، تا کہ یہ چاند تیرے نور کی طاقت دیکھ لے اور اس چاند کے چاہنے والے حسن و جمال کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ ہمارے نزدیک تمام منور چیزوں کو نور ہمارے نبی کے صدقے ملا۔ جو بھی اس نبی کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوا، وہ حسن و جمال اور جلال و کمال کے زیور سے مزین ہوا۔ شخصیت ان کی لیکن نکھار اس نبی کا، باتیں ان کی لیکن متانت اس نبی کی، وضع قطع ان کی لیکن وقار اس نبی کا۔ حضرت ابوبکر کے چہرے پہ جمال اسی کا، حضرت عمر کی جبین پہ جلال اسی کا، زمین پہ بلال اسی کا آسمان پہ ہلال اسی کا اور اسی ہلال کو دو ٹکڑے کرنے کا کمال اسی کا۔

ایک دفعہ شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم نے حضور علیہ السلام کی خواب میں زیارت کی اور پوچھا حضور! حضرت یوسف علیہ السلام کو دنیا میں ایسا حسن دیا گیا کہ جسے دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے حالانکہ آپ امام الانبیاء ہیں۔ یہ حسن آپ کو ملنا چاہئے تھا۔ آپ نے فرمایا "جمالی مستورٌ عن اعین الناس" ، میرے حسن کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دیا گیا ہے۔ یوسف کو دیکھ کر دنیا والے اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھتے تھے، اگر میرے جمال کو تم پر ظاہر کر دیا جاتا تو تم اپنی گردنیں کاٹ بیٹھتے۔

میرے محترم سامعین! یہ ہے وہ پوشیدہ حسن جو پوشیدہ ہونے کے باوجود کبھی حضرت عائشہ کو عشاء کے بعد طلوع ہونے والا سورج نظر آتا ہے، کبھی مدینہ کی بچیوں کو وداع کی پہاڑیوں سے نکلنے والا چاند نظر آتا ہے۔ کبھی اس کا مکھڑا ہودج نشین کنیز کو چاند کا حصہ نظر آتا ہے۔ یہ حسن پوشیدہ ہونے کے باوجود کبھی ربیعہ بنت معوذ کو آب و تاب سے چمکنے والا سورج نظر آتا ہے تو کبھی جابر بن سمرہ کو اس کے حسن کی رعنائیاں چودھویں کے چاند کو مات کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ابھی یہ حسن پوشیدہ ہے کہ کبھی ہاتھ اٹھانے پر چاند کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں تو کبھی انگلیوں کے اشارے سے ڈوبتا سورج واپس لوٹ آتا ہے:

پردے میں ہے جمال تو ہے شور اس قدر
اور بے حجاب ہو تو خدا جانے کیا کرے

فتح کا راز

خدا کی قسم! اگر یہ جمال بے پردہ ہو جاتا تو واقعی لوگ مخبوط اور دیوانے ہو جاتے اور اپنی گردنیں کاٹ بیٹھتے۔ لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ اسی مستور جمال اور پوشیدہ حسن پر ہی صحابہ اپنی گردنیں کٹوانے کیلئے تیار ہو گئے۔ مسلمانو! غور کرو اس وقت پر جب عہد تھا صدیق اکبر کی خلافت کا۔ وہ صدیق کہ جو صدیقوں کا بھی صدیق ہے اور صرف صدیق ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا شفیق بھی ہے۔ اس عہد میں روم کی فوجوں نے حملہ کر دیا۔ دشمن بھاری فوج اور سامانِ جنگ کے ساتھ ملکی سرحدوں پر حملہ آور ہوا۔ حضرت صدیق اکبر نے نامور جرنیل حضرت خالد بن ولید کو بلایا اور کہا: ''اے خالد بن ولید تمہیں معلوم ہے دشمن پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے۔ ہم اس کے مقابلے کیلئے تمہیں بھیجنا چاہتے ہیں۔ بتایئے! آپ کو اس کیلئے کتنی فوج اور کتنے اسلحہ کی ضرورت ہے''۔

کہا اے امیر المومنین مجھے اس کیلئے صرف تین سو سپاہی اور تیرہ گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ حضرت صدیق اکبر حیران رہ گئے کہ اتنی قلیل تعداد میں سپاہی مقابلہ کیسے کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا اے خالد بن ولید! کیا کر رہے ہو؟ اتنی تھوڑی فوج اور اتنا محدود سامان حرب۔ وہاں جنگ کیسے لڑو گے؟ کہا اے امیر المومنین مجھے جنگ کیلئے اتنی ہی فوج اور اتنی ہی کمک کافی ہے۔ کہا اے خالد بن ولید! وہاں تو بے پناہ دشمن کی فوج ہوگی، سپاہیوں کی لمبی لمبی قطاریں ہوں گی، وہاں تلواریں ہوں گی، وہاں نیزے ہوں گے، وہاں بھالے ہوں گے، وہاں خنجر ہوں گے، وہاں خود اور زرہ بکتر ہوں گے، وہاں کہیں للکار ہوگی، کہیں پکار ہوگی، ہر طرف مار دھاڑ ہوگی، وہاں ہر ایک کے دماغ پر موت کا بھوت سوار ہوگا، وہاں بندے اپنی جانیں لڑا دیں گے، وہاں انسان انسان کا شکار کرے گا، وہاں ہر طرف موت ہی موت ہوگی، وہاں زبردست لڑائی

ہوگی، وہ میدانِ جنگ ہوگا، وہاں کبھی حملہ ہوگا، کبھی پسپائی ہوگی، کبھی چڑھائی ہوگی، وہاں پھر فوجیں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی، وہاں جنگ کا بازار گرم ہوگا، وہاں خنجر اور بھالے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، وہاں تلواروں کی جھنکار ہوگی، وہاں چیخ و پکار ہوگی، وہاں بندے مولی و گاجر کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہوں گے، وہاں انسانوں کا قیمہ قیمہ ہو رہا ہوگا، وہاں زمین خون سے سیراب ہوگی، وہاں انسان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوں گے، وہاں بڑے بڑے بہادروں کے سر مٹی کے ڈھیلوں کی طرح پڑے ہوں گے، وہاں ہر طرف موت کا سناٹا ہوگا، وہاں لاشیں گھوڑوں کے سموں کے نیچے لتاڑی جائیں گی، وہاں گھوڑے زخمی ہو کر پاگلوں کی طرح دوڑیں گے، وہاں گرد و غبار کا طوفان ہوگا، وہاں کوئی زخمی ہو رہا ہوگا، کوئی اٹھ رہا ہوگا، کوئی پکڑ رہا ہوگا، کوئی گر رہا ہوگا، کوئی مر رہا ہوگا، وہاں تو معرکہ کارزار ہوگا، وہاں تو موت اور زندگی کا سوال ہوگا۔ آخر ہم اتنے کم اسلحہ اور اتنی معمولی فوج سے جنگ کیسے کریں گے؟ کہا اے امیر المومنین! میں میدانِ جنگ میں ہی پل کر جوان ہوا ہوں۔ میں جنگ کے تمام نشیب و فراز کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ میں جنگ کی تمام خوفناکیوں اور ہولناکیوں سے واقف ہوں۔ لیکن جب میں ایک تدبیر کرتا ہوں تو کوئی دشمن میرے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ پوچھا وہ تدبیر کیا ہے؟ خالد بن ولید نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور کہا! اے امیر المومنین! یہ میری ٹوپی ہے۔ میں نے اس میں اپنے محبوب کا بال سی رکھا ہے۔ قسم ہے مجھے پیدا کرنے والے رب ذوالجلال کی، جب بھی میں ٹوپی پہن کر جنگ میں گیا ہوں، آج تک تو شکست ہوئی نہیں۔

آرزو

میرے محترم سامعین! اس نبی کے ایک ایک بال پر صحابہ کرام اپنی جانیں نثار کرنے کیلئے تیار نظر آتے تھے۔ آخر انہوں نے اس نبی کے چہرے پر کچھ دیکھا تو یہ فریفتگی پیدا ہوئی۔ اس شمع میں کچھ روشنی دیکھی تو پروانے بنے۔ اس حسن میں کوئی رعنائی دیکھی تو دیوانے بنے۔ اس میں کچھ جمال دیکھا تو اس کے غلام بنے اور پھر جو اس نبی کے غلام بنے وہ ہم سنیوں کے امام بنے۔

آج ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ زندگی کے مزے لوٹے۔ ہر ایک موت سے خائف ہے۔ کوئی کہتا ہے اے مولا! مجھے اتنی زندگی دے کہ میں اپنے بال بچوں کی شادیاں دیکھ کر مروں۔ کوئی کہتا ہے الٰہی مجھے اتنی عمر دے کہ میں تیری ہر نعمت سے فائدہ اٹھالوں۔ کوئی کہتا ہے مولا! مجھے اتنی عمر دے کہ میں نیکیاں کمالوں، لیکن عاشق رسول ہمیشہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ جب تیری مرضی آئے مجھے موت دے لیکن وقت نزاع سامنے نبی کا در ہو، اس در پر میرا سر ہو، آنکھوں میں جلوۂ مصطفےٰ ہو، زبان پر کلمہ خدا ہو، پھر روح تن سے جدا ہو۔

☆☆☆

خطبہ ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنابِ صدر! اور قابلِ صد احترام سامعین کرام!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور مدح سرائی تو اکثر ہمارے علماء کرام بیان کرتے رہتے ہیں، آپ سنتے رہتے ہیں اور خوب سر دھنتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک حدیث ایسی بھی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان، اپنی زبان سے آپ بیان فرمائی۔ صحابہ کی مجلس تھی۔ جانثاران رسالت پروانوں کی طرح شمع ہدایت کے گرد جمع تھے۔ آپ نے فرمایا، اے میرے یارو! کیا آج تمہیں وہ باتیں نہ بتاؤں جن کی وجہ سے تمہارے رب نے مجھے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر فضیلت بخشی؟ عرض کی حضور! آپ کی باتیں نورٌ علےٰ نور۔ آپ کی باتوں سے ہمیں ملتا ہے سرور، اسلئے بتایئے ضرور بالضرور۔

فرمایا میرے رب نے مجھے پانچ باتوں کی وجہ سے پچھلے انبیاء پر افضل بنایا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جتنے بھی نبی آئے، اپنے اپنے وقت کیلئے آئے۔ جب ایک نبی کا وقت ختم ہو گیا تو دوسرا نبی بنایا گیا۔ حضرت آدم کے بعد حضرت نوح کو نبی بنایا گیا۔ حضرت نوح کے بعد حضرت ابراہیم کو نبی بنایا گیا۔ حضرت ابراہیم کے بعد حضرت اسمٰعیل کو نبی بنایا گیا۔ اس طرح ہر نبی کے بعد کسی اور کو نبی بنایا گیا۔ فرمایا، ہر نبی کے بعد اور نبی آیا لیکن مجھے اللہ پاک نے ایسا نبی بنایا کہ

میرے بعد اب کوئی اور ماں کا لعل نبی بن سکتا ہی نہیں۔

دوسرے فرمایا، جتنے بھی پچھلے نبی آئے سب کی نبوت کا دائرہ متعین تھا۔ کوئی نبی کسی بستی کیلئے آیا، کوئی نبی کسی قصبے کیلئے آیا، کوئی نبی کسی شہر کیلئے آیا، کوئی کسی علاقے کیلئے آیا، کوئی کسی ملک کیلئے آیا۔ لیکن فرمایا، مجھے اللہ نے ایسا رسول بنایا کہ اب جس کائنات کے ذرے ذرے کا رب وہ ربِ کائنات ہے اس کا رسول تمہارے سامنے محمد کی ذات ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تیسری بات فرمائی، جب قیامت کا دن ہوگا، حشر کا سامان ہوگا، بلا کی گرمی ہوگی، نہ دماغ ہوگا نہ دھیان ہوگا، نہ کسی کی جان میں جان ہوگی، نہ کسی کی منہ میں زبان ہوگی، نہ کسی کی پہچان ہوگی۔ ہر پیغمبر خاموش ہوگا۔ نہ کسی نبی کو سفارش کرنے کی سعادت ہوگی، نہ کسی رسول کی طرف سے معاونت ہوگی۔ جس وقت تمام مخلوق کو نجات کی حاجت ہوگی، اس وقت مجھے رب کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہوگی۔

چوتھی چیز فرمائی، ہر نبی پر وحی آئی، رسولوں کے پاس کتابیں آتی رہیں، صحیفے آئے۔ جتنے بھی صحیفے اور کتابیں آتی رہیں، رب نے ان میں کسی کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ لیکن میرے رب نے مجھے ایسی کتاب دی کہ جب تک وہ رب رحمان رہے گا تب تک میرا قرآن رہے گا۔

پانچویں بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے معراج کرایا۔ حضرت آدم کو وہاں معراج ہوا جہاں ان کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو وہاں معراج ہوا جہاں ان کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی۔ حضرت صالح کو وہاں معراج ہوئی جہاں سے ان کی اونٹنی ملی۔ حضرت یونس کو وہاں معراج ہوئی جہاں وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔ حضرت ابراہیم کو وہاں معراج ہوئی جہاں ان پر آگ گلزار ہوئی۔ حضرت اسماعیل کو وہاں معراج ہوئی جہاں گردن پر چھری رکھی گئی۔ حضرت یوسف کو وہاں معراج ہوئی جہاں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ حضرت یعقوب کو وہاں معراج ہوئی جہاں انہوں نے بیٹے یوسف کے کرتے کی خوشبو سونگھی۔ حضرت زکریا کو وہاں معراج ہوئی جہاں سر پہ آرا چلایا گیا۔ حضرت ایوب کو وہاں معراج ہوئی جہاں ان کے صبر کا امتحان لیا گیا۔ حضرت موسیٰ کو وہاں معراج ہوئی

جہاں طور پر جلوہ دکھایا گیا۔ حضرت عیسیٰ کو وہاں معراج ہوئی جہاں پھانسی کا تختہ لگایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں، اللہ نے سب نبیوں کو اسی زمین پر معراج کرائی، سب کو یہاں معراج کرائی لیکن اللہ نے مجھے وہاں بلا کر معراج کرائی جہاں کچھ نہ تھا۔ یا وہ خدا تھا یا میں مصطفیٰ تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا نبی اپنے جسم اطہر کے ساتھ ساتوں آسمان کے پار گیا اور صرف ساتوں آسمانوں ہی کے پار نہیں بلکہ یہ قوس وقزاح کے بھی پار، سدرہ کے بھی پار، مکان و لامکان کے بھی پار، پار کے بھی پار....... وہاں تک پہنچا جہاں ہمارا جہان ہی ختم ہوگیا۔ آخری حد، آخری کنارے، آخر کے بھی آخر تک پہنچا۔ وہاں تک پہنچا جہاں تک کوئی نہ پہنچا۔ وہاں تک پہنچا جہاں تک کسی کی پہنچ نہ تھی اور ربانی دعویٰ سے کہتا ہے کہ جہاں تک کسی کی پہنچ نہ تھی وہاں پر میرے نبی کی نہ صرف یہ کہ پہنچ تھی بلکہ وہاں کی جان پہچان بھی تھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر، وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کیوں کہ ہمارے نبی اوّل بھی ہیں آخر بھی ہیں، ابتدا بھی ہیں انتہا بھی ہیں، آغاز بھی ہیں انجام بھی ہیں۔ اقبال نے بھی یہی کہا:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

آپ کہیں گے نبی آخر تو ہے کہ آخری حدود تک رسائی ہے اور آخرت میں جب تمام نبی

ساتھ چھوڑ دیں گے تو آخر کار آپ کی شفاعت کام آئے گی۔ لیکن یہ اوّل کیسے ہے؟

آیئے دنیا کے اوّلین انسان سے پوچھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں، جب مجھے میری اولاد کی روحیں دکھائی گئیں تو میں نے ان میں ایک چمکتا ہوا نورانی شعلہ دیکھا۔ میں نے جب اس نور کے متعلق پوچھا تو جواب ملا۔ اے آدم اگر یہ نور نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا۔

محمد ﷺ کا نام

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو نصیحت کی کہ بیٹا محمد کی ذات پر درود بھیجا کرو۔ پوچھا ابا جان! وہ محمد کون ہیں؟ کہا محمد وہ ہیں جن پر درود پڑھنے سے میری توبہ قبول ہوئی۔ پوچھا آپ نے انہیں کہاں دیکھا ہے؟ کہا بیٹا سب سے پہلے تو روحوں میں اس کی نورانی چمک دیکھی، پھر جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ جنت کے درختوں کے تنوں پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام تھا، تنوں کی شاخوں پر محمد کا نام تھا، محلات کی تختیوں پر محمد کا نام تھا، جنت کے ستونوں پر محمد کا نام تھا، حوروں کے سینوں پر محمد کا نام تھا، غلمان کی جبینوں پر محمد کا نام تھا، پرندوں کے پروں پر محمد کا نام تھا، پیالوں کے خول پر محمد کا نام تھا اور کوثر کے حوض پر محمد کا نام تھا۔

محترم سامعین! سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ نبی تھا تو اس کا نام بھی تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس کا نام بھی نہ ہوتا۔ نام اسی کا ہوتا ہے جس کا وجود ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رب اپنے اس محبوب کی تخلیق آدم سے بھی پہلے کر چکا تھا۔ ممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق روایتوں کو کچھ لوگ من گھڑت قصے کہانیوں کی صف میں شمار کرلیں۔

آیئے ہم خود اپنے نبی سے پوچھ لیتے ہیں۔ حضرت جابر فرماتے ہیں، میں ایک دفعہ حضور کو بغور دیکھ رہا تھا کہ حضور نے چہرۂ انور اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پوچھا، جابر! کیا سوچ

رہے ہو؟ میں نے برجستہ کہا، حضور خبر نہیں اللہ نے آپ کو بنایا کس وقت تھا؟ سنئے اس وقت نبی نے کیا فرمایا۔ ہر تاریخ غلط ہوسکتی ہے، ہر بیان غلط ہوسکتا ہے، ہر تقریر غلط ہوسکتی ہے لیکن میرے نبی کی حدیث کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔

فرمایا، "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی" اے جابر تو پوچھتا ہے میں کس وقت تھا؟ اس وقت نہ حیوانات تھے، نہ نباتات، نہ جنات تھے نہ جمادات، نہ مخفیات تھے، نہ تجلیات۔ اس وقت نہ شجر تھے نہ ثمر، نہ شمس تھا نہ قمر، نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ فلک تھا نہ ملک۔ اس وقت نہ دماغ تھا نہ دھیان، نہ جان تھی نہ جہان۔ اس وقت یہ ارواح نہ تھیں، یہ اجسام نہ تھے، یہ ماہیت نہ تھی، یہ اصلیت نہ تھی، یہ خلقت نہ تھی، یہ سکون نہ تھا، یہ قبضہ نہ تھا، یہ بستی نہ تھی، یہ عدم نہ تھا، یہ ہستی نہ تھی، یہ عشق نہ تھا، یہ مستی نہ تھی۔ فرمایا اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کہ اس وقت ہر طرف یا رب کا ظہور تھا یا مجھ محمد کا نور تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

فلسفہ معراج کو سمجھنے سے پہلے صاحب معراج کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہماری تمہاری حیثیت ہی کیا ہے کہ ہم معراج کے واقعات کو اپنی عقل کے ترازو میں تولیں؟ نبی کی حیثیت، وقعت، مرتبہ، درجہ اور شان وفضیلت رب لم یزل نے روزِ اول سے طے کردی تھی۔ اس نبی کو رب نے تمام رموزِ کائنات سے شناسا تو پہلے سے کر دیا تھا۔ اب معراج کے موقعہ پر کائنات کی ہدایت کیلئے رب نے مزید بھید اپنے محبوب کے سامنے کھول کر رکھ دیئے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں، حضور کے پاس اتنا علم تھا جتنا علم صرف انسانوں کیلئے کافی ہوتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں، حضور کے پاس اتنا علم تھا جتنا لوح محفوظ کی تختی میں محفوظ تھا۔ کچھ کہتے ہیں اتنا علم تھا جتنا قرآن میں موجود تھا۔ کچھ کہتے ہیں حضور کے پاس اتنا علم تھا جتنا جبرائیل نے لا کر دیا۔ کوئی کہتا ہے حضور کے پاس اتنا علم تھا جتنا پچھلی الہامی کتابوں اور صحیفوں میں موجود تھا۔ میں کہتا ہوں یہ اِتنے اُتنے، جتنے اور کتنے کی بحث ہی کیوں؟ ہمارے دماغ چھوٹے ہیں، ہماری عقلیں محدود ہیں،

ہماری فکر کم ہے، ہماری رسائی وہاں تک نہیں جہاں تک یہ نبی پہنچا۔ یہ وہاں گیا جہاں کچھ نہ تھا، جہاں تنہائی تھی، جہاں خلوت تھی، جہاں یا یہ مصطفےٰ تھا یا وہ خدا تھا۔ اب ہمیں کیا خبر کہ اس دینے والے نے اسے کیا دیا اور اس لینے والے نے اس سے کیا لیا۔ ہمیں تو اتنی خبر ہے کہ یہ واپس آیا تو پھر:

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

پھر اس نے آن کی آن میں کایا پلٹ دی۔ عرب کے لوگ خونخوار تھے، غمخوار بنا دیئے۔ چور تھے، محافظ بنا دیئے۔ شرابی تھے، نمازی بنا دیئے۔ بدکردار تھے، جانثار بنا دیئے۔ غریب تھے، نصیب ور بنا دیئے۔

ختمِ نبوت کی دلیل

ہمارے نزدیک واقعہ معراج بھی ہمارے نبی کی ختم نبوت کی مضبوط دلیل ہے۔ گھر میں باپ مٹھائی لے کر آیا، ماں نے سب بچوں کو مٹھائی تقسیم کر دی اور چھوٹے بچے کیلئے علیحدہ ایک رومال میں تھوڑی سی مٹھائی بچا کر رکھ لی، کیوں کہ ماں جانتی ہے کہ چھوٹا ہے، یہ پھر آئے گا، پھر مٹھائی مانگے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بچہ پھر آتا ہے، ماں اسے پیار کرتی ہے، تمام باقی ماندہ مٹھائی بھی دیتی ہے اور ساتھ اس کے سامنے رومال جھاڑ کر بھی دکھا دیتی ہے کہ دیکھو منے! اب مٹھائی ساری کی ساری ختم ہوگئی ہے۔

ہر نبی اپنے اپنے حصے کی نبوت سے سرفراز ہوتا گیا۔ آخر میں حضور کی باری آئی۔ نبوت کا تاج ان کے سر پر بھی سجایا گیا لیکن ہمارے نبی تھے محبوب نبی۔ انہیں پھر آسمانوں پہ بلایا گیا۔ ان کے ساتھ پیار کیا گیا۔ پھر نبوت کی تمام گٹھری کھول کر رکھ دی گئی۔ نبوت کی تمام نعمت ان کے حوالے کر دی گئی اور پھر رب نے اس نبی کے سامنے نبوت کا رومال جھاڑ کر دکھا دیا کہ پیارے اب نبوت کی تمام مٹھائی ختم ہوگئی۔ اب تیرے بعد نہ میرے پاس نبوت ہوگی نہ کسی کو ملے گی۔

تصدیق پہلے

معراج کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت، دوزخ، فرشتے، حور و غلمان اور کوثر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں۔ ہم اگر دیکھنا بھی چاہیں تو نہیں دیکھ سکتے۔ آپ لاکھ دوربینیں لگا کر دیکھیں، جنت اور دوزخ، حور و غلمان اور فرشتے آپ کو کہیں نظر نہیں آئیں گے۔ جن چیزوں کا دیکھنا ہمارے بس میں نہیں، نبی کو وہ چیزیں بلا کر دکھائی گئیں۔ ان چیزوں کا نام رب نے اسی لئے ''غائب'' رکھا ہوا ہے کیوں کہ یہ تمام چیزیں ہیں تو سہی لیکن لوگوں کی نظروں سے انہیں غائب رکھا گیا ہے اور کہا گیا ہے ''اَلَّذِیْنَ یومِنون بالغیب'' کہ رب کے پیارے وہی ہیں جو ''غائب'' کو مانتے ہیں۔ ایمان کی تعریف بھی یہی ہے۔ ہم ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں تمام غائب چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان لانا اور ماننا ایک ہی چیز ہے۔ البتہ ایمان کے سلسلے میں ماننے کا انداز یہ ہے کہ ''اِقرارٌ باللسان و تصدیقٌ بالقلب'' کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے اس کی تصدیق کی جائے۔ ہم معراج کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں اور دل سے اس کی سچائی کے قائل ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ ہم معراج کا واقعہ سنتے ہیں پہلے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں بعد میں۔ لیکن قربان جائیں اس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان پر، وہ معراج کا واقعہ سنتے ہیں بعد میں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں پہلے۔

دونوں جہانوں کا سردار

جب سردارِ دوجہاں حضور پرنور علیہ السلام نے مکہ والوں کو اپنے معراج کی خبر سنائی تو ابوجہل کے پیٹ میں پھر درد ہوا۔ اس نے موقع غنیمت جانا۔ ابھی حضرت صدیق اکبر کو معراج النبی کی خبر نہ تھی۔ ابوجہل دوڑا دوڑا صدیق اکبر کے دروازے پر گیا۔ حضرت ابوبکر باہر آئے، پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہا اے ابوبکر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں راتوں رات آسمان پر گیا ہوں، سیر کی

ہے اور راتوں رات واپس بھی آ گیا ہوں، کیا اس کی بات کو مانے گا؟ کہا نہیں۔ ابو جہل نے پھر پوچھا اے ابوبکر! اگر کوئی کہے آسمانوں پر گیا ہوں اور سیر کر کے واپس آ گیا ہوں تو کیا تو مانے گا؟ کہا نہیں۔ ابو جہل نے تیسری دفعہ پھر پوچھا! اے ابوبکر وہی عبدالمطلب کا پوتا جسے تو نبی سمجھتا ہے، جسے دانا و بینا سمجھتا ہے، جس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، جس کے دین پر رہتا ہے، جس کے قربان جاتا ہے، آج وہی کہہ رہا ہے کہ میں آسمانوں کی سیر کر آیا ہوں۔ کہا ابو جہل! اگر وہ کہتا ہے تو سچ کہتا ہے۔ کہا ابوبکر! ابھی تو میں نے پوچھا تھا کہ اگر کوئی کہے تو مانے گا؟ تو نے کہا نہیں۔ کہا ابو جہل! کچھ ہوش کر، وہ نبی کوئی نہیں، وہ تو نبیوں کا نبی ہے، وہ تو میرا یار ہے، وہ تو میرا پیار ہے، وہ تو غم گسار ہے، وہ تو دونوں جہانوں کا سردار ہے۔

حضرت ابوبکر نے واقعہ معراج کی تصدیق کی تو رب نے انہیں "صدیق" کا لقب عطا کیا۔ جس شخص کو خطاب دینے والا خود اللہ ہو، وہ کتنا خوش نصیب ہوگا؟ حضرت صدیق اکبر کی خوش نصیبی صرف یہی نہیں بلکہ اس کی خوش بختی کا ایک رنگ اور بھی ہے۔ آج کوئی شخص اگر اپنی بیٹی کو کسی تحصیلدار یا کمشنر یا وزیر یا سفیر کے ہاں بیاہ دے تو لوگ کہتے ہیں یہ شخص بڑا بخت والا ہے کیوں کہ اسے ایک اچھا داماد مل گیا۔ میرا صدیق کتنے بخت والا ہے کہ اسے نبی جیسا داماد مل گیا۔ اچھا سسر وہی ہوتا ہے جو اپنے داماد سے بیٹوں کی طرح پیار کرے اور اچھا داماد وہی ہوتا ہے جو سسر کی باپ کی طرح عزت کرے۔ صدیق نے ہمیشہ نبی سے والہانہ پیار کیا اور میرے نبی نے ہمیشہ صدیق کو عزت بخشی۔ اس عزت کی حد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں اپنے ساتھ مصلےٰ امامت پر صدیق اکبر کو کھڑا کر دیا۔

کہتے ہیں نماز میں خدا سے باتیں ہوتی ہیں۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ رسولِ خدا اپنے خدا سے کلام کر رہے تھے۔ صدیق، رسول کی اتباع کر رہے تھے اور پیچھے تمام صحابہ صدیق کی اقتداء کر رہے تھے۔ ان صحابہ کے وسیلہ سے ہمیں تمام شریعت ملی۔ گویا ہماری بات صحابہ سے، صحابہ

کی بات صدیق سے، صدیق کی بات رسول سے اور رسول کی بات خدا سے۔ خدا ہمارا سب کچھ ہے۔ آپ میں سے ہر کوئی یہ چاہتا ہوگا کہ مجھے خدا مل جائے کیوں کہ خدا مل جائے گا تو سب کچھ مل جائے گا۔ لیکن خدا سے ملاقات کی تمنا رکھنے والو! خوب یاد رکھو! خدا بغیر وسیلے کے نہیں ملا کرتا۔ ہمارے دین میں خدا شریعت محمدی کی پیروی کرنے سے ملتا ہے۔ ہم اصحاب محمد کے دروازے پر جا کر کھڑے ہوئے تو شریعت کی بات بن گئی، صحابہ صدیق سے جا کر ملے تو یاروں کی بارات بن گئی، صدیق رسول سے جا کر ملے تو یاروں کی ملاقات بن گئی اور رسول خدا سے جا کر ملے تو معراج کی رات بن گئی۔

قرآن پاک میں ایک جگہ حضرت موسیٰ کے معراج کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا "قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ" موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے نظر آ۔ کہا کیوں؟ کہا "انظر الیك" میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہا "لن ترانی" تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ کہا اے پروردگار میں تجھے نہیں دیکھ سکتا یا تو مجھے اپنے آپ کو دکھا نہیں سکتا۔ جواب ملا موسیٰ میں تو "سمیعٌ بصیر" ہوں، میں تو "عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْر" ہوں۔ میں تو ہر کام پر قدرت رکھتا ہوں۔ میں تو اپنے آپ کو تجھے دکھا سکتا ہوں لیکن تو مجھے دیکھ نہیں سکتا۔ کہا، مولا! میں تجھے کیوں نہیں دیکھ سکتا۔ کہا:

تاب نظارہ نہیں جلوہ کیا دیکھنے دوں
اور ہی ہو جائے گا تصویر جو حیران ہوگا

اے موسیٰ میرے جلوے کی تجلی تیرے حوصلے کو مات کر جائے گی۔ تو اس جلوے کی تاب نہ لا سکے گا۔ پھر تو اس قدر حیران ہو جائے گا کہ تیری حالت اس تصویر جیسی ہوگی جو نہ مردہ کہلاتی ہے نہ زندہ، نہ حرکت کر سکتی ہے نہ بول سکتی ہے اور نہ اسے لاش کہا جا سکتا ہے۔ حضرت

موسیٰ تھے طبیعت کے جلالی نبی۔ جوش میں آ گئے۔ واہ میرے اللہ! ہوں میں تیرا کلیم، ہوں میں تیرا پیغمبر، ہوں تیرا رسول اور تجھے میں دیکھ نہیں سکتا۔ اگر میں نہیں دیکھ سکتا تو پھر اور کون دیکھ سکتا ہے؟ کہا:

اے موسیٰ نہ تو دیکھے نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو نگاہِ مصطفےٰ دیکھے!

کہا مولا! میں اگر نہیں دیکھ سکتا تو وہ مصطفےٰ کیسے دیکھے گا؟ کہا موسیٰ وہ ایسے دیکھے گا جیسے آنکھ سے آنکھ ملا کر دیکھا جاتا ہے۔ وہ مجھے دیکھے گا، میں اسے دیکھوں گا۔ وہ مجھے ملے گا، میں اسے ملوں گا۔ پوچھا یا الٰہ العالمین! تجھے دیکھ کر میں اگر بے ہوش ہو جاؤں گا تو وہ مصطفےٰ تجھے دیکھ کر کیا بیہوش نہ ہوگا؟ آواز آئی موسیٰ! نہیں وہ بالکل بے ہوش نہ ہوگا، نہ اسے غشی آئے گی، نہ وہ گھبرائے گا، نہ اسے کوئی خوف ہوگا، کیوں کہ وہ تو روزِ اوّل سے میرے نور سے مانوس ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر رب کے نور کی ایک ہلکی سی تجلی دیکھی تو بے ہوش ہو گئے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کچھ دیکھا جو میرے، تمہارے الفاظ کی قید میں نہیں آ سکتا۔ بیان کی قوت اس کے بیان کرنے سے معذور ہے۔ لیکن ہم یہ قصہ اسلئے لے بیٹھے کہ دل مجبور ہے۔ حضرت موسیٰ کی تاب صرف زمین کی حد تک ہے اور ہمارے نبی کی پہنچ آسمانوں تک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے معجزہ دکھانے کیلئے رب نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا، اے موسیٰ اس زمین پر پڑے ہوئے پتھر کو اپنا ڈنڈا مار۔ جب ڈنڈا پتھر پر پڑا تو "فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا"۔ صاف وشفاف پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ لیکن جب باری آئی آمنہ کے لعل کی، جب باری آئی اس بے مثل و بے مثال کی، کہا میرے محبوب تیرے حدود زمین کے حدودِ اربعہ سے بہت آگے ہیں۔ اے میرے محبوب تجھے ڈنڈا اٹھانے کی ضرورت نہیں، تجھے پتھروں کی ضرورت نہیں، تجھے پتھر مار مار پیٹ کی ضرورت

نہیں۔ میرے محبوب! بس تو صرف اپنے ہاتھ کی انگلی سے ذرا سا اشارہ کر دے، تیرے اسی ملکے سے اشارے پر آسمان کا چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ ہمارے نبی تمام نبیوں سے افضل۔ یہ نبی تمام نبیوں سے اعلیٰ۔ یہ نبی تمام پیغمبروں سے بڑھ کر شان والا۔ اس کے معجزات اور کمالات پچھلے تمام پیغمبروں سے اعلیٰ۔ علماء کے قول کے مطابق جتنے معجزات کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو دیئے گئے وہ سب ہمارے رحمت اللعالمین کو دیئے گئے۔ حضرت آدم کی توبہ ایک طرف، حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ ایک طرف، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے باہر آنا ایک طرف، حضرت یوسف علیہ السلام کا خوابوں کی تعبیر بتانا ایک طرف، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اٹھانا ایک طرف اور میرے نبی کا چاند پر انگلی اٹھانا ایک طرف۔

جس نبی کی پہنچ آسمانوں کے بھی پار ہو، چاند تک اس کی رسائی کیسے نہ ہوگی؟ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ نبی وہاں گیا جہاں تک ہماری نظر جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ وہاں گیا جہاں کائنات کی حدود ختم ہوتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے ساتویں آسمان تک گیا۔ میں کہتا ہوں یہ نبی وہاں گیا جہاں کوئی نہ گیا تھا:

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر، وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

یہ نبی اس کی طرف ویسے ہی نہیں چلے گئے بلکہ انہیں بلایا گیا۔ بلانے سے پہلے رب نے حکم دیا، اے فرشتو! آج میرے آسمان کو سجا دو۔ آج ان راستوں پر چادریں بچھا دو، جنت کو خوب سے خوب تر بنا دو، جہنم کے دروازے آج بند کر دو اور اے جنت کے داروغے! آج اپنا خاص مزین و آراستہ لباس پہن کر میری جنت کے دروازے پر آنے والے کے استقبال کیلئے تیار ہو جا۔ اے جبرائیل اپنی عبادت وریاضت اور تسبیح وتہلیل کو چھوڑ دے کہ اس سے زیادہ بڑی عبادت تیرے ذمہ لگانے والا ہوں۔ اے عزرائیل تو جہاں بھی ہے موت سے اپنا ہاتھ روک

لے۔ اے سورج اور چاند ستارو! جہاں ہو وہیں کے ہو رہو۔ خبردار، کوئی ہلنے نہ پائے۔ رب ذوالجلال کے اس حکم کے سامنے کسی کی کیا مجال تھی، سب کے سب رک گئے۔ سورج کی کرنیں رک گئیں، چاند کی تنویریں رک گئیں، سمندر کی لہریں رک گئیں، دریاؤں کی موجیں رک گئیں، آبشاروں کی کھڑکھڑاہٹ رک گئی، ہواؤں کی سرسراہٹ رک گئی، سیاروں کی تلملاہٹ رک گئی، ستاروں کی جھلملاہٹ رک گئی، ہر ایک کی تن تناہٹ رک گئی، مکھیوں کی بھنبھناہٹ رک گئی، ہر چھوٹی سے چھوٹی حرکت پر پابندی، ہر بڑی سے بڑی گردش بند، پوری دھرتی کی نبض رک گئی، زمانے کے حالات رک گئے، دن اور رات رک گئے، تمام تغیرات رک گئے، سارے اوقات رک گئے۔

جب تمام کائنات پر عالم سکوت طاری ہو گیا، رب کائنات نے جبرائیل کو بلایا۔ جبرائیل ہاتھ باندھے آیا۔ آتے ہی جبرائیل کو رب نے محبوب کے بلانے کا حکم سنایا۔ جبرائیل نے جلدی کی۔ جانے کیلئے مڑا ہی تھا کہ رب نے جبرائیل کو پھر بلایا۔ کہا جبرائیل! بلانے جا رہے ہو، کیسے بلاؤ گے؟ کہا اے پروردگار جیسے تو فرمائے گا۔ کہا دیکھو اس وقت میں کوئی اپنی مخلوقات کیلئے ہدایت کا کلام نہیں بھیج رہا۔ اس وقت میں اپنے محبوب کو بلانے کا پیغام بھیج رہا ہوں اور

ع عشق ہر حال میں پابندِ ادب ہوتا ہے

اے جبرائیل! میرا محبوب اس وقت ام ہانیٔ کے گھر میں سو رہا ہے۔ آج اسے کچھ اس طرح جگانا کہ اس کے آرام میں خلل نہ آئے۔ کہا اے پروردگار! اگر بلانا ضروری ہے تو پھر جگانا بھی ضروری ہے۔ کہا جبرائیل! اگر ایسا ہے تو جگانے کے انداز بھی تجھے میں سکھا دیتا ہوں۔ جب آج میرے محبوب کے پاس جانا تو اپنا سر اس کے قدموں پر رکھ دینا۔ جب اس کی آنکھ کھلے تو کہہ دینا آج رب بلا رہا ہے۔

تلیاں

حضرت جبرائیل نے ایسا ہی کیا۔ دروازے کی کنڈی نہیں کھٹکھٹائی، آواز نہیں دی، ہاتھ سے پکڑ کر نہیں اٹھایا، بلکہ آسمانوں سے اترتے ہی آکر اس نبی کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اب جبرائیل کبھی قدموں کو پکڑتا ہے، کبھی انہیں منہ سے لگاتا ہے، کبھی آنکھوں سے لگاتا ہے، کبھی دایاں پاؤں چومتا ہے، کبھی بایاں پاؤں چومتا ہے، کبھی دونوں پاؤں اپنی دونوں آنکھوں سے لگاتا ہے، کبھی انہیں چومتا ہے، کبھی چاٹتا ہے۔ اتنے میں رسالت والی آنکھ کھلتی ہے۔ کہا جبرائیل! کیا بات ہے؟ آج یہ انوکھے انداز سے پیار کر رہے ہو۔ اُدھر جبرائیل ہے کہ برابر پاؤں چومے جا رہا ہے۔ میرے نبی نے اپنا پیر کھینچتے ہوئے کہا، اے جبرائیل آخر آج تمہیں ایسا کرنے سے مزہ کیا آ رہا ہے۔ کہا:

نہ جنت میں دیکھا نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو تجھ محمد کی تلیوں میں دیکھا

پوچھا جبرائیل! آج کیسے آنا ہوا؟ کہا آیا نہیں ہوں، بھیجا گیا ہوں۔ کہا جبرائیل! تو ہمیشہ اس رب کے بھیجنے سے ہی آتا ہے، لیکن آج اس بھیجے جانے کا تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ عرض کیا پہلے تو آتا تھا جیسے بھی آتا تھا اپنی مرضی سے آتا تھا لیکن آج آنے میں بھی اسی کی مرضی ہے، اس طرح جگانے میں بھی اسی کی مرضی ہے۔ کیوں کہ آج اسے آپ کو اپنا دیدار کرانے کی مرضی ہے۔ کہا جبرائیل! اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ کہا احکام پہلے آیا کرتے تھے، آج احکام نہیں آئے، آج پیغام آیا ہے۔ پوچھا کیا پیغام ہے؟ کہا، مجھے تو رب نے صرف اتنا کہا ہے کہ جب میرے محبوب کی آنکھ کھلے صرف اتنا کہہ دینا ''آج رب بلا رہا ہے''۔

فرق

میرے محترم سامعین! ذرا اس چند لفظی پیغام پر غور کرو۔ ''آج رب بلا رہا ہے'' میں محبت کا کتنا بڑا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ ہر لفظ میں ملاقات کا شوق، ہر لفظ میں وصال کی تمنا۔ کسی قاصد کو اس سے زیادہ مختصر مگر جامع محبت نامہ نہیں دیا جا سکتا۔ اور پھر اس وقت کو بھی یاد کرو جب حضرت موسیٰ نے کہا تھا ''رَبِّ ارنی انظر'' اے رب مجھے نظر آ۔ اب آگے اس رب کی مرضی وہ اسے نظر آئے یا نہ آئے۔ لیکن یہاں کہا جا رہا ہے ''آج رب بلا رہا ہے''۔ اب آگے اس کی مرضی یہ جائے یا نہ جائے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام

اس موقع پر میں ایک اور بات کی وضاحت بھی کرتا جاؤں۔ بعض لوگ کہتے ہیں جبرائیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استاد ہیں کیوں کہ وہ انہیں آ کر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جبرائیل ہوں گے دوسرے نبیوں کے استاد ہوں گے لیکن ہمارے نبی کے استاد نہیں۔ سوچو! کبھی استاد بھی اپنے شاگرد کے پاؤں میں سر رکھا کرتا ہے۔ جب جبرائیل پہلی مرتبہ وحی لے کر آئے تو کہا ''اِقْرَاء'' پڑھ۔ کہا ''ما اَنَا بقاری'' میں نہیں پڑھتا۔ جبرائیل نے پھر کہا ''اِقْرَاء'' پڑھ۔ کہا ''ما اَنَا بقاری'' میں تم سے پڑھنے والا نہیں۔ جبرائیل نے تیسری مرتبہ کہا ''اِقْرَاء'' پڑھ۔ آپ نے پھر کہا ''ما اَنَا بقاری'' کہہ جو دیا نہیں پڑھتا۔ آخر جبرائیل نے کہا ''اقراء باسم رَبكِ الذی خلق'' پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔ کہا، اچھا وہ رب اگر پڑھاتا ہے تو پھر پڑھتا ہوں ''اِقراء باسم رَبك الذی خلق. خلق الانسان من علق''۔ ہم اہل سنت ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کو تمام علم عطا کرنے والا خود اللہ ہے۔ جبرائیل بے شک جلیل القدر فرشتہ ہے۔ تمام فرشتوں میں مقرب ترین فرشتہ ہے۔ حضرت جبرائیل خود فرماتے ہیں کہ میں نے چار دفعہ اپنی برق رفتاری دکھائی،

پہلی دفعہ اس وقت کہ جب حضرت ابراہیم آگ میں گرنے والے تھے۔ رسّی کٹ چکی تھی، میں سدرہ سے زمین تک اتنی جلدی آیا کہ حضرت ابراہیم ابھی پہاڑی سے آگ تک بھی نہ پہنچے تھے۔

دوسری دفعہ میں نے اس وقت بھی اپنی برق رفتاری دکھائی جب حضرت یوسف کو ان کے بھائی کنویں میں گرا رہے تھے۔ حضرت یوسف کنویں کے کنارے سے نیچے بعد میں پہنچے، میں نے آسمانوں سے اتر کر ان کیلئے پانی پر جنت کا تخت پہلے بچھا دیا۔

تیسری دفعہ فرماتے ہیں میں اس وقت تیزی سے زمین پر آیا جب حضرت ابراہیم اپنے بیٹے اسماعیل کی گردن پر چھری چلا رہے تھے۔؛ میں جنت سے دنبہ لے کر پہلے زمین پر پہنچا اور حضرت ابراہیم کی چھری اسماعیل کی گردن تک بعد میں پہنچی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں، چوتھی دفعہ مجھے اس وقت برق رفتاری کا حکم ہوا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احد کی جنگ میں دانت مبارک شہید ہوا۔ مجھے رب نے حکم دیا اے جبرائیل میرے محبوب کے منہ سے خون کا قطرہ گرا ہی چاہتا ہے۔ تو جا اور اس خون کے قطرے کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنے پروں پر اٹھا لے کہ اگر یہ خون کا قطرہ زمین پر گر گیا تو اس زمین کو میرے عذاب سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ حضرت جبرائیل اس قدر برق رفتار ہیں۔ ان کی شان اور مرتبہ صرف یہی نہیں بلکہ وہ تمام کے تمام کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ حالت ہے کہ ہمارے نبی کے قدموں میں گر گئے۔ غالباً رب نے جبرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا ہی اسی لئے تھا تاکہ دنیا والے اس نبی کی شان کا مقابلہ جبرائیل سے جب کرنے لگیں تو انہیں صاف معلوم ہو جائے کہ قدم کس کے ہیں اور سر کس کا ہے؟ ہمارے نبی کو پڑھانے والا بھی اللہ ہے، سمجھانے والا بھی اللہ ہے۔ یہ نبی ہر کام اس اللہ کی مرضی سے کرتا ہے۔ تبلیغ کے کام، ہدایت دینے کے طریقے، صلح و آشتی کے معاہدے کرنا، جنگ لڑنا، صحابہ کو معاملات بنانے کی تعلیم دینا تو بڑے بڑے کام ہیں۔ یہ نبی تو چھوٹے چھوٹے کام بھی اس اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں کرتا ہے۔ ''یآیھا المدثر قم فانذر و رَبك فکبر'' وہ رب سلائے تب یہ سوئے، وہ جگائے تب

یہ جاگے، وہ اٹھائے تب یہ اٹھے، وہ بٹھائے تب یہ بیٹھے، وہ چلائے تب یہ چلے، وہ بلائے تب یہ براق پر چڑھ کر جائے۔

براق

یہ براق کیا ہے؟ آپ تصویروں میں دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت گھوڑا ہے، اس کے منہ پر ایک خوبصورت عورت کی تصویر ہے اور اوپر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ براق ہے۔ **نعوذ باللہ من ذالك۔** براق ایسا نہیں۔ براق لفظ نکلا ہے برق سے۔ برق کے معنی ہیں بجلی۔ اب آپ خود سوچیں کہ کیا بجلی کی تصویر بنائی جاسکتی ہے۔ آپ بجلی کی تصویر نہیں بنا سکتے۔ آپ بجلی کو چھو نہیں سکتے۔ اگر آپ بجلی کو ہاتھ لگائیں گے تو وہ آپ کو کرنٹ مارے گی۔ براق نام ہے مجسم بجلی کا۔ اگر ہمارے تمہارے جیسا کوئی براق پر چڑھتا تو وہیں جل کر راکھ ہوجاتا۔

نورٌ علیٰ نور

لیکن بجلی ہے نور اور ہمارا نبی بھی نور۔ نور سے جب نور مل گیا تو نور ہی نور۔ ہمارا نبی ہمارے لئے نور ہے، ہمارا نبی ہمارا محبوب ہے، دنیا کے محبوبوں کی طرح نہیں:

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

دنیا کے محبوب تو بجلیاں گراتے پھرتے ہیں اور یہ محبوب ایسا ہے کہ خود بجلی پر سوار ہوجاتا ہے۔ بجلی نور ہوتی ہے، براق ایک مجسم نور تھا۔ ہمارا نبی بھی نور مجسم تھا۔ سواری نیچے ہوتی ہے، سوار اوپر ہوتا ہے۔ نیچے براق ہے اوپر براق والا ہے۔ نیچے سواری ہے اوپر سوار ہے۔ سواری بھی نور ہے، سوار بھی نور ہے۔ نیچے بھی نور ہے، اوپر بھی نور ہے۔ نورٌ کے اوپر نور ہے۔ اسی کا نام نورٌ علیٰ نور ہے۔

زمین کا رونا

حضور براق پر سوار ہوئے۔ جبرائیل ساتھ ہیں۔ پہلے مکہ سے بیت المقدس پہنچے۔ بیت المقدس پہنچنے کا کیا راز تھا؟ سیدھا مکے کی سرزمین سے نبی آسمانوں پر کیوں نہ چلے گئے؟ اکثر لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بیت المقدس میں حضور نے پیغمبروں کی امامت کرنی تھی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر افضلیت ثابت ہوجائے اور حضور کی دوسرے تمام نبیوں سے ملاقات بھی ہوجائے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر حضور بیت المقدس میں جا کر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو نماز نہ پڑھاتے تو کیا وہ افضل الانبیاء نہ ہوتے۔ آپ کہیں گے، نہیں اگر نماز نہ بھی پڑھاتے تب بھی سب سے افضل تھے۔ کیوں کہ تمام نبیوں نے آپ کے آنے کی خوشخبری دی اور اپنی اپنی امتوں کو واشگاف الفاظ میں ہمارے نبی کی پیروی کرنے کی تلقین کی۔ اور اگر بیت المقدس میں جا کر صرف پیغمبروں سے ملاقات کرنا مقصد ہوتا تو یہ ملاقات بیت المقدس میں ہی کیوں ضروری تھی؟ آخر پہلے دوسرے تیسرے بلکہ ساتوں آسمانوں پر بھی تو مختلف پیغمبروں سے ملاقات ہوئی۔ اگر رب چاہتا تو سارے نبیوں کی ملاقات وہیں آسمانوں پر ہی کروالیتا۔ لیکن یہ ام ہانی کے گھر سے بیت المقدس تک اور مکے سے لے کر مصر تک نبی کو لے کر جانے میں کیا مصلحت تھی؟ مجھے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ حضور براق پر پابہ رکاب ہوئے۔ جبرائیل نے براق کا رخ آسمانوں کی طرف کیا۔ لگام ہاتھ میں پکڑی، جبرائیل ابھی لگام کو جھٹکا دے کر اڑنے ہی والے تھے کہ زمین نے رو کر جبرائیل کے قدموں کو پکڑا۔ زمین براق کے قدموں سے لپٹ گئی۔ زمین کا غبار اڑ کر نبی کے قدموں کو اپنے سینے سے لگانے کیلئے بے تاب ہوگیا۔ جبرائیل نے گڑگڑاتی ہوئی زمین کو دلاسہ دے کر رونے کا سبب پوچھا۔ زمین نے سسکیاں لے لے کر اپنی دہائی سنائی، کہ اے جبرائیل! تو رب سے ملانے کیلئے اس ہستی کو آسمان پر لئے جارہا ہے جو ایک جہان کا نہیں دونوں جہان کا آقا ہے۔ اگر یہاں سے سیدھا تو نے براق کا رخ آسمان کی طرف کیا تو کل کو آسمان مجھ زمین کو حقیر

جانے گا اور کہے گا اے زمین آقائے دو جہان کی سواری تو مجھ ساتوں آسمانوں سے ہو کر گزری۔ نبی کی سواری میرے کندھوں سے ہو کر گئی۔ اے جبرائیل اس وقت میرے پاس جواب نہ ہوگا۔ پوچھا اے زمین اَب تو کیا چاہتی ہے؟ کہا میں یہی چاہتی ہوں کہ آسمانوں پر جانے سے قبل نبی معظم کی سواری کچھ فاصلے تک میری کمر کو لتاڑتی ہوئی جائے، تمام نبی بیت المقدس میں تھے، اسلئے جبرائیل نے براق کا رخ اس طرف کو کرلیا۔ زمین کو بھی اطمینان ہوا۔ مقتدی بیت المقدس میں منتظر تھے کہ امام بھی پہنچ گیا۔ جبرائیل نے میرے نبی کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کردیا۔

اعتراض کیسا؟

میرے معزز سننے والو!

اس موقع پر غور کرو۔ تمام کے تمام انبیاء موجود ہیں۔ جب جبرائیل حضور کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کرنے لگے تو آپ سچ بتایئے؟ کیا کسی نبی نے ہماری نبی کی امامت پر اعتراض کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام سب میں بزرگ تھے، اعتراض کرسکتے تھے کہ میں عمر میں سب سے بڑا ہوں، امامت میرا حق ہے۔ حضرت ابراہیم کہہ سکتے تھے کہ میں رب کا خلیل ہوں۔ امامت میرا حق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہنے کو کہہ سکتے تھے کہ میں روح اللہ ہوں، میری خلقت بغیر باپ کے ہے اسلئے امامت میرا حق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہہ سکتے تھے کہ میں موسیٰ کلیم اللہ ہوں، مجھے رب نے اپنے نور کا جلوہ دکھایا، میری قوم کو من وسلویٰ اور بٹیر وحلوہ کھلایا۔ میں نے بہت کرم کمایا اسلئے امامت میرا حق ہے۔ لیکن نہیں، کسی نبی نے اعتراض نہیں کیا۔ ارے! جب جبرائیل میرے نبی کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کرے تو کوئی نبی اعتراض نہ کرے۔ اور اگر نبی میرے صدیق کو پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کرے تو کوئی اعتراض کرے؟

آسمان کی طرف

نماز کے بعد حضرت جبرائیل نے حضور کی خدمت میں تین پیالے پیش کئے۔ ایک میں پانی تھا، دوسرے شراب طہور اور تیسرے میں دودھ۔ آپ نے دودھ کو پینا پسند کیا۔ یہاں بیت المقدس سے نبی آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی اور واپسی میں ہمارے ہاں دیر سویر ہو سکتی ہے مگر نبی کا یہ جانا اور آنا سب دیر سویر اور مکان وزمان کے قید سے آزاد تھا۔ یہ تو میرے بیان کرنے میں دیر لگ رہی ہے ورنہ نبی کے آسمانوں پر پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگی۔ پلک جھپکنے سے پہلے اگر زمین پہ تھا تو ابھی پلک جھپکنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ آسمان پر پہنچ گیا۔ پہلے آسمان کے دروازے کھل گئے۔ نبی فرشتوں کے استقبال میں آسمانوں میں داخل ہوئے۔ یہ آسمان جو اس وقت ہماری نگاہ میں اتنا اونچا نظر آتا ہے کہ اگر ہم اسے دیکھیں تو آسمان کے فخر کے سامنے ہماری ٹوپی یا ہماری پگڑی نیچے گر جائے۔ یہ آسمان جو اس وقت کسی کے فخر کو برداشت نہیں کر سکتا، اس وقت میرے نبی کے قدموں کو لپٹا ہوا تھا۔ اس پہلے آسمان پر آپ کیا دیکھتے ہیں، کہ ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے ہیں۔ کبھی ہنستے ہیں اور کبھی روتے ہیں۔ ان کی دائیں طرف کچھ سفید جانور ہیں جو خوشبوؤں میں مست خوشی میں جھوم رہے ہیں اور بائیں طرف کچھ سیاہ جانور ہیں جن کا دماغ بدبو کی وجہ سے پھٹا جارہا ہے۔ وہ اس بدبو سے بہت پریشان ہیں۔ لیکن انہیں اس مصیبت سے نجات کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی ہے۔ پوچھا جبرائیل! یہ کیا ہے؟ فرمایا حضور! یہ بزرگ آدم ہیں۔ جب یہ دائیں طرف اپنی نیک اولاد کی روحوں کو دیکھتے ہیں تو خوشی سے ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف بری اولاد کو دیکھتے ہیں تو انہیں رونا آجاتا ہے۔ حضور آگے بڑھے۔ حضرت آدم استقبال کیلئے کھڑے ہوئے۔ حضور نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور ساتھ ہی سلام بھی کیا۔ اسلئے سلام نہیں کہا کہ حضرت آدم میرے نبی سے افضل تھے بلکہ اسلئے پہلے سلام کیا کہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ بندہ چاہے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو، سلام ہمیشہ آنے والا ہی کیا کرتا ہے۔

نمکین حسن

پہلے آسمان سے حضور دوسرے آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا میرے بھائی یوسف کا چہرہ ایسے تھا جیسے چودھویں کا چاند ہو۔ صحابہ نے پوچھا حضور! پھر آپ؟ فرمایا اَنَا مَلِیحٌ و اخِی یوسف صبیحٌ ۔ میرا حسن نمکین ہے اور یوسف کا حسن میٹھا۔ آپ نمکین چیز کھاتے جائیں، آپ کا جی کبھی نمکین چیز سے نہیں اُکتائے گا۔ لیکن میٹھا کھانا چاہے کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، چند نوالوں کے بعد اس کھانے کو چھوڑ پھر نمکین چیز کی طرف دل کرتا ہے۔ حضرت یوسف کی نبوت میٹھی ضرور تھی لیکن یہ میٹھا کب تک چلتا؟ آخر دنیا پھر نمکین حسن کی طرف آئی۔ اب قیامت تک اس نبی کا جمال عاشقانِ باصفا کیلئے منبع وجد و سرور رہے گا۔

تیسرے آسمان سے حضور چوتھے آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا، اے ادریس! آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ اللہ نے آپ کو زندگی ہی میں جنت کی طرف بھیج دیا۔ حضرت ادریس مسکرائے اور فرمایا حضور! مجھے جنت کی طرف جانے اور جنت کے خوش کن مناظر دیکھنے کی سعادت رب نے ضرور بخشی لیکن میرا ٹھکانہ یہی چوتھا آسمان ہے۔ میں جب بھی جنت میں جاتا ہوں، جس محل میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں آواز آتی ہے، ادریس! اس محل میں نہ جاؤ۔ پوچھتا ہوں کیوں؟ جواب آتا ہے، یہ محل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فلاں امتی کا ہے۔ حضور نے پوچھا، ادریس! پھر اس بات سے آپ کو پریشانی تو نہیں ہوتی؟ کہا میں نے ایک دفعہ گھبرا کر جنت کے داروغہ سے پوچھا تھا کہ اے جنت کے داروغے مجھے بتا تو سہی اس جنت میں کہیں میرا پلاٹ بھی ہے۔ تو داروغہ جنت نے کہا تھا، اے ادریس اس جنت میں تیرا پلاٹ ہے ضرور مگر وہ ابھی تک تیرے نام الاٹ نہیں۔ پوچھا وہ الاٹ کب ہوگا؟ کہا

الاٹ کرنے والا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہے گا۔

اے میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو! نبی کے دامن میں آنے سے تم کہاں تک جا پہنچے؟ نبی نے تمہیں کیا کیا دے دیا۔ ایک طرف تو آواز آتی ہے یہ محل محمد کے فلاں امتی کا ہے، ایک طرف ریزرویشن کی ٹکٹ لئے کھڑے ہیں اور دوسرے طرف ادریس نبی ہو کے ابھی الاٹمنٹ کی درخواست لئے کھڑے ہیں۔

فرشتوں کا طواف

حضور اس چوتھے آسمان سے پانچویں آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ چھٹے آسمان سے ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہ جگہ نور سے بھرپور ہے۔ ایک بزرگ سفید ریش یہاں جلوہ فروز ہیں۔ کعبہ کی مانند ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ فرشتوں کی آمد آمد ہے۔ تکبیرات و تسبیحات کی بلند آوازیں ہیں۔ پوچھا جبرائیل یہ کیا ہے؟ کہا حضور! یہ ساتواں آسمان ہے، جہاں آسمانوں کی گنتی ختم ہوگئی ہے۔ یہ بزرگ حضرت ابراہیم ہیں۔ انہیں اپنے کعبہ سے بچھڑ جانے کا غم تھا اسلئے یہ کمرہ اللہ پاک نے انہیں کعبہ کی یاد تازہ کرنے کیلئے دیا ہے۔ یہ آسمانوں کا کعبہ ہے۔ اس کا نام بیت المعمور ہے۔ یہ عین زمین کے کعبے کے اوپر ہے۔ یہاں فرشتے آ کر طواف کرتے ہیں۔ فرشتوں کا طواف ہر وقت جاری رہتا ہے اور جو فرشتہ ایک دفعہ طواف کر لیتا ہے پھر دوسرے طواف کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ پوچھا جبرائیل! یہ بیت المعمور عین کعبہ کے اوپر کیوں بنایا گیا ہے؟ کہا ''معلوم نہیں''۔ حضور جبرائیل کے اس جواب پر مسکرا دیئے گویا دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں، اے جبرائیل! تمام نبیوں کا صحبت یافتہ ہونے کے باوجود تیری عقل اتنا بھی کام نہیں کرتی کہ یہ بیت المعمور کعبہ کے بالکل اوپر اسلئے بنایا گیا ہے کہ بیت المعمور کے ساتھ کعبہ کا طواف بھی ہو جائے۔

آگے وہ جائے

ساتویں آسمان سے اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام کی طرف روانہ ہوتے ہیں جسے ''سدرہ'' کہتے ہیں۔ یہ جبرائیل کے پہنچنے کا آخری مقام ہے۔ زمینوں اور آسمانوں کے پار خدا کے جلوؤں کے جلو میں نبی جبرائیل کے ہمراہ جب یہاں سے آگے جانے لگے تو جبرائیل رُکے اور حضور کا ہاتھ چھوڑ کر آگے تن تنہا جانے کو کہا۔ پوچھا جبرائیل تم رک کیوں گئے؟ کہا حضور یہ میرا آخری مقام ہے۔ کہا جبرائیل آج تو میرے ساتھ ہے، آج چلتا آ۔ کہا حضور آپ کی نوازش کا شکریہ، لیکن میں وہاں جا نہیں سکتا۔ پوچھا، جبرائیل تو کیوں وہاں نہیں جاسکتا؟ کہا آگے میرے پر جل جائیں گے۔ پوچھا کیوں جل جائیں گے؟ کہا آگے نور ہے۔ کہا، جبرائیل تو بھی تو نور ہے۔ کہا آگے وہی جائے جس کا اُتنا نور ہے۔

اُدھار چکا دیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اب آگے اکیلے روانہ ہونے لگے۔ آگے جانے سے پہلے خدا جانے نبی کے دل میں کیا آئی کہ پھر مڑ کر آواز دی، جبرائیل! کہا جی حضور! کہا تجھے یاد ہے تو نے ابراہیم سے آگ میں پڑتے وقت کیا کہا تھا۔ کہا حضور! میں نے انہیں یہی کہا تھا کہ اے ابراہیم! آگ قریب ہے، جو پیغام رب کے نام دینا ہو مجھے دے دو کیوں کہ میں رب کے اتنا قریب ہوں کہ جہاں میں جاسکتا ہوں وہاں کوئی نہیں جاسکتا۔ کہا اچھا جبرائیل! تو نے ابراہیم سے کہا تھا، پیغام دے کہ میں وہاں جاسکتا ہوں جہاں کوئی نہیں جاسکتا۔ جبرائیل! میرا دل کرتا ہے آج اپنے دادے کا اُدھار چکاتا جاؤں۔ کوئی تیرا رب کے نام پیغام ہو تو مجھے دے کہ میں آج وہاں جا رہا ہوں، جہاں تو بھی نہیں جاسکتا۔

حسین امتزاج

میرے اور آپ کے نبی سدرہ کے پار تن تنہا گئے۔ اب نبی اس وادی میں سفر کر رہے ہیں جہاں نور کے گچھوں اور تجلیوں کے ظہور کے سوا کچھ نہیں۔ پورے آسمانی سفر میں صرف یہ ایک مقام ہے جہاں آپ نے اپنے آپ کو تنہا محسوس کیا۔ جب کوئی ساتھی ساتھ نہ ہو تو مونجھ آنے لگتی ہے۔ یہ ''مونجھ'' سرائیکی زبان کا لفظ ہے۔ اس موقعہ پر اس سے بہتر لفظ مجھے نظر نہیں آیا۔ غمگین ہونا، اداس ہونا، افسردہ ہونا، یہ سب الفاظ بھاری ہیں۔ مونجھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اداسی کی ایک نہایت لطیف سی قلق محسوس کرنا۔ یہاں حضور کو کچھ مونجھ ہوئی تو فوراً رب نے یار کو یارِ غار کی آواز سنائی۔ حضرت ابوبکر کے لہجے میں آواز آئی، یا محمد قِفْ فَاِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي. اے محمد! مطمئن ہو جا کہ یہاں تیرا رب تجھ پر درود پڑھ رہا ہے۔ معلوم ہوا جب نبی کے دل پر اداسی آنے لگتی ہے اس وقت یا صدیق اس نبی کے گن گاتا ہے، یا رب اس کے گیت گاتا ہے۔ نبی کے ان دونوں ساتھیوں کا یہاں کتنا حسین امتزاج ہے کہ درود پڑھنے میں رب اکبر ہے اور لہجے میں صدیق اکبر ہے۔

عرش کی شان

میرے نبی آگے بڑھتے گئے، تمام پردے ہٹتے گئے۔ دربار رب لم یزل کو جب قریب دیکھا تو دل میں آئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جلوہ دیکھنے گئے تھے تو جوتے اتارنے کا حکم ملا تھا۔ یہ جگہ تو طور سے بھی کہیں زیادہ متبرک ہے۔ یہاں کوئی ایک جلوہ نہیں، یہاں تو رب اپنے سارے نور کے ساتھ پوری طرح ظہور میں آنے والا ہے۔ یہ سوچ کر جھکے تا کہ اپنے جوتے اتار دیں۔ ابھی اپنے جوتے اتارنے کیلئے جھکے ہی تھے کہ آواز آئی، میرے محبوب! میرے پاس جوتے سمیت ہی آ جاؤ۔ نبی کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ پوچھا اے پروردگار موسیٰ کو تو جوتے اتارنے کا حکم تھا۔ جواب آیا، پیارے موسیٰ میں اور تجھ میں یہی تو فرق ہے کہ

موسیٰ طور کے پہاڑ پر آئے تو جوتے اتار کے آئے اور تو میرے پاس آئے تو جوتوں کے ساتھ آئے۔ پوچھا اے میرے پروردگار اس کی وجہ کیا ہے؟ کہا اے محبوب، میں اپنی باتیں اور مصلحتیں کسی کو بتایا تو نہیں کرتا لیکن اگر تو پوچھتا ہے تو بتائے دیتا ہوں۔ اے میرے محبوب! میں نے موسیٰ سے کہا تھا موسیٰ! جوتے اتار کر آؤ کیوں کہ طور پہاڑ پر میرے جلوے کی ایک جھلک آنے والی ہے۔ جب تمہارے ننگے پیر اس طور کی مٹی پر آئیں گے اور اس جلوے والی مٹی تیرے پاؤں سے لگے گی تو اے موسیٰ تیری شان بڑھ جائے گی۔ اب اے میرے محبوب تجھے کہتا ہوں کہ جوتوں کے ساتھ آ کیوں کہ تیرے جوتوں کی مٹی میرے عرش کے ساتھ لگے گی تو میرے عرش کی شان بڑھ جائے گی۔

اُمت کی رہائی

الامر فوق الادب کے تحت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جوتوں سمیت آگے بڑھے۔ انوار و تجلیات رب ذوالمنن اور نبی کے ظاہری بدن کے درمیان اب معمولی حجاب بھی ہٹنے لگے۔ ابھی آخری پردے کے پار دیدار پروردگار کی جھلک نظر آرہی تھی کہ نبی نے عاجزی کے ساتھ آداب خداوندی بجالانے کیلیے اپنا سر سجدے میں ڈال دیا۔ جو تیرے پاس نہیں: جب نبی نے سجدے سے سر اٹھایا اس وقت آنکھوں میں دیدار پروردگار تھا۔ یہ امت کا غمخوار تھا، وہ رب غفار تھا۔ اب کیا پردہ؟ کیا حجاب؟ کیا تکلف؟ یہ اس کا یار تھا، وہ اس کا یار تھا۔ جب بے تکلف دوستوں میں ملاقات ہوتی ہے تو بعض اوقات سلام دعا بھی بھول جاتی ہے۔ یہاں بھی یہی کچھ ہوا۔ رب نے دیکھتے ہی کہا اے میرے محبوب! آئے ہو، میرے لئے تحفہ کیا لائے ہو؟ کہا اے میرے مولا! میں تیرے لئے وہ چیز لایا ہوں جو تیرے پاس بھی نہیں ہے۔ اے میرے محبوب! میں تو رب کائنات ہوں۔ میں تو **نذیرٌ خبیرٌ** ہوں۔ میں تو **عَلٰی کُل شیءٍ قَدیر** ہوں۔ میں تو ہر چیز پہ طاقت وقدرت رکھتا ہوں۔ ایسی کون سی چیز ہے جو میری طاقت سے بالا ہے؟ ایسی کون سی چیز ہے جو میرے پاس لائے ہو اور میرے پاس ہے نہیں؟ کہا، **التحیات للّٰہِ و الصلوٰات**

و الطیّبات. اے میرے رب میں تیرے پاس اپنے بدن سے کی ہوئی اور زبان سے دہرائی ہوئی عبادتوں کے ڈھیر لایا ہوں۔ تیرے پاس جسم نہیں، تو کسی کی عبادت کرتا نہیں، تیرے پاس کوئی کی ہوئی عبادت نہیں، اسلئے میں تیرے پاس وہ چیز لایا ہوں جو تیرے پاس نہیں۔

احوال بتادیں

یہ سنتے ہی آواز آئی **السلام علیك ایها النّبی و رحمة اللّٰه و بر کاتهٗ**. اے نبی تجھ پر سلامتی ہو۔ فرمایا **و السلام علینا و علیٰ عباداللّٰه الصّالحین**. اے خدا بے شک مجھ پر تیری رحمت، برکت اور سلامتی ضرور ہے لیکن یہ سلامتی میرے امت کے نیک لوگوں پر بھی ہونی چاہئیے۔ مسلمانو! اس موقع پر غور کرو۔ یہ وہ موقعہ ہے جب دونوں محبّ و محبوب مصروفِ گفتگو ہیں۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ جونہی رب نے نبی کی سلامتی کی بات کی، نبی نے اپنی امت کی سلامتی کا قصہ چھیڑ دیا۔ یہ تھی یار کی یار کے ساتھ ابتدائی بات چیت۔ یہ الفاظ رب کو اتنے پسند آئے کہ فرشتوں کو فخر سے کہا، او فرشتو! سن رہے ہو ہماری گفتگو۔ ہر فرشتہ پکار اٹھا **اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه و اشهد ان محمدا عبدهٗ و رسولهٗ**. اے الٰہی! میں گواہی دیتا ہوں تو اللہ ہے، یہ عبداللہ ہے۔ تو اللہ ہے یہ رسول اللہ ہے۔ رب نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ جبرائیل! یہ ساری باتیں اس لوح پر لکھ دے جس پر تمام وحی درج کرتا ہے۔ جبرائیل فوراً حکم کی بجا آوری کیلیے اپنی خاص لوح کی طرف آئے۔ جتنی اور وحی پیغمبروں پر آئی تھیں ان کے بعد جبرائیل نے اس کلام کو لکھنا شروع کیا۔ آواز آئی، جبرائیل! کیا کر رہے ہو؟ یہ کوئی سبق ہے؟ یہ تعلیم نہیں، یہ احکام نہیں، یہ کتاب نہیں، یہ صحیفہ نہیں، یہ عشق کی باتیں ہیں۔ انہیں سب اواحی میں شامل نہ کرو۔ بلکہ ان سب احوال کا عنوان بنادو۔ سب سے اوپر جلی حروف سے یہی گفتگو لکھ دو۔ جبرائیل موٹے حرفوں سے لکھ بھی رہے ہیں اور کہہ بھی رہے ہیں، اے مولائے کریم! اس بات چیت کی اہمیت بجا، لیکن یہ گفتگو تو محبّ اور محبوب کے درمیان ہو چکی۔ نبی آخرالزمان کو تو یہ معلوم ہو چکا۔ اب ان الفاظ کی اس نبی پر تو وحی لے جانے کا فائدہ نہیں۔ اور

اس کے بعد کسی اور نے نبی بننا نہیں۔ پھر یہ الفاظ میں کس پیغمبر تک پہنچاؤں گا؟ کہا جبرائیل! یہ اسلئے لکھوا رہا ہوں تا کہ قیامت تک کے انسانوں کیلئے اعلان ہو جائے کہ جو بندہ مجھے منانا چاہے، جو مجھے خوش کرنا چاہے، جو میری عبادت کرنا چاہے، جو میری نماز پڑھنا چاہے۔

التحیات کا مطلب

جو مجھے بات سنانا چاہے، چاہے وہ لاکھ مطہر و پاک وصاف بنتا رہے، لاکھ عابد و زاہد بنتا رہے، لاکھ مصلیٰ بچھاتا رہے، لاکھ قبلہ رو ہو کے تکبیر و تہلیل پڑھتا ہے، لاکھ سبحان اور لاکھ الحمد پڑھتا رہے، لاکھ سورتیں ملاتا رہے، لاکھ رکوع اور لاکھ سجود کرتا رہے، جب تک اپنی نماز کے آخر میں مجھے میرے محبوب کے ساتھ کی ہوئی یہ باتیں نہیں سنوائے گا، اس قوت تک اس کی بات نہیں سنوں گا۔ آج ہم نماز کے قعدے میں التحیات پڑھتے ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا کہ التحیات پڑھنے کا کیا مطلب ہے۔ نماز کی ابتدا میں ہم تکبیر پڑھتے ہیں، یہ کبریائی کا اعلان ہے۔ پھر سبحانک اللہ پڑھتے ہیں، یہ اس اللہ کی تعریف و توصیف ہے۔ پھر الحمد پڑھتے ہیں کہ وہ دعا ہے۔ قرآن کی کوئی سورت ملاتے ہیں کہ قرآن ہدایت ہے۔ پھر رکوع کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی عظمت کا اقرار ہے۔ پھر سجدہ کرتے ہیں کہ جہاں یہ سجدے کرنے والے کی عاجزی کا اظہار ہے، وہاں رب کی الوہیت کا اقرار ہے۔ نماز کے ہر فعل کا کوئی نہ کوئی مطلب ہے۔ لیکن التحیات پڑھنے کا سوا اس کے کوئی مطلب نہیں کہ رب اس کے بغیر پچھلی تمام باتیں سنتا نہیں۔

اس ملاقات میں اللہ اور رسول میں کوئی فاصلہ نہیں، کوئی پردہ نہیں، کوئی حجاب نہیں، کوئی نقاب نہیں، کوئی وسیلہ نہیں، کوئی واسطہ نہیں۔ کہا اے میرے محبوب اس وقت تیرے اور میرے درمیان کوئی فرق نہیں۔ تو میرے قریب ہے، میں تیرے قریب ہوں۔ تو میرے پاس ہے، میں تیرے پاس ہوں۔ تو مجھے جانتا ہے، میں تجھے جانتا ہوں۔ تو مجھ پہ ظاہر ہے، میں تجھ پہ

ظاہر ہوں۔ تو مجھ سے دور نہیں، میں تجھ سے دور نہیں۔ تو مجھ سے مخفی نہیں، میں تجھ سے مخفی نہیں۔ تو مجھ سے پرے نہیں، میں تجھ سے پرے نہیں۔ تو مجھ سے جدا نہیں، میں تجھ سے جدا نہیں۔ فرق اگر ہے تو یہی کہ میں مصطفیٰ نہیں اور تو خدا نہیں۔

کہا اے میرے پروردگار میں ہوں تیرا شکر گزار کہ تو نے تمام زمینوں کے بھی پار، سات آسمانوں کے بھی پار، سدرہ کے بھی پار، پار کے بھی پار، مکان کے بھی پار، لامکان کے بھی پار مجھے کرایا اپنا دیدار۔ کہا اے میرے محبوب! اگر تیرا میرا نہ ہوتا پیار، نہ ہوتی یہ جنت کی بہار، نہ ہوتا حوروں کا سنگھار، نہ ہوتے یہ رموز، نہ ہوتے یہ اسرار، نہ ہوتے یہ اشجار، نہ ہوتے یہ اثمار۔

نہ ہوتیں یہ کہانیاں، نہ ہوتے یہ اخبار — نہ ہوتے یہ فرشتے، نہ ہوتا یہ ان کا استغفار
نہ ہوتا جبرائیل نہ ہوتی یہ وحی کی تار — نہ ہوتی بجلیاں، نہ ہوتے یہ شرار
نہ ہوتیں مسجدیں نہ ہوتے ان کے مینار — نہ ہوتی خلقت کی پکار نہ ہوتی رحمت کی بوچھار
نہ ہوتا ولیوں کا وجود نہ ہوتی نبیوں کی قطار — نہ ہوتے طور نہ ہوتے اطوار
نہ ہوتے اوزان نہ ہوتے اوزار — نہ ہوتے شعور نہ ہوتے شعار
نہ زمینوں کے گلزار، نہ آسمانوں کے نکھار — کیا کبار اور کیا صغار
پیارے! پہلے تجھے دیا قرار — پھر انہیں کیا تیار
تجھ سے کیا پیار — ان کا ہوا اظہار
تجھ سے نہ ہوتا پیار — یہ تھے سب بے کار

کہا اے میرے آقا و مالک! تو نے مجھے بہت عزت بخشی، تو نے مجھے اپنے اتنے قریب بلایا کہ میں اب دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے اوپر ہوں، تو نے مجھے یہ بلندی بخشی۔ کہا پیارے! تو تو ہے ہی بلند، یہاں تو حال یہ ہے "ورفعنا لك ذكرك" کہ اگر کسی بات کا تذکرہ بھی کرتا ہے تو تو تیرے اس ذکر کو بلند کر دیتا ہوں میں۔

پیارے! دنیا سے برتاؤ کرتا ہے تو تجھے خلق عظیم دیتا ہوں میں۔ سوتا ہے تو تیرے دل کو جگاتا ہوں میں۔ محبوب! دھوپ میں چلتا ہے تو تیرے اوپر رحمت کا بادل چلاتا ہوں میں۔ جن

گلیوں سے گزرتا ہے تو ان گلیوں میں جنت کی خوشبوئیں گراتا ہوں میں۔ انگلی اٹھاتا ہے تو چاند کے دوٹکڑے بناتا ہوں میں۔ پیارے ام ہانی کے گھر سوجاتا ہے تو تجھے عرش پہ بلالیتا ہوں میں۔ عرش پہ آجاتا ہے تو تجھ سے باتیں کرلیتا ہوں میں۔ باتوں باتوں میں شفاعت کردیتا ہے تو بخشش کردیتا ہوں میں۔

راز ونیاز

میرے مکرم سامعین! میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ اس ملاقات میں کیا خلوت کی باتیں ہوئی۔ اگر ہمیں سب باتیں معلوم ہوجاتیں تو خدا اور رسول کی یہ خلوت خلوت نہ رہتی۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ اس بات چیت میں خدا نے رسول سے کیا باتیں کیں اور رسول نے خدا سے کیا باتیں کیں۔ اگر ہمیں یہ باتیں معلوم ہوجاتیں تو ہمارے محدود ذہن ان باتوں کا فکری وزن برداشت نہ کرسکتے۔ ان باتوں کو سن کر ہماری عقل جواب دے جاتی۔ ہمارا تصور ہمارا ساتھ چھوڑ جاتا۔ اس طرح ہم یہ باتیں سن کر بت بن کر رہ جاتے۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ اس ملاقات میں خدا نے رسول کو کیا دیا اور رسول نے خدا کو کیا کہا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر رسول نے اپنی عبادتوں کا نذرانہ دیا تو خدا نے اسے ہماری نمازوں کی التحیات بنا دیا اور اگر خدا نے السلام علیک ایہا النبی کہہ دیا تو رسول نے اسے ہمارا دین اسلام بنا دیا۔ ان کے ساتھ میں آپ کو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس ملاقات میں کتنا وقت صرف ہوا؟ کیوں کہ اس وقت تو خود وقت کو بھی اپنے وقت کی خبر نہیں تھی۔ یہ بھی نہیں بتایا جا سکتا کہ نبی نے اس ملاقات کیلئے کتنا فاصلہ طے کیا؟ کیوں کہ اس ملاقات کیلئے رب نے فاصلوں سے فاصلوں کا فیصلہ کرنے کا حق چھین لیا تھا۔ ہم اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو یہ کہ خدا اور رسول کے درمیان اس ملاقات میں راز ونیاز یوں چلتا رہا کہ خدا اپنے راز بتاتا رہا اور رسول اپنا نیاز دکھاتا رہا۔

روحوں کی تقسیم

میرے محترم سامعین! میرے اور آپ کے رسول اس راز ونیاز کے بعد جب واپسی کیلئے تیار ہوئے، مڑ کر دیکھا تو حوریں ایک قطار میں کھڑی مسکراتی نظر آئیں۔ رب نے کہا، اے میرے محبوب! امت ہے تیری، جنت ہے میری۔ جنت کا خالق ہوں میں، پر جنت کا مالک ہے تو۔ جنت بنانے والا ہوں میں، پر جنت میں لے کر جانے والا ہے تو۔ کوثر بنانے والا ہوں میں، کوثر پلانے والا ہے تو۔ حوروں کو بنانے والا ہوں میں، پر ان کی تقسیم کرنے والا ہے تو۔

میرے محبوب! یہ حوریں تیرے پاس حاضر ہیں۔ یہ چاہتی ہیں کہ ان کی تقسیم تو ابھی سے کرتا جا۔ میرے نبی نے قدم آگے بڑھائے، ہر حور کے سر پر ہاتھ رکھتے جاتے ہیں، نام لیتے جاتے ہیں کہ یہ حور میرے ابوبکر صدیق کی ہے، یہ میرے فاروقِ اعظم کی ہے، یہ عثمان غنی کی ہے، یہ حور علی المرتضیٰ کی ہے، یہ زید ابن حارثہ کی ہے، یہ جعفر طیار کی ہے، یہ معاذ ابن جبل کی ہے، یہ عبدالرحمٰن بن عوف کی ہے، یہ ابوعبیدہ کی ہے، یہ سعد بن معاذ کی ہے، یہ طلحہ کی ہے، یہ زبیر کی ہے، یہ حذیفہ یمانی کی ہے، یہ عمار ابن یاسر کی ہے، یہ ابوذر غفاری کی ہے، یہ سلمان فارسی کی ہے، یہ سعد بن ابی وقاص کی ہے۔ اور آخر میں جو حور تمام حوروں کی سردار تھی، فرمایا یہ میرے کالے بلال کی ہے۔ اس تقسیم کے بعد نبی واپسی کیلئے آگے بڑھے تو پیچھے سے اس سردار حور نے نبی کا پلو تھام لیا، ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی، اے نبی آخر الزمان! تو زمین وزمان کا مالک ہے، تو کون ومکان کا مالک ہے، تو زمین وآسمان کا مالک ہے، تو جنت ورضوان کا مالک ہے، تو حور وغلمان کا مالک ہے، تو سارے جہان کا مالک ہے، مجھے رب نے حوروں کا سردار بنایا، تجھے رب نے دونوں جہانوں کا سردار بنایا، میں کنیز ہوں تو سرتاج ہے، میں لونڈی ہوں تو مولا ہے، میں باندی ہوں تو آقا ہے، میں اگر بات کروں تو میرا حوصلہ ہوگا، تو اگر بات کرے تو تقدیر کا فیصلہ ہوگا، میری کیا مجال کہ میں اعتراض کروں، لیکن مجھے اس تقسیم پر حیرانی ضروری ہے کہ آپ نے کسی حور کو ابوبکر جیسا خوبصورت مرد دیا، کسی کو عمر جیسا کڑیل جوان دیا، کسی کو عثمان جیسا طاقتور انسان دیا، کسی کو علی جیسا گبرو جوان دیا

اور میں ہوں بھی حوروں کی سردار اور مجھے بندہ بھی ایسا دیا کہ جس کا سر بڑا ہے، جس کی آنکھیں چھوٹی ہیں، جس کے ہونٹ موٹے ہیں، جس کے دانت نکلے ہوئے ہیں، جوذات کا عجمی ہے، جو رنگ کا کالا ہے۔ فرمایا، حور! ٹھیک ہے بلال رنگ کا کالا ہے، مگر رب کا پیارا ہے۔ لیکن حور نے پھر کہا، اے خدا کے رسول! میں حور ہوں، تم حضور ہو، میں حوروں کی حور ہوں، میں حورِ علیٰ حور ہوں، تم نورِ علیٰ نور ہو۔ دیکھو تو سہی، میرے حسن کو دیکھو، میرے شباب کو دیکھو، میری جوانی کو دیکھو، میری رعنائی کو دیکھو، میرے جسم کو دیکھو، میری آن کو دیکھو، میری جان کو دیکھو، میری ادا کو دیکھو، میری حیا کو دیکھو، میرے سلیقے کو دیکھو، میرے رنگ کو دیکھو، میری صورت کو دیکھو، میری نفاست کو دیکھو، میری نزاکت کو دیکھو، میری آواز کو دیکھو، میرے انداز کو دیکھو۔

فرمایا اے حور! چپ کر۔ تو اگر ناز میں بڑھ کر ہے تو میرا بلال نیاز میں بڑھ کر ہے۔ تو اگر آن میں بڑھ کر ہے تو بلال شان میں بڑھ کر ہے۔ تو اگر اپنے سلیقے میں بڑھ کر ہے تو بلال اپنے طریقے میں بڑھ کر ہے۔ تو اگر رنگ میں بڑھ کر ہے تو بلال ڈھنگ میں بڑھ کر ہے۔ تو ادا میں بڑھ کر ہے تو بلال رضا میں بڑھ کر ہے۔ تو حیا میں بڑھ کر ہے، بلال وفا میں بڑھ کر ہے۔ تو نفاست میں بڑھ کر ہے، بلال ریاضت میں بڑھ کر ہے۔ تو نزاکت میں بڑھ کر ہے، بلال شرافت میں بڑھ کر ہے۔ تو جسامت میں بڑھ کر ہے، بلال عبادت میں بڑھ کر ہے۔ تو جان میں بڑھ کر ہے، بلال ایمان میں بڑھ کر ہے۔ اس پر حور مسکرائی اور یوں نبی تسلیم کرواکے آئے کہ تمام صحابہ اگر موتی ہیں تو بلال ان میں لعل ہیں۔

محترم سامعین!

معراج صرف معراج ہی نہیں، معراج معجزہ بھی ہے۔ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہوا۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو بستر گرم تھا اور وضو کا پانی جاری تھا۔ یہ بتانے کیلئے خدا اور اس کے محبوب کے درمیان زمان ومکان کی کوئی اوقات نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطباتِ ربّانی

(حصّہ دوم)

مولانا عبدالوحید ربّانی صاحب قبلہ

محمدی بک ڈپو
۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۔۶

خطباتِ ربّانی (حصہ دوم)

مصنف: مولانا عبدالوحید ربّانی صاحب

بہ اہتمام:
محمدی بک ڈپو

ناشر

محمدی بک ڈپو

۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

- ناز بکڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی۔
- القرآن کمپنی، کمانی گیٹ، اجمیر
- مکتبہ نعیمیہ، مٹیا محل، دہلی۔۶
- مکتبہ المدینہ، دہلی
- رضا بکڈپو، دہلی

Laser typesetted at:
Frontech Graphics
Abdul Tawwab 9818303136, 9899602177

میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

خطبہ ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَھْلِ سُنَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ. لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

محترم حضرات! میرے قابل قدر بزرگو نوجوان ساتھیو! میں آپ کے سامنے میلاد مصطفےٰ کے عنوان پر گفتگو کر رہا ہوں۔

میرا عقیدہ ہے کہ جب میرے آقا کی ولادت ہوئی تو میرا نبی اس وقت بھی نبی تھا، ہم میلاد النبی کا جلسہ عام کر کے دنیا والوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اے دنیا والو! ہمارے نبی جب حضرت آمنہ کی گود میں جلوہ گر ہوئے تو آپ اس وقت بھی نبی تھے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب وضع حمل ہونے لگا تو نہ اس وقت میرے پاس دائی تھی اور نہ ہمسائی تھی۔ میں نے سوچا اب کیا ہوگا؟ پریشانی کا عالم ہے، دماغ پر جذبات کا طوفان ہے۔ یکایک میں نے کیا دیکھا کہ ایک نورانی شکل والے بزرگ آئے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا تیرا بابا ہوں! کہا میرا بابا

تو ایسا نہ تھا؟ فرمایا میں تیرا بابا کا بابا ہوں، نسل انسانی کا بابا آدم ہوں اور تجھے بشارت دینے آیا ہوں کہ تجھے مبارک ہو! تیری گود میں کوئی عام بشر نہیں آرہا ہے۔ نبی زمین وزماں آرہا ہے، تیری گود میں مالک کون ومکاں آرہا ہے، تیری گود میں مختار دوعالم آرہا ہے۔ اے آمنہ! مبارک ہو تیری گود میں سارا جہان آرہا ہے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب ہمارے نبی کی ولادت ہوئی کمرہ عطر سے معطر ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں میں کعبہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھا تھا۔ یکایک کیا دیکھا کہ بیت اللہ شریف کی دیواریں حضرت آمنہ کے گھر کی طرف جھک گئیں گویا کعبہ کو بھی ناز ہے کہ مجھے بتوں سے پاک کرنے والا پیغمبر آ گیا۔ آقا تشریف لائے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میرے نبی کو چالیس سال کے بعد نبوت ملی تھی۔ ربانی پورے ملک میں دعوتِ فکر دیتا ہے کہ اے لوگو! ہمارے نبی چالیس سال کے بعد نہیں بنے بلکہ چالیس سال کے بعد تو انہوں نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔ اے لوگو! آؤ ذرا اللہ کے قرآن سے پوچھیں کہ اے قرآن تیری عظمت پر ربانی قربان۔ ذرا یہ تو بتا کہ جو نبی ہوتا ہے وہ چالیس سال کے بعد نبی ہوتا ہے یا پیدا ہوتے ہی نبی بنتا ہے؟ اللہ کا قرآن کہتا ہے، پڑھو سورۂ مریم کہ حضرت مریم جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئیں تو ان سے ادھر ایک پردہ کر لیا اور اللہ نے اس کی طرف حضرت جبرئیل امین کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوئے۔ حضرت مریم نے کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ حضرت جبرئیل امین نے کہا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں گا۔ بولی مجھے آج تک کسی آدمی نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے اور نہ میں بدکار ہوں تو میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟ حضرت جبرئیل نے کہا یونہی، یہی منظور الٰہی ہے کہ تمہیں بغیر مرد کے چھوئے ہی لڑکا عنایت فرمائے اور تیرے رب کیلئے یہ کام آسان ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل امین نے گریبان میں دم کر دیا۔ پھر کیا ہوا؟ اللہ کا قرآن کہتا ہے وہ حاملہ ہو گئیں۔ پھر کیا ہوا؟ اللہ نے عیسیٰ پیغمبر بھیج دیا۔ اور جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بستی میں

آئیں تو بستی کے تمام لوگ اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے اے مریم! ابھی تیری شادی بھی نہیں ہوئی ہے تو بچہ کہاں سے لے کر آئی؟ جناب مریم کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ اللہ نے فرمایا اے مریم گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے! اگر بچہ کی ماں بنانا جانتا ہوں تو تہمت سے بھی بچانا جانتا ہوں۔ اگر یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ بچہ کہاں سے لے کر آئی تو اشارہ کر دو بچے کی جانب۔ اسی بچہ سے پوچھو کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ جب لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں تو مریم نے اشارہ کر دیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ اسی سے پوچھو، وہی سب کچھ بتائے گا۔ یہ سن کر سب ہی ششدر ہو گئے کہ یہ بچہ جس کی عمر تین دن بھی نہیں ہے، ہمارے ساتھ کیسے کلام کرے گا مَن كَانَ فِي المَهْدِ جو ابھی پالنے میں بچہ ہے۔ سب قریب گئے اور پوچھنے لگے کہ اے بچے! تجھے مریم اپنا بیٹا کہتی ہے لہٰذا تم ہی فیصلہ کر دو کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے کہ اے میری ماں پر تہمت لگانے والو! سنو! اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور میں نبی بن کر آیا اور عربی پڑھنے والو غور کرو وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا میں نبی بن کر آیا۔ مستقبل کی بات نہیں، ماضی کی بات ہے، آنے والے زمانے کی بات نہیں، گذرے ہوئے زمانے کی بات ہے۔ اب ذرا سوچ کر بتانا اگر کوئی عیسائی آپ سے سوال کرے، کہ اے مسلمانو! تمہارا قرآن کہتا ہے کہ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نبی تھے، اور تمہارا مولوی لکھتا ہے کہ جس نبی کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں وہ چالیس سال کے بعد نبی بنے تھے، تو کاہے کو ایسے نبی کا دامن تھامے ہو؟ اس نبی کی طرف آؤ جو پیدا ہوتے ہی نبی تھے۔ تو اس سوال کا تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟

تو سنو! اے لوگو! کہو کہ ہم تمہارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو سلام کرتے ہیں کہ تمہارے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نبی تھے، مگر یاد رکھو! تمہارے عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی ہے تو، میرے نبی کے صدقے، تو جب صدقے والے پیدا ہوتے ہی نبی تھے تو اصل والے اس سے بھی پہلے نبی تھے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ المَاءِ وَالطِّيْنِ. میرے نبی ارشاد فرماتے

ہیں کہ میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔

میں نے ایک جگہ تقریر میں کہا کہ ہمارے نبی چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے بلکہ انہوں نے تو چالیس کے بعد اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ تو ایک کالج کا پروفیسر کھڑا ہو گیا اور کہا ربانی صاحب! ہم نے تو یہ سنا ہے کہ ہمارے نبی کو چالیس کے بعد نبوت ملی اور آپ کہتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد اعلان کیا؟ میں نے کہا یہی تو علماء اہلسنت و جماعت دنیا والوں کو پیغام دے رہے ہیں، کہ ہمارے نبی تو اس وقت نبی تھے جب کہ حضرت آدم کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا اور میرے نبی نے تو چالیس سال کے بعد اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ تو وہ پروفیسر صاحب کہنے لگے یار بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ چالیس سال کے بعد تو اعلانِ نبوت ہوا، تو پھر نبی کب بنے تھے؟ میں نے کہا تب بنے تھے جب کہ تمہارا ''کب'' بھی نہیں بنا تھا۔ کہنے لگے کوئی دن تو ہوگا، کوئی وقت تو ہوگا، کوئی لمحہ تو ہوگا؟ میں نے کہا کچھ بھی نہیں تھا۔ تو پھر کیا تھا؟ میں نے کہا لفظ ''کیا'' بھی نہیں تھا، نہ کب تھا نہ تب تھا، نہ اب تھا نہ جب تھا، نہ ادھر تھا نہ ادھر تھا، نہ جدھر تھا، نہ کدھر تھا، نہ بحر تھا نہ بر تھا، نہ خشک تھا نہ تر تھا، نہ حجر تھا، نہ شجر تھا، نہ برگ تھا نہ ثمر تھا، نہ شمس تھا، نہ قمر تھا، نہ جن تھا، نہ بشر تھا، نہ فرش تھا، نہ عرش تھا، نہ مکیں تھا نہ مکاں، نہ زمیں تھی نہ آسماں، نہ رات تھی نہ دن کا سماں، نہ حور تھی نہ غلماں، نہ جنت تھی نہ رضواں، نہ پہاڑ تھا نہ پہاڑی، نہ بلند تھا نہ بلندی، نہ عروج تھا نہ پستی، نہ جگ تھا نہ بستی، نہ آب تھا نہ آبی، نہ باد تھا نہ بادی، نہ آگ تھی نہ آتشی، نہ آدم تھے نہ ہستی۔ بس بنانے والے خدا کی ہستی تھی اور بننے والے مصطفےٰ کی ہستی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

چالیس سال کے بعد میرے آقا کو نبوت نہیں ملی بلکہ انہوں نے تو چالیس سال کے بعد اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ رسالت مآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہر شئی سے پہلے کس شئے کو پیدا فرمایا ہے۔ میرے آقا نے ارشاد فرمایا: یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الاشْیَاءِ نُورَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ وَلَمْ یَکُنْ فِی ذَالِکَ الْوَقْتِ

لوحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا نَارٌ وَّ لَا مَلَکٌ وَّلَا سَمَاءٌ وَّلَا اَرْضٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّ لَاقَمَرٌ وَّلَا جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ. اے جابر! اللہ نے ہر شئے سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ جن تھا، نہ بشر تھا۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اور کسی شاعر نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے:

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

فرشتہ تھا نہ آدم تھے، نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفےٰ پہلے

ڈاکٹر اقبال نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

میرے نبی فرماتے ہیں، زمین نہ تھی آسمان نہ تھا، چاند نہ تھا سورج نہ تھا، ستارے نہ تھے مٹی نہ تھی، ہوا نہ تھی، پانی نہ تھا، کائنات کی رنگینی نہ تھی کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر میں بنا ہوا تھا... میں پڑھے لکھے لوگوں کے دلوں تک دستک دیتا ہوں کہ ربانی کی آواز کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دو۔ میرے نبی فرماتے ہیں، ''کچھ بھی نہ تھا مگر میں بنا ہوا تھا''۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ لاؤڈ اسپیکر لوہے سے بنا ہے نا! پہلے لوہا تھا کہ اسپیکر؟ بولو! پہلے تھا لوہا اسپیکر بنا بعد میں، پہلے تھا کپڑا کوٹ بنا بعد میں، پہلے تھی لکڑی کرسی بنی بعد میں، پہلے تھی مٹی آدم بنے بعد میں۔ مگر میں تو اس وقت نبی تھا جب کہ مٹی نہ تھی۔ اب پھر سوال یہ ہے کہ نبی کس میں سے بنا؟ تو تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا اسی میں سے بنا جو پہلے تھا توجہ کیجئے! بڑے نازک مرحلے سے گذر رہا ہوں، بڑی

نازک گفتگو ہے، صحابہ نے عرض کیا پہلے تو خدا تھا؟ فرمایا تو تیرا نبی کب جدا تھا یہ بھی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی یہ بھی فنا فی اللہ، یہ بھی بقا باللہ، یہ واصل الی اللہ تھا، یہ بھی ید اللہ تھا، یہ بھی وجہ اللہ تھا، یہ بھی لسان اللہ تھا، یہ بھی رحمۃ اللہ تھا، یہ بھی امر اللہ تھا، یہ بھی حجۃ اللہ تھا، یہ بھی حبیب اللہ تھا، یہ بھی نبی اللہ تھا، یہ بھی رسول اللہ تھا، یہ بھی نورٌ من نور اللہ تھا۔ حد تو یہ ہے وہ تھا لا الٰہ الا اللہ یہ تھے محمد رسول اللہ۔ درود شریف

نوارانیت میں کمی نہیں آئی

ایک صاحب نے کہا کہ مولانا! آپ کہتے ہو نبی اللہ کے نور سے بنا تو میں نے کہا میلاد النبی کا فلسفہ ہی یہی ہے کہ نبی اللہ کے نور سے بنا۔ پھر ایک صاحب میاں چنوں نے میرے مخالفانہ انداز میں تقریر کی اور اپنے مکتبہ فکر کے لوگوں سے کہا کہ دیکھو جی! ربانی پورے ملک میں کہتا پھرتا ہے کہ نبی اللہ کے نور سے بنا۔ سوچو! ایک سیر گیہوں تھا اس میں سے ایک پاؤ نکال لیا تو باقی کتنے بچے؟ لوگوں نے کہا تین پاؤ۔ تو بس مسئلہ حل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کیلئے فرض کر لو ایک سیر خدا کا نور ہو، پاؤ بھر تو نبی لے آئے۔ باقی بچے تین پاؤ۔ بس سمجھ لو یہ بریلوی توحید کے ٹکڑے کرتے ہیں۔ معاذ اللہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ میں جمعہ کا خطبہ دینے کیلئے اٹھا تو میں نے کہا صدقے جاؤں تمہاری سمجھ پر، قربان جاؤں تمہاری تقریر پر۔ کیا تم نے اللہ کے نور کو گیہوں کی بوری سمجھ لیا ہے؟ سنو! میں ملتان کا باشندہ ہوں کہ ملتان میں بہت زور کا طوفان آ گیا اور بجلی چلی گئی۔ میں نے ایک چھوٹا سا دیا لیا اور اس میں تیل ڈالا اور ماچس سلگائی۔ میرے چھوٹے سے دیئے سے پورے گھر میں روشنی ہو گئی۔ تھوڑی دیر گذری کہ اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہنے لگا ہمسایہ ہوں، پڑوسی ہوں، دور سے نہیں آیا، نزدیک سے آیا ہوں، بعد سے نہیں آیا قریب سے آیا ہوں ربانی صاحب! کیا بتاؤں اچانک بتی چلی گئی۔ ماچس ملتی نہیں سردی بہت ہے، بچے رو رہے ہیں ذرا مہربانی کیجئے۔ یہ لالٹین لے کر آیا ہوں ذرا اپنے چراغ سے لگا دیجئے۔ میں نے کہا یار کہیں

میرے چراغ کا نور کم نہ ہو جائے۔ تو کہنے لگا ربانی صاحب! ذرا سوچو! کہیں نور بھی کم ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نور کم ہو جاتا ہے۔ الغرض انہوں نے اپنی لالٹین میرے دیئے کے سامنے جھکا دی۔ سنو! دیا چاہے جتنا بڑا ہوا گر کسی سے فیض لینا ہوتا ہے تو ذرا جھکنا ہی پڑتا ہے۔ تو جب انہوں نے لالٹین جھکائی تو میرے دیئے نے نور دے دیا، لالٹین روشن ہو گئی۔ وہ خوشی خوشی گھر پہنچا۔ پھر اتنے میں ایک گیس والا آ گیا اور کہا ربانی! ذرا مہربانی کرو کہ میرے گیس کو اپنے چراغ سے لگا لینے دو! میں نے کہا لالٹین والا نور لے گیا اب تم آئے ہو، کیا پروگرام ہے؟ کہا، بتی چلی گئی، ماچس ملتی نہیں، اندھیری رات ہے، بچے بلبلا رہے ہیں۔ میں نے کہا تمہاری اتنی بڑی گیس؟ اور یہ میرا چھوٹا سا چراغ؟ کہیں نورانیت میں کمی نہ ہو جائے۔ کہنے لگا کیسی بات کرتے ہو! نور کبھی کم نہیں ہوتا۔ تو انہوں نے اپنی گیس کو جھکایا، میرے دیئے نے اس کو نور دیا۔ گیس جگمگا اٹھی مگر میرے دیئے کی لو اسی طرح جگمگ کر رہی تھی۔ میں نے کہا، او دیئے! لالٹین والا نور لے گیا، گیس والا بھی نور لے گیا مگر تیری نورانیت میں کمی نہیں آئی! تو دیئے نے زبان حال سے عرض کیا، اگر عقل ہوتی تو مناظرے اور مباحثے نہ کرتا۔ جب چھوٹے سے دیئے کا نور کم نہیں ہوتا تو اللہ کا نور کیسے کم ہوگا۔ اسلئے حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور کی ولادت کے بعد ایک دن گلی کی عورتیں جمع ہو گئیں اور کہنے لگیں اے آمنہ! ساری ساری رات چراغ نہ جلایا کر تیل بہت مہنگا ہو گیا، گرانی بہت ہے، تجھے پتہ نہیں مکے میں کس قدر غریبی ہے؟ حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے تو آج تک رات بھر چراغ نہیں جلایا۔ تو عورتیں کہنے لگیں، اے آمنہ ساری رات تیرے روشندان سے نور کی روشنی نظر آتی ہے۔ ارے انہیں خبر نہ تھی کہ حضرت آمنہ کو چراغ جلانے کی کیا ضرورت تھی جب کہ سراج منیر گھر میں تھا:

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

جب رسول کائنات کی ولادت ہوئی خانہ کعبہ جھوم اٹھا، جنت وجد میں آ گئی، جہنم کو شرم آ گئی، حورانِ جنت خوشی میں جھومنے لگیں، آبِ کوثر چھلکنے لگا، کنیسہ تھرانے لگے، آتش کدے

بجھنے لگے، بت خانوں میں طوفان آنے لگے، آسمان پر آمد کے نقارے بجنے لگے، زمین پر محمد کے ڈنکے بجنے لگے، ایک شیطان جس کے بارہ بجنے لگے۔ جب حضور کائنات کی آمد ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری زمین کو حضور کیلئے مسجد بنا دیا۔ دوستو! یہ زمین کیوں مسجد بنی ہے علماء کرام سے پوچھو کہ ذرا حدیثوں کے مطالعہ سے اور تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگا کے بتائیے! سنو! پہلے یہ زمین مسجد نہیں تھی انبیاء سابقین جہاں نشان لگا دیتے تھے تو وہیں نماز ہوتی تھی۔ اگر سفر میں ہو تو نمازیں گنتے رہو، آ کر وہیں نماز پڑھو جہاں نبی نے نشان لگایا ہے۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت مآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! امت مسلمہ کو تو آپ نے ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت دے دی کہ جہاں مرضی آئے پڑھے، جہاں چاہے مسجد بنائے۔ مگر انبیاء سابقین نے تو اجازت نہیں دی تھی کہ جہاں مرضی آئے نماز پڑھے۔ تو میرے آقا نے مسکرا کے فرمایا، میری پیاری عائشہ صدیقہ! جب میری ولادت ہوئی تو میں نے زمین مکہ میں جبین نبوت رکھ کر عرض کیا، یا اللہ! میری امت کو بخش دے تو اللہ نے فرمایا فرشتو! گواہ ہو جاؤ اب یہ ساری زمین مسجد ہوگئی کیوں کہ پیشانی میرے محمد کی لگ گئی ہے۔

حضرات محترم! غور سے سنو آج اس مسجد میں وہی خطیب اچھا لگتا ہے جو رسول کی میلاد سنائے، آج اس مسجد میں وہی امام اچھا لگتا ہے جو میلاد رسول کا ذکر چھیڑے! کیوں کہ یہ مسجد بنی ہے تو رسول اللہ کی ولادت کے صدقے، جب حضور تشریف لائے تو مسجد نے مسکرا کر زبانِ حال سے کہا میں کیوں نہ خوشی کروں مجھے منارہ مل گیا، یتیموں نے کہا ہمیں سہارا مل گیا، بیواؤں نے کہا ہمیں آسرا مل گیا، حلیمہ نے گود میں لے کر کہا ہمیں راج دلارا مل گیا، آمنہ نے کہا مجھے آنکھوں کا تارہ مل گیا، نماز نے کہا مجھے درود مل گیا، سجدے نے کہا مجھے تقدس مل گیا، غلاموں نے کہا ہمیں آقا مل گیا، طالبوں نے کہا ہمیں مطلوب مل گیا، محبوں نے کہا ہمیں محبوب مل گیا، عاشقوں نے کہا ہمیں معشوق مل گیا، عالموں نے کہا ہمیں علم مل گیا، اندھیروں نے کہا ہمیں اجالا مل گیا، بھٹکنے والوں نے کہا ہمیں ہدایت کا راستہ مل گیا، خانہ بدوشوں نے کہا ہمیں مکان

مل گیا، ولیوں نے کہا ہمیں انعام مل گیا، ساقیوں نے کہا ہمیں جام مل گیا، نبیوں نے کہا ہمیں امام مل گیا۔

ایک مرتبہ لندن میں میں نے تقریر میں کہا کہ اے لوگو! نبی کے دروازے پہ آؤ، نبی کے بغیر نجات نہیں ہوگی۔ تو کچھ لوگوں نے کہا کہ تو ہمیں اس نبی کی طرف بلاتا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے مکہ کی وادی میں آیا تھا۔ آج تو دنیا چاند تک چلی گئی ہے۔ تو میں نے ان نوجوانوں کو للکارتے ہوئے کہا، ان کی بات نہ کرو جو چاند تک چلے گئے، بلکہ اس نبی کے دروازے پر آؤ جن کے قدموں پہ چاند آ گیا، جن کے اشاروں پر چاند گھومتا تھا، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

چاند جھک جاتا جدھر، انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے، بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

میرے یہ جملے لندن ٹائمز کے اندر چھپے، میرے یہ الفاظ ولایت کے تمام اخباروں میں چھپے۔ بریڈ اسکورٹ کے عیسائیوں کے پادری مسٹر پال نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ ربانی صاحب! آپ کا یہ جملہ ہمیں بہت پسند آیا اور بہت ہی پیارا معلوم ہوا کہ ''آج دنیا کہتی ہے ان کی بات کرو جو چاند تک چلے گئے ہیں، مگر تم کہتے ہو اس نبی کے دروازے پر آؤ جن کے قدموں میں چاند آ گیا ہے''۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ہم دونوں ایک ٹیبل پر بیٹھ کر گفتگو کریں! تو میں جن کا مہمان تھا انہوں نے کہا ربانی صاحب! اخلاق کا تقاضہ ہے ہمیں جانا چاہیئے۔ تو میں نے کہا اچھا صاحب! کل سوچ کے بتاؤں گا۔ پھر دوبارہ ٹیلی فون آیا اور عیسائیوں کے پادری مسٹر پال نے کہا ربانی صاحب! اگر آپ برا نہ مانیں تو میری خواہش ہے کہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بلالوں۔ میں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں سب کو بلاؤ، جتنے مسلک کے علماء ہیں سب آ جائیں۔ دوسرے دن میں پہونچا تو دیکھا انتظام بہت اچھا ہے کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ اور

تمام کرسیوں پر نام لکھے ہوئے ہیں اب اتفاق یہ ہوا کہ جس کرسی پر میرا نام لکھا ہوا تھا تو اس کے دائیں والی کرسی پر ایک دیوبندی مولوی کا نام اور بائیں جانب والی کرسی پر ایک اہل حدیث کا نام تھا۔ سب لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے اب مجھے بھی مجبوراً بیٹھنا پڑا۔ میں سوچنے لگا دائیں یہ بائیں وہ، اب عیسائیوں کے پادری مسٹر پال نے تقریر شروع کی۔ علماء کرام! میں عیسائی ہوں اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبی و رہبر مانتا ہوں۔ میرا عیسیٰ علیہ السلام کامل اختیار والا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سارے اختیارات دیئے تھے۔ یہاں تک کہ میرا عیسیٰ علیہ السلام اتنا با اختیار پیغمبر تھا کہ اگر کوئی اندھا ان کے پاس آتا تو بس ہاتھ لگا کر اسے اچھا کر دیتا۔ اب میں نے دائیں بائیں والے کو دیکھ کر کہا وہ عیسائی تو اپنا عقیدہ بیان کر رہا ہے نا! کہ ہمارا نبی فل پاور والا تھا کہ ہاتھ سے چھو کر اندھوں کو اچھا کر دیتا اور "قُمْ بِـاِذْنِ اللّٰـه" کہہ کر مردوں کو زندہ کر دیتا تھا، اب تم اپنا عقیدہ بیان کرو کہ ہمارا نبی کچھ نہیں کر سکتا! تو کہنے لگے رہنے دو یار، میں نے کہا یہاں یا رسول اللہ والا کام آئے گا۔

میں کھڑا ہو گیا اور کہا او مسٹر پال! توجہ کرو۔ ہم تیرے نبی کی عظمت کو سلام کرتے ہیں کہ تیرا نبی ہاتھ لگا کر اندھوں کو اچھا اور "قُمْ بِـاِذْنِ اللّٰـه" کہہ کر مردوں کو زندہ کر دیتا تھا۔ مگر سنو! میرے نبی کے پہننے والی جوتی مبارک کے تلوارے سے جو خاک لگتی تھی تو نور آجاتا تھا۔

حضور کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا۔ بڑا مالدار تھا، بڑا سرمایہ دار تھا، بڑا تاجر تھا۔ مگر آنکھوں سے اندھا تھا۔ وہ ایک دن اپنے گھر والوں سے کہنے لگا، یہ دولت، یہ ثروت، یہ عزت، یہ شہرت کسی کام کی نہیں جب کہ آنکھ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کروایا مگر آنکھیں اچھی نہیں ہوئیں۔ بڑے بڑے طبیبوں نے لاعلاج کر دیا، تو بیٹی کہنے لگی میں ابھی ایک دوا لاتی ہوں اور وہ ایسی دوا ہے کہ لگانے سے آنکھیں بالکل روشن ہو جائیں گی۔ یہ کہہ کر چلی اور مسجد نبوی میں داخل ہوئی اور کہنے لگی، اے ابوہریرہ! تیرے نبی کے پاؤں میں پہننے والی جوتی کدھر ہے؟ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں، میں حیران ہو گیا کہ یہ لڑکی میرے آقا کی نعل نبوت کے بارے میں سوال کر رہی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے دیکھنا چاہیے۔ تو

میں نے اشارہ کر دیا وہ کونے میں موجود ہے۔ تو اس نے نعل نبوت اٹھائی۔ رسول کائنات کے پاؤں میں پہننے والی نعل نبوت سے لگی ہوئی مٹی اکٹھا کرنے لگی۔ جب مٹی اکٹھا کر لی تو وہاں سے واپس ہوئی اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جا کے اپنے ابا سے کہتی ہے اے ابا جان! آپ نے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کروائے، قیصر و کسریٰ کے طبیبوں کی غلامی کی، بڑے بڑے حکیموں کے دروازے پہ دستک دی مگر سب نے لاعلاج کر دیا۔ اب میں ایک دوا لے کر آئی ہوں اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس دوا سے ضرور شفا ہو گی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے رب کعبہ کی۔ جب اس نے ہمارے پیارے نبی کی نعل مبارک کے تلوؤں سے لگی ہوئی مٹی اپنے باپ کی آنکھوں میں ڈالی تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں، آنکھوں کا نور جگمگانے لگا۔ پھر میں نے مسٹر پال سے کہا، سن لیا آپ نے! ہمیں تمہارے نبی کا معجزہ تسلیم ہے کہ تمہارے عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ لگاتے تھے تو نور آجاتا تھا۔ مگر میرے نبی کی جوتی مبارک کے تلوے سے جو خاک لگتی تھی تو نور آجاتا تھا۔ درود شریف!!!

منبر رسول پر بیٹھا ہوں اور اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ دونو جوان تڑپے اور اٹھ کر کہنے لگے ربانی! جلدی کرو، اپنے نبی کا کلمہ پڑھا دو۔ یکے بعد دیگرے پانچ عیسائیوں کو کلمہ رسول پڑھا کے آیا ہوں۔ اللہ قبول فرمائے۔ کہہ دو آمین۔ اگر تم کو اس وقت عیسائیوں کا مقابلہ کرنا ہے تو تمہیں سیرت کے جلسے نہیں کرنا چاہیئے کیوں کہ نبی کی سیرت مسلمانوں کیلئے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. تمہارے لئے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اگر کافروں کو متوجہ کرنا ہے تو چالیس سال کے بعد کی سیرت نہ سناؤ، چالیس سال سے پہلے کی صورت دکھاؤ۔ اسی لئے تو میرے نبی نے کوہ صفا کی چوٹی پر جلوہ افروز ہو کر اعلان فرمایا کہ اے لوگو! بتاؤ میں نے تم میں چالیس سال کا عرصہ گذارا ہے تو تم لوگوں نے مجھے کیسا پایا؟ تو پورا مجمع یک زبان ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ اے پیارے! ہم نے تیری زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہی نہیں، آپ تو انتہائی صادق اور امین ہیں۔

دوستان محترم! دعا کرو اللہ سب کو حضور کے مزار اقدس کی زیارت نصیب فرمائے میں نے

چار سال کی زندگی مدینہ شریف کی فضاؤں میں گذاری ہے۔ میں نے مدینہ شریف میں ایک قبرستان دیکھا جس کو لوگ جنۃ البقیع کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو کہنے لگے یہ جنۃ البقیع ہے۔ پھر میں نے کہا ہمارے ملک میں قبرستان کہتے ہیں اور آپ کہتے ہیں جنۃ البقیع۔ تو انہوں نے جواب دیا، ہم بھی قبرستان کہتے تھے مگر جب سے نبی کے قدم مبارک آئے ہیں تو جنت بن گئی ہے۔ آج دنیا جنت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں ہمارا ساتھ دو، جنت ملے گی، کوئی کہتا ہے دلدل کی لگام تھامو جنت ملے گی، کوئی کہتا ہے سینہ پہ ہاتھ مارو جنت ملے گی، کوئی کہتا ہے بستر اٹھاؤ جنت ملے گی۔ مگر ربانی کہتا ہے ہماری جنت نہ دلدل کی لگام میں ہے، ہماری جنت نہ اور کسی سرزمین میں ہے، ہمارے لئے وہی جنت کی گلی ہے جہاں ہمارے نبی کے قدموں کی تلی ہے مَا بَیْنَ بَیْتِی وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ حضرات گرامی! ذرا نگاہیں اٹھاؤ مدینے کی جانب ہم مکہ کو بھی شان والا مانتے ہیں۔ مگر مدینہ بھی شان والا ہے، مکہ بھی شان والا مدینہ بھی شان والا، مکہ بھی عزت کی جگہ مدینہ بھی عزت کی جگہ، مکہ بھی عظمت کا نشان مدینہ بھی عظمت کا نشان، مکہ بھی پاک مدینہ بھی پاک، مکہ بھی مقدس، مدینہ بھی مقدس، مکہ مکۃ المکرمہ ہے مدینہ مدینۃ المنورہ ہے، مکے میں اللہ کا گھر ہے، مدینہ میں رسول اللہ کا گھر ہے، مکے میں آب زمزم ہے مدینے میں آب کوثر ہے، مکہ میں حضرت خدیجہ ہیں مدینے میں حضرت فاطمہ ہیں۔ مکہ میں غار حرا ہے مدینہ میں گنبد خضریٰ ہے، مکے میں لڑائی حرام ہے مدینہ میں جدائی حرام ہے، مکہ میں بیت جبار ہے مدینے میں یاروں کا یار ہے، مکے میں عرفات ہے مدینے میں رحمت کی برسات ہے مکے میں جلال خدا ہے اور مل کر کہہ دو مدینے میں جمالِ مصطفیٰ ہے۔ درود شریف

ہاں میں عرض کر رہا تھا مدینہ شریف میں ایک قبرستان ہے جس کا نام جنت البقیع ہے اور اس قبرستان میں بڑی بڑی ہستیوں کے مزارات ہیں۔ ازواج رسول، بنات نبی، اصحاب پیغمبر، مفسرین محدثین محققین مفکرین علماء، ادباء، فقہاء، شعراء، خطباء۔ مگر کسی کی قبر پر سبزہ نہیں

ہے۔ مگر حضرت خدیجہ کی قبر پر سبزہ تنا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا او مدینے والو! بڑی بڑی ہستیاں یہاں ہیں، کسی کی قبر پر سبزہ نہیں ہے مگر حلیمہ کی قبر پر سبزہ تنا ہوا ہے؟ تو کہنے لگے ربانی صاحب تمہیں خبر نہیں سب سے پہلے جو گود ان کی سرسبز ہوئی تھی۔

حضور جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہیں، اچانک حضرت حلیمہ باب السلام کی طرف سے آئیں تو نبی منبر سے نیچے اتر کر ان کی تعظیم کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون سی خوش قسمت عورت ہے جس کی تعظیم نبیوں کا امام کر رہا ہے؟ فرمایا تمہیں پتہ نہیں، یہ میری ماں حلیمہ ہے جس کا دودھ تمہارے پیغمبر نے پیا ہے۔ نوجوانو! سنو! گویا نبی کی اس تعظیم میں یہ اشارہ ہے کہ دیکھو جس کا دودھ میں نے پیا ہے تو تعظیماً کھڑا ہو گیا تو تم بھی اس بات کا خیال رکھو، ماں کی عزت کرو، ماں کی تعظیم کرو، ماں کی خدمت کرو، ان سے اونچی آواز سے کلام نہ کرو اور نہ ان کے برابر بیٹھو بلکہ ان کے قدموں پہ بیٹھو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعظ فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک نوجوان آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے منت مانی تھی کہ اگر میرا کام ہو جائے گا تو خانہ کعبہ کی چوکھٹ چوموں گا۔ اب میرا کام ہو گیا مگر بیمار ہوں سواری نہیں اور تین سو میل کا سفر ہے تو کیا کروں؟ میرے نبی نے فرمایا گھر چلا جا اور ماں کے قدموں کو بوسہ دے دے، منت پوری ہو جائے گی! تو نوجوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ تو میرے نبی فرماتے ہیں۔ قبرستان چلا جا اپنی ماں کی قبر کی پائنتی کو بوسہ دے دے منت پوری ہو جائے گی، پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں چھوٹا تھا میرے بچپن ہی میں میری والدہ کا وصال ہو گیا ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ میری والدہ کی کون سی قبر ہے۔ تو میرے نبی نے فرمایا جس قبرستان میں ہے اس قبرستان کو ماں کی قبر تصور کر اور

پاؤں کی طرف سے بوسہ دے دے منت پوری ہو جائے گی۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ میری ماں کی قبر کس قبرستان میں ہے؟ تو میرے آقا نے فرمایا اِذْھَبْ اِلیٰ بَیْتِکَ گھر چلا جا ایک لکیر کھینچ اور اس لکیر کو ماں کی قبر تصور کر کے پاؤں کی طرف سے بوسہ دے دے، منت پوری ہو جائے گی۔

ربانی کہتا ہے اگر لکیر کھینچنے سے ماں کی قبر کا تصور کیا جا سکتا ہے تو محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر ماں کی قبر کو چومنے سے منت پوری ہو سکتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام چومنے سے بھی نجات ہو سکتی ہے۔

نماز جمعہ کا اجتماع ختم ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر اجازت ہو تو آپ کی والدہ سے میلاد سن لیں۔ تو میرے نبی مسکرائے اور اپنے ہاتھوں سے مزمل والی چادر بچھائی اور فرمایا، میری اماں حلیمہ اس پر بیٹھ کر میرا بچپن سنا آج میلاد النبی کے ذکر کو بدعت کہنے والو! اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ سے ڈرو، اللہ کی گرفت سے خوف کھاؤ! اگر نبی کا بچپن سنانا بدعت ہوتا تو نبی منع فرماتے۔ مگر میرے نبی تو خود اپنے ہاتھوں سے چادر بچھا کر فرما رہے ہیں، میرا بچپن سناؤ۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں، یثرب والو! میں بڑی بیمار تھی۔ گھر میں کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ میرے خاوند نے کہا مکہ جا اور بچہ لے کر آ اور اس کو پال کر اپنی زندگی کا گذارہ کرو۔ میں اونٹنی لے کر مکے تک پہونچی۔ اونٹنی میری بہت کمزور تھی، چھوٹے چھوٹے بچوں نے میری اونٹنی کو مارا تو میری اونٹنی غزوے کے بازار میں بیٹھ گئی تو میں اونٹنی کو چھوڑ کر سیدھے حرم پاک میں آئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر عرض کیا، اے کعبہ کے رب! اگر چہ گندی ہوں پھر بھی بندی ہوں، یا اللہ! میرے بخت کا آفتاب کب طلوع ہوگا، میری قسمت کب کروٹ بدلے گی! تو عبدالمطلب نے مجھے دیکھا کہ یہ عورت غلافِ کعبہ پکڑ کر زار و قطار رو رہی ہے، فریاد کر رہی ہے تو انہوں نے کہا چلی جا اور میری آمنہ سے کہنا وہ رحمت والا بچہ میری گود میں عطا فرما دے! تو میں دوڑتی ہوئی آمنہ کے پاس آئی اور میں نے کہا کہ عبدالمطلب قبیلہ کے سردار، کعبے کے متولی نے کہا ہے کہ یہ رحمت والا بچہ مجھے عطا

کر دو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اے حلیمہ تجھ سے پہلے کئی دائیاں چلی گئیں تو میں نے کہا کہ میں جانے والی نہیں۔ جب میں نے آقا کو دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ بچہ یتیم نہیں ہے بلکہ یتیموں کا والی ہے۔ جب میں آقا کو لے کر دروازے تک آئی تو دیکھا کہ میری اونٹنی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہے گویا جانور کو بھی علم ہے کہ یہ نبی کی چوکھٹ ہے۔ اگر چہ بچپنا ہے پھر بھی نبی ہے۔ اب سوچ رہی ہوں اونٹنی تو کمزور ہے چل نہیں سکے گی، اب کیا کروں؟ لیکن جب میں آقا کو لے کر اونٹنی پر سوار ہوئی تو اس کے اعضا میں مستی، دماغ میں چستی آ گئی۔ میں نے لگام کھینچی تو وہ بھاگنے لگی۔ غزوہ کے بازار سے جب میرا گذر ہوا تو دکانداروں نے للکار کر کہا اے حلیمہ! ٹھہر جاؤ، کون سے زمیندار نے تجھے یہ سواری دی۔ معلوم ہوتا ہے تو نے سواری تبدیل کر لی ہے۔ تو میں نے کہا سواری نہیں بدلی بلکہ سوار بدل گیا ہے۔

حضرات گرامی! سب جانوروں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، مگر اونٹنی کی گردن جھکی ہوئی نہیں ہے کیوں کہ اس پر میرے آقا نے سواری کی ہے۔ رسول کی پہلی سواری اونٹنی ہے۔

اور مجھے آج تک وہ باغ یاد ہے کہ جب میں اس باغ سے آقا کو لے کر چلی تو درختوں نے سلام پڑھا اور آج تک وہ پتھر یاد ہے کہ ان پتھروں نے میرے نبی پر درود پڑھا اور جب میں گھر پہنچی تو مجھے قسم ہے پیدا کرنے والے رب کی کہ جب سے محمد عربی میرے گھر میں رہے تو میں نے چراغ نہیں جلایا۔

برادرانِ ملت! حضرت حلیمہ تو اعلان کر رہی ہیں کہ اللہ کا نور آ گیا مگر آج کچھ لوگ ”بَشَرٌ مِثْلُکُم“ کی رٹ لگاتے ہیں اور عوام کو اس طرح سے بہکاتے ہیں کہ دیکھو کہ نبی کی دو آنکھیں ہیں تو ہماری بھی دو آنکھیں، نبی کے دو ہاتھ تو ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں، نبی کے دو کان ہیں تو ہمارے بھی دو کان ہیں۔ لہٰذا نبی تو ہماری طرح ہیں۔

ربانی کہتا ہے ہمیں نبی کی بشریت تسلیم ہے مگر وہ خیر البشر ہیں۔ حضرات! میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں کہ آپ کے گھر میں اگر ایک طرف آپ کی وائف بیٹھی ہوں، زوجہ محترمہ بیٹھی ہوں، بیگم صاحبہ بیٹی ہوں، گھر والی بیٹھی ہو اور دوسری طرف آپ کی والدہ محترمہ

بیٹھی ہوں، آپ کی مادر بیٹھی ہوں، اماں بیٹھی ہوں۔ اگر تم اپنی بیوی سے کہوائے بیگم! تیری بھی دو آنکھیں ہیں، امی کی بھی دو آنکھیں، تیرے بھی دو ہاتھ ہیں، امی کے بھی دو ہاتھ ہیں، تیرے بھی دو کان ہیں تو امی کے بھی دو کان ہیں، تیرے بھی دو پیر ہیں امی کے بھی دو پیر ہیں، لہٰذا تو میری ماں کی طرح ہے، تو تو میری والدہ کی مثل ہے۔ تو تمام مفتیانِ ذی شعار فتویٰ دیں گے کہ یہ ظہور ہو گیا۔ اگر کوئی بیوی کو اپنی ماں کے مثل کہے تو ظہور ہو جاتا ہے اور جو نبی کو اپنے مثل کہے تو ایمان ٹوٹ جاتا ہے۔

دوستانِ محترم! ربانی کہتا ہے اگر نبی کے ہاتھوں کو دیکھتے ہو تو ہاتھ کے اشارے سے چاند کا سینہ چاک ہوتے ہوئے بھی تو دیکھو اگر نبی کی انگلیوں کو دیکھتے ہو تو انگلیوں سے پانی کے چشمے نکلتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر نبی کے کانوں کو دیکھتے ہو تو کانوں سے دور کی سنتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر نبی کے قدموں کو دیکھتے ہو تو قدموں کے تلے پتھروں کو موم ہوتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر نبی کو مکے میں چلتے دیکھتے ہو تو سدرہ کی بلندی پہ پہونچتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر نبی کو سوتے ہوئے دیکھتے ہو تو تنام عینی ولا ینام قلبی تو پڑھو، اگر اِنَّكَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ کو پڑھتے ہو تو وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ کو بھی تو پڑھو، اگر قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ کو پڑھتے ہو تو وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بھی تو پڑھ لیا کرو، اگر قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی رٹ لگاتے ہو تو قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ بھی تو پڑھ لیا کرو، اگر آدم کی نسل کو دیکھتے ہو تو آدم کی اصل کو بھی تو دیکھ لیا کرو۔ کہاں نسل، کہاں اصل۔ ہم ہیں نسل، وہ نسل بھی اور اصل بھی۔ ہم کمتر، نبی ہم سے بہتر، ہم ارذل نبی افضل ہم انسان کالانعام نبی خیر الانام، ہم گدا نبی ختم نبوت کے بادشاہ ہم خاک نبی پاک، ہم ذرۂ بیتاب نبی آفتاب عالمتاب، ہم نور سے بہت دور، نبی نورٌ علیٰ نور، ہم زکوٰۃ والے نبی ہدیہ والے، ہم گناہ کرنے والے نبی گناہ گاروں کو بخشوانے والے، ہم جنت جانے والے نبی جنت میں داخل کرانے والے، ہم آبِ کوثر پینے والے نبی جام بھر بھر کے پلانے والے، ہم خدا کی تلاش کرنے والے، نبی خدا تک پہنچانے والے۔

ایک صاحب نے کہا ربانی صاحب! آپ نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی آیت نہیں پڑھی۔ میں نے کہا پڑھی۔ پھر اس نے کہا آپ کیا مانتے نہیں؟ میں نے کہا بالکل مانتا ہوں، کلام خدا کے ایک ایک حرف اور ایک ایک زیر و زبر پر میرا ایمان ہے اور مجھے نبی کی بشریت بھی تسلیم ہے۔ مگر وہ خیر البشر ہیں۔ پھر میں نے کہا او قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی رٹ لگانے والے! ذرا قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ بھی پڑھو! تو وہ خاموش ہو گیا تو میں نے کہا دیکھو جہاں میں رہتا ہوں، وہاں مسجد کے قریب ایک بوڑھے بزرگ رہتے تھے اور وہ اسی مسجد کے موذن بھی تھے۔ میں ایک روز حیدرآباد سے تقریر کر کے آیا تو مجھ سے کہنے لگے ربانی صاحب! آپ کے دوست کے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے، میں نے نماز پڑھنے کے بعد کہا آؤ ذرا تعزیت کر کے آئیں۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے، ان کے گھر پہونچ کر میں نے تعزیت کی اور ہم تو فقیروں، پیروں، درویشوں، دستگیروں، ولیوں کے ماننے والے ہیں نا! ہم نے فاتحہ پڑھ کر ہاتھ اٹھائے اور کہا یار! بہت افسوس و صدمہ ہوا کہ بچے آنکھوں کے نور ہوتے ہیں، جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور دل کے سرور ہوتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے آمین۔ یعنی اور بیٹا دے دے۔

آخر پھر کچھ مدت کے بعد وہ بوڑھے بزرگ کہیں جانے لگے تو لوگوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے دوست کے والد شریف کا انتقال ہو گیا ہے اسلئے تعزیت کیلئے جا رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا اکیلے جا رہے ہو! کہا آج اکیلا جا رہا ہوں۔ تو کچھ لوگ بھی اس کے پیچھے ہو لئے۔ ان کے مکان پر پہونچے۔ اس نے تعزیت کی پھر دو زانو ہو کر بیٹھا فاتحہ پڑھ کر ہاتھ اٹھائے اور کہا ’’مجھے بڑا افسوس ہوا کہ آپ کے والد شریف کا انتقال ہو گیا ہے۔ والد آنکھوں کے نور ہوتے ہیں، دل کے سرور ہوتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین‘‘۔ پورا مجمع ہنس پڑا اور کہنے لگا، اے بڈھے! تیری مت ماری گئی، عقل ماری گئی، کیا دماغ کے پیچ ڈھیلے ہو گئے؟ تو بڈھے نے کہا میاں! یہی لفظ ربانی نے فلاں جگہ استعمال کیا تھا تو کسی نے کچھ نہیں کہا اور نہ اعتراض کیا۔ تو ان لوگوں نے

کہاہر جگہ نعم البدل استعمال نہیں ہوتا تو قل اِنَّمَا انا بَشَرٌ مِّثْلُکُم بھی ہر جگہ استعمال نہیں ہوتا۔

ہر لفظ کا اپنا اپنا مقام ہے، ہر آیت کی اپنی اپنی شان نزول ہے، ہر آیت کا اپنا اپنا مقام ہے۔ کہاں ہم، کہاں نبی، ہم پڑھیں تو ناول بنے، نبی پڑھیں تو قرآن بنے، ہم بولیں تو بات بنے، نبی بولیں تو حدیث ہے، ہم قانون بنائیں تو شدت، نبی قانون بنائیں تو حجت، ہم خدا کے گھر آئیں تو جوتیاں اتار کر آئیں، نبی خدا کے پاس جائے تو نعلین مبارک ساتھ لے جائے، ہم سو جائیں تو خواب، نبی سو جائیں تو رب سے سوال و جواب، ہم جانوروں کے قریب جائیں تو جانور مارے ڈر کے بھاگنے لگے، نبی قریب جائیں تو جانور ادب سے سلام کرنے لگے، ہمیں پسینہ آئے تو بدبو، نبی کو پسینہ آئے تو خوشبو، ہم ملیں تو ملاقات بنے، نبی ملیں تو معراج کی رات بنے۔ ہاں تو میں نے آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمومِنِیْنَ. اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر۔ دوستان محترم! کن پر اللہ کا احسان ہوا؟ مومنوں پر، ایمانداروں پر، دینداروں پر۔ بے ایمانوں پر نہیں، کفر کرنے والوں پر نہیں۔

برادرانِ ملت! اللہ نے جان دی، دولت دی، ثروت دی، اولاد دی، مال دیا، سب کچھ دیا مگر یہ نہیں فرمایا کہ تم پر اللہ کا احسان ہوا۔ لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا تو فرمایا میں نے تم پر احسان کیا، تو معلوم ہوا تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ فرماتا ہے اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیجا۔ دوستو! عام انسان جب پیدا ہوتا ہے تو خون کی دھار اور جب نبی پیدا ہوئے تو نور کی چمکار۔ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ نبی آیات تلاوت کرتا ہے وَیُزَکِّیْهِمْ اور ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ حضرات گرامی جو آپ کو پاک کرتا ہے تو ان کی پاکی کا کیا عالم ہوگا؟

میرے نبی کا کام ہے دلوں کو پاک کرنا۔ اللہ کی قسم! نبی نے ایسا پاک کیا کہ جو ادنیٰ تھا اعلیٰ بن گیا، پتھر تھا لعل بن گیا، محکوم تھا حاکم بن گیا، غلام تھا آقا بن گیا، ذرہ تھا آفتاب بن گیا۔ ہاں

ہاں! ابو بکر تھا صدیق اکبر بن گیا، عمر تھا فاروق اعظم بن گیا، عثمان تھا جامع القرآن بن گیا، علی تھا حیدر کرار بن گیا، بلال حبشی غلام تھا، ساری دنیاءِ انسانیت کا امام بن گیا۔

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔ یعنی نبی کا کام ہے لوگوں کو کتاب وحکمت سکھانا، جو مسائل بڑے بڑے فلاسفروں سے حل نہ ہوں، نبی اس کو اشارے سے حل فرمادیں وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور نبی کی تشریف آوری سے پہلے تم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ اگر ہدایت ملی تو نبی کے صدقے۔

دوستان محترم! ٹائم بہت ہو چکا، رات کافی گذر چکی۔ مجھے یہ انتظامات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ واہ کتنا پیارا اہتمام ہے، کتنا اچھا انتظام ہے، کیا روشنی، کیا بلب، کیا ٹیوب لائٹیں، کیا خیمے، کیا تمبو، کیا قناتیں، کیا قمقمے، ماشاء اللہ بڑی رونق ہے۔ اللہ آپ کے اس خلوص کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میرا اور آپ سب کا اکٹھا ہونا قبول فرمائے، اے پروردگار عالم! جو کچھ بیان ہوا قبول فرما اور بیان میں جو لغزشیں ہوئی ہوں اسے معاف فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کے در کا غلام بنا، یا الٰہی ہم سب کو بخش دے، مصطفیٰ کے واسطے، سید الانبیاء، شہ ہر دوسرا کے واسطے، صدیق اکبر باصفا کے واسطے، رحم فرما فاروقِ اعظم بے ریا کے واسطے، ادب و حیا کی توفیق دے حضرت عثمان باحیا کے واسطے، دین اسلام پر ثابت قدم رکھ حضرت علی شیر خدا کے واسطے، ہر سب کی دعائیں قبول فرما میلا د مصطفیٰ کے واسطے۔ آمین۔

وَما علینا اِلَّا الْبَلاغ

☆☆☆

خطبہ ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلیٰ مَا هَدَا نَالِلَّذِیْنَ الْاَقْوَمَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمْ سَيِّدِ نَا وَمَوْلَا نَاوَمَا لِكِنَا مُحَمَّدٍ مَالِكِ رِقَابِ الْاُمَمِ وَعَلیٰ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اُولِی الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ

اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يَـٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوراً مُّبِيْناً. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ.

محترم سامعین! سب سے پہلے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ درود وسلام پیش کریں! **اللّٰھم صلی علی سیدنا ومولنا محمد وبارك وسلم**

بات کرنی ہے محبت کی، بات کرنی ہے عقیدت کی، بات کرنی ہے انسیت کی، بات کرنی ہے گلشن صداقت کے مہکتے ہوئے پھول کی، بات کرنی ہے جانشین رسول کی، بات کرنی ہے ملت اسلامیہ کے شفیق کی اور بات کرنی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ اگر ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ بات مکمل طور پر عیاں ہوجاتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کا اعلان کیا تو تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے، اسلامی ہسٹری ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے کے عام شہری نہیں تھے۔ بلکہ مکہ کی سب سے بڑی عدالت کے سب سے بڑے چیف جسٹس تھے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے کی سب سے بڑی عدالت کے قاضی القضاۃ تھے۔ اس وقت تک کوئی فیصلہ تکمیل تک نہیں پہونچتا تھا جب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصدیق کر کے اس پر مہر ثبت نہ کردیتے تھے۔ جب ہمارے نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ختم نبوت کا اعلان کیا۔ حضور غار حرا سے نکلے اور سیدھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مکان پر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا یَاخَدِیْجَةُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ اے خدیجہ چادر دو چادر دو! حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں۔ اے ابن عبداللہ! آپ کے جسم پر پسینہ کیوں آیا؟ میرے نبی نے فرمایا، اے خدیجہ! ایک بات تجھے بتاتا ہوں جو آج تک میں نے کسی سے نہیں کہی۔ میں تمہیں راز کی بات بتاتا ہوں "میں اللہ کا آخری پیغمبر ہوں۔ اس دنیائے انسانیت کا آخری رہنما ہوں"۔ فرمایا، اے خدیجہ! میں بشارت ابن مریم علیہ السلام ہوں۔ جس پیغمبر کی خوشخبری حضرت عیسیٰ پیغمبر نے دی تھی میں وہی آخری پیغمبر ہوں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے آپ کو نبی مانا تھا تو نکاح کیا تھا۔ آپ تو اب بتارہے ہیں، ورقہ بن نوفل نے تو پہلے ہی بتادیا تھا۔ فرمایا ورقہ بن نوفل نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ ایک اللہ کے آخری پیغمبر ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں کہ اے خدیجہ اب کلمہ پڑھ اور میرے ختم نبوت کا اعلان کر! تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے اپنی زبان سے فرمایا **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں تبلیغ اسلام پیش کی۔ آپ سفید چادر میں سوئے ہوئے ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا، اے جبرئیل پرواز کرتے ہوئے جاؤ اور میرے نبی سے کہہ دو **یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ** اے سفید چادر اوڑھنے والے! اگر نبی کالی کملی اوڑھے ہوئے ہیں تو اللہ نے فرمایا **یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ** اے کالی کملی والے کھڑے ہو جاؤ، گھر والوں کو تبلیغ اسلام سنادی اب باہر نکلو اور مجمع عام میں میری تبلیغ کی بات کرو۔ گھر والوں کو تبلیغ اسلام سناؤ، باہر والوں کو تبلیغ سناؤ۔ میرے نبی نے اپنے گھر والوں کو دعوت دی۔ بڑے بڑے سرداران قریش اکٹھے ہوئے۔ میرے پیارے آقا نے فرمایا

اے سردارانِ قریش! میں نے تمہیں کیوں دعوت دی ہے؟ مقصد واحد یہی ہے تاکہ میں تمہیں بتادوں کہ میں وہی نبی ہوں جس کی بشارت تورات میں، انجیل میں آئی ہے۔ میں وہی پیغمبر ہوں، میں وہی رسول ہوں۔ سب خاموش ہوگئے۔ ابولہب نے کہا، خدا تیرے ہاتھ برباد کرے (معاذ اللہ)۔ تو نے ہمیں اسلئے بلایا کہ تمہیں نبی مانیں۔ نبی غمگین ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرئیل امین کو حکم دیا۔ جاؤ جبرئیل! میرے محبوب سے کہہ دو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس نے اپنی گندی زبان سے یہ الفاظ کہے ہیں تو ہم قرآن میں فرمادیتے ہیں تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اے نبی! اس نے گندی زبان سے کہا کہ خدا کرے تیرے ہاتھ جلیں۔ اے محبوب مایوس نہ ہونا، تیرا ہاتھ تو خدا کا ہاتھ ہے۔ اے نبی! تیرا ہاتھ یداللہ ہے، تیرا چہرہ وجہ اللہ ہے، تیری زبان لسان اللہ ہے، تیرا حکم امراللہ ہے، تیرا دستور دستوراللہ ہے، تیرا آئین آئین اللہ ہے، تیری شفقت رحمۃ اللہ ہے، تیرا پیام پیام اللہ ہے، تیری نورانیت نوراللہ ہے۔ اے پیارے! تیرا سبق لا الٰہ الا اللہ اور تیرا وجود محمد رسول اللہ ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کلمہ طیبہ پڑھا پھر میرے آقا نے سردارانِ قریش کو دعوت اسلام دی مگر کسی نے بات نہیں مانی، سب اپنی اپنی جوتیاں لے کے جانے لگے۔

اُن واپس جانے والوں میں ایک بچہ بھی تھا۔ آنکھیں آئی ہوئی تھیں، وجود بڑا نحیف تھا، ٹانگیں کمزور تھیں، جسم بڑا لاغر تھا۔ نام اس کا علی ابن ابی طالب تھا۔ فوراً مجمع میں کھڑا ہوگیا اور عرض کیا، یارسول اللہ! اَنَا نَاصِرُکَ! یارسول اللہ، اے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم بڑے بڑے سردار واپس جارہے ہیں، بڑے بڑے قریشیوں کے قائد واپس جارہے ہیں۔ مگر جب تک علی کے جسم میں جان ہے تو یہ جان آپ کے نام پر قربان ہے۔

تو حضرات محترم! سب سے پہلے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے کلمہ طیبہ پڑھا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کی نبوت کا اقرار کیا۔ موالی میں سب سے پہلے سیدنا زید بن حارثہ نے ایمان کی سعادت حاصل کی اور غلاموں میں سب سے پہلے سیدنا بلال حبشی اسلام کی سعادتوں سے سرفراز ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بفیض رب میرے پیارے نبی مکے کے بازار میں تشریف لائے اور فرمایا "او بازار والو! پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر ہی نہیں۔ دیکھو میں اللہ کا آخری نبی بن کر آیا ہوں، دنیائے انسانیت کا آخری رہنما (بحیثیت نبی) ہوں، خدا کا یار ہوں، امت کا غمخوار ہوں، مدینے کا تاجدار ہوں اور سارے نبیوں کا سردار ہوں"۔ اتنی دیر میں مکے کے چودھری اکٹھے ہوگئے اور کہنے لگے: "اے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ذرا بتاؤ تم پر کون ایمان لایا ہے، تجھ کو ایک سال ہوگیا، بتا تیرا کلمہ کس نے پڑھا؟ میرے آقا نے فرمایا (حضرت) خدیجہ نے کلمہ پڑھا ہے۔ تو لوگوں نے اعتراض کیا وہ تیری بیوی ہے۔ جو کچھ میاں کہے گا بیوی مانے گی۔ یہ کوئی بڑی بہادری نہیں کہ میری بیوی نے مان لیا۔ تو میرے نبی نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی ایمان لایا ہے۔ تو لوگوں نے کہا علی بن طالب اگرچہ سچا ہے مگر پھر بھی تو آٹھ سال کا بچہ ہے۔ کوئی جوان بتا جس نے تیرا کلمہ پڑھا ہے۔ تو میرے آقا نے فرمایا "بلال حبشی نے کلمہ پڑھا"۔ تو لوگوں نے پھر اعتراض کیا کہ وہ تو غلام ہے۔ ایسا آدمی بتا جو عاقل بھی ہو، بالغ بھی ہو، سمجھدار بھی ہو، آزاد بھی ہو۔ جب یہ طعنہ کفار مکہ نے میرے نبی کو دیا کہ کوئی ایسا آدمی بتا جو تجھ پر ایمان لایا ہو، آزاد بھی ہو، سمجھدار بھی ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آغوشِ اسلام میں

اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ میرے یار کو طعنہ ملا، فوراً کرسی کو ٹھوکر لگائی اور ایک برجستہ اعلان کیا کہ اے مکے والو! تم نے میرے یار کو طعنہ دیا ہے کہ "تجھ پر کون ایسا جوان ایمان لایا ہے؟" دیکھو میں تمہاری سب سے بڑی عدالت کا قاضی القضاۃ بھی ہوں، میں جوان بھی ہوں، سمجھ دار بھی

ہوں، عاقل بھی ہوں اور قبیلے کا سب سے بڑا سردار بھی ہوں۔ میں اعلان کرتا ہوں اب جب تک ابوبکر کے جسم میں جان ہے محمد کی میم پر قربان ہے۔ درود شریف...

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ طیبہ پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور میرے نبی نے زبان ختم نبوت سے فرمایا، میں نے جس کو بھی دعوتِ اسلام دی ہے اس نے سوچنے کا موقعہ مانگا کہ میں ذرا غور کروں۔ لیکن میرا ابوبکر ہے کہ جس نے سوچا ہی نہیں فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر اعلان کیا۔ ''اے لوگو! اپنے پیارے نبی کے نام پر صدیق جان قربان کر رہا ہے اور میرے پیارے نبی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو تھام کر ارشاد فرمایا یَا اَبَابَکْرٍ اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ. اے ابوبکر تو دنیا و آخرت کا میرا ساتھی ہے اور دوست ہے۔ اے لوگو! کوئی دوست ہوتا ہے تجارت کیلئے، کوئی دوست ہوتا ہے دولت کیلئے، کوئی دوست ہوتا ہے دنیا کے منافع کیلئے اور میرا دوست صرف مکہ ہی کا نہیں، ابوبکر دنیا کا بھی دوست ہے اور آخرت کا بھی دوست ہے۔ دوست وہ نہیں ہوتا ہے جو مشکل کے وقت میں بھاگ جائے۔ وہ دوست کیلئے دوست نہیں جو الیکشن کا وقت آئے تو ان کا نعرہ لگائے۔ وہ کیسے دوست ہیں جب وقت آئے تو خواجہ غریب نواز کے مزار پاک پر چادر چڑھائے۔ ختم پڑھوا کے حلوے کی دیگ میں چمچہ بھی پھروا دے۔

[illegible] دوست تھے۔ ایک دوست کے ہاتھ میں بڑی خوبصورت انگوٹھی تھی۔ دوسرے دوست [illegible] بھائی دوست! معاملہ ایسا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں جو انگوٹھی ہے وہ ہمیں عنایت فرمائیں اور جب جب میری نظر اس انگوٹھی پر پڑے گی تو محبت بڑھے گی، پیار و محبت میں اور اضافہ ہوگا۔ تو [illegible] بھائی دوست میں تو انگوٹھی نہیں دیتا۔ بس جب جب آپ کی نظر اپنی خالی انگلی پر پڑے گی [illegible] آ جائے گی کہ میں نے دوست سے انگوٹھی مانگی تھی مگر اس نے نہیں دی۔ بس اتنا ہی [illegible] آ جائے گی۔

دوست وہ نہیں ہوتا جو دوست کے دل کو کبیدہ کرے اسی لئے تو سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دوست آں دانم کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و در ماندگی

دوست وہ ہے جو پریشانی اور درماندگی میں دوست کا ہاتھ پکڑے۔

اسلئے پھر ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ دو دوست تھے اور کہیں جا رہے تھے کہ اس درمیان کچھ ایسا معاملہ بھی پیش آیا کہ ایک دوست کی پٹائی ہونے لگی۔ لوگ اسے مارنے لگے تو اس کے دوست نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تو پیٹنے والے کو اور حسین موقعہ مل گیا۔ بہت بری طرح اس کی پٹائی ہوئی۔ جب جھگڑا ختم ہو گیا تو اس نے کہا ارے آپ کیسے دوست ہیں کہ ہماری پٹائی ہو رہی ہے اور آپ ہمارے ہاتھ تھامے ہوئے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا، اے دوست تمہیں معلوم نہیں؟ کہ دوست وہ ہے جو پریشانی اور درماندگی میں دوست کا ہاتھ پکڑے! تو اسی لئے میں نے آپ کے ہاتھ پکڑ لئے۔ دیکھا جناب! آج کل کے دوست ایسے ناسمجھ اور کم عقل والے ہوتے ہیں کہ دوست کی پٹائی ہو رہی ہے اور آپ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور کچھ دوست مطلب پرست ہوتے ہیں مطلب نکل گیا تو پہچانتے نہیں۔ ارے دوستانِ محترم ''دوست'' درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو ہر وقت ساتھ، خوشی میں ساتھ، غم میں ساتھ، مکے میں ساتھ مدینے میں ساتھ، بدر میں ساتھ، احد میں ساتھ، خندق میں ساتھ، جنگل میں ساتھ، بیابانوں میں ساتھ، وعظوں میں ساتھ، نمازوں میں ساتھ، قیام میں ساتھ، رکوع میں ساتھ، سجود میں ساتھ، غار میں ساتھ اور آج تک مزار میں ساتھ۔ درود شریف...

اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ ساری دنیا ہمارے نبی کے دروازے پر گئی مگر ہجرت والی رات میرے نبی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی عظمت پر ربانی قربان جائے۔ میرے پیارے سرورِ کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو وطن چھوڑ دیں۔ میرے نبی نے فرمایا: اے ابوبکر اللہ کا نبی ہوں۔ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔ جو حکم خدا ہوتا ہے وہی پیام مصطفیٰ ہوتا ہے۔ ایک دن آئے گا جب ہم مکہ چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابوبکر تیاری میں لگے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ کب وہ دن آئے۔ آخر اللہ کی طرف سے حکم ہوا۔ تو اس وقت گھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس صرف علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال وسامان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانۂ نبوت میں تھیں۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینے چلے آنا۔

اور میرے نبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ دنیا جانتی ہے رسول کہاں جارہے ہیں۔ یہ عرب کا جھومر، یہ عجم کا زیور، یہ امن وسکون کا پیکر، یہ اللہ کا پیغمبر، یہ فاطمہ کے ابا، یہ کعبہ کا کعبہ کہاں جارہا ہے۔ اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ سارے نبیوں کے امام آج ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی کون؟ فرمایا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم میں اللہ کا رسول ہوں۔ میرے آقا نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت عطا فرمادی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ہمیں بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار مہینے پہلے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کیں کہ ہجرت کی وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی حاضر ہیں ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمالیں۔ میرے آقا نے فرمایا، قبول ہے مگر اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمانِ رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔

خورشید رسالت دوشِ صدیق پر

میرے پیارے آقا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جارہے ہیں۔ اسلامی نظام کیلئے آئین قرآن کیلئے، دستور اسلام کیلئے، حیات انسانی کیلئے، دنیا کو جہنم سے بچانے کیلئے، جنت کا دروازہ دکھلانے کیلئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جارہے ہیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہوگئے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاندھا حاضر ہے، بیٹھ جاتا ہوں آپ اوپر تشریف رکھئے۔ میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ میرے آقا نے فرمایا ابوبکر بیٹھ جا۔ میں محمد عربی تجھ پر سواری کرتا ہوں: جو تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں ان سے پوچھو، ان سے سوال کرو کہ جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ ہمارے کندھے پر تشریف رکھیں تو میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نبوت کا بار اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تو میرے آقا نے اپنا بایاں قدم ادھر رکھا اور دایاں قدم ادھر رکھا۔ اب جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے ہیں ''آقا! بیٹھ گئے''؟ فرمایا ''ہاں پیارے! بیٹھ گیا''۔ اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہونے لگے۔ تو میرے نبی نے نبوت والے دونوں ہاتھ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھ دیئے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ صدیق اکبر اکیلا ہے۔ اس پر ختم نبوت کے ہاتھوں کا سہارا ہے۔ اب جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ وقت پیارا مل گیا۔ کبھی دایاں قدم چومتے ہیں، کبھی بایاں قدم چومتے ہیں۔ میرے آقا نے فرمایا کیا کر رہے ہو؟ ابوبکر نے عرض کیا: آقا معراج کر رہا ہوں۔ فرمایا معراج کیسی؟ آقا! آپ کی معراج لوح وقلم اور لامکاں تک اور

میری معراج ہے آپ کے قدم مبارک تک۔ اللہ اکبر! آج صدیق اکبر کس کو اٹھا کے جارہے ہیں؟ کہہ دو قرآن والے کو، اب صدیق اکبر قرآن والے کو اٹھائے لئے جارہے ہیں۔ کس کی جرأت ہے کہ صدیق سے آگے چلے۔ علامہ قاری عبدالغفور مجھ سے کہیں کہ ربانی صاحب! بڑی مدت کے بعد ہمارے شہر میں آیا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان تمام دوستوں کو بھی ساتھ لے کر میرے مکان چل کے ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر کردے، برکت ہو جائے گی۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک بچہ کے ہاتھ میں قرآن کا ایک نسخہ دے دوں آپ حضرات بیٹھے رہیں۔ بتایئے بچے کے آگے چلیں گے یا پیچھے؟ بچے کے پیچھے۔ عقل کرو بچے کے پیچھے۔ اگر ایک بچہ قرآن اٹھا کے جارہا ہے، ربانی کے پیچھے اگر ایک بچہ قرآن اٹھائے تو پیر پیچھے، قطب پیچھے، سید ہے تو وہ بھی پیچھے، ولی پیچھے، ابدال پیچھے، علامہ پیچھے، مفتی پیچھے، شیخ الحدیث پیچھے، مفسر پیچھے، مدبر پیچھے، منسٹر پیچھے، لیڈر پیچھے، صدر پیچھے، پریسیڈنٹ پیچھے، پردھان پیچھے، مکھیا پیچھے، سکریٹری پیچھے، ممبر پیچھے، سب ہی پیچھے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن والے کو اٹھا کر لے جا رہے تھے، علی کی کیا طاقت تھی کہ صدیق اکبر کے آگے چلتے۔ ساری تاریخ پڑھ کے دیکھ لیجئے۔ میرے پیارے علی مرتضیٰ صدیق اکبر کے پیچھے چلے۔ اے علی! تو تو اہل بیت کا چشم و چراغ ہے۔ فرمایا ٹھیک کہتے ہو مگر وہ دیکھو قرآن والے کو اٹھا کر لے جارہا ہے۔ ہم حضرت علی کو مولیٰ علی کہتے ہیں، ہم حضرت علی کو حیدر جانتے ہیں، صاحب اسرار مانتے ہیں۔ ربانی دنیائے انسانیت کو متوجہ کرتا ہے کہ آؤ علی کے دربار میں آؤ۔ جس کو علی سے پیار نہیں ہمیں اس کی نمازوں پر اعتبار نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ جب علی کو مانتے ہیں تو اس کو بھی مانو جس کے پیچھے علی نے ڈھائی سال نمازیں پڑھی ہیں۔ میرے علی نے ڈھائی سال تک صدیق اکبر کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ کوئی تاریخ میں ایسا مقام نہیں ہے جہاں صدیق اکبر ہوں اور علی نہ ہوں۔ جہاں علی، وہیں صدیق، جہاں صدیق وہیں علی۔ آج غلط فہمیاں ہوگئی ہیں کہ حضرت علی کو سنی نہیں مانتے۔ ہم حضرت علی کے در کے گدا ہیں، ہم حضرت علی کے ماننے والے ہیں، لیکن ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ علی امام المتقین ہیں، علی متقیوں کے امام ہیں، علی پرہیزگاروں کے امام ہیں، علی خواجہ غریب

نواز کے امام ہیں، علی نظام الدین اولیاء کے امام ہیں، علی حضرت صابر کلیری علیہم الرحمۃ والرضوان کے امام ہیں۔

علی تمام ولیوں کے امام ہیں

علی امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کے امام ہیں۔ علی بھیک مانگنے والوں کے امام نہیں، علی چرس پینے والوں کے امام نہیں، علی کسی کی بہن کو گندی نگاہوں سے دیکھنے والوں کے امام نہیں، علی بے نمازیوں کے امام نہیں، علی تو نماز پڑھنے والوں کے امام ہیں۔ ہم کہتے ہیں آؤ علی کے دروازے پر آؤ۔ علی، علی کرو۔ ہم حضرت علی کی عظمت کا نقصان نہیں چاہتے لیکن ہم اتنا کہتے ہیں کہ اگر حضرت علی کو مانتے ہو تو ان کے دوستوں کو بھی مانو۔ میرے نبی نے فرمایا، علی مجھے پیارا ہے۔ میرے آقا نے اپنی زبان نبوت سے فرمایا علی کے والد ابو طالب نے میری پرورش کی تو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا دے کر حق ادا کر دیا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنی فاطمۃ الزہرا دے دی۔ حضرت عثمان غنی نے اسلام کی خدمت کی تو ہم نے اپنی دو بیٹیاں جناب رقیہ اور ام کلثوم کو نکاح میں دے دیا۔ فاروق اعظم نے اسلام کو سہارا دیا تو ہم نے انہیں فاروق اعظم کا تاج پہنا دیا۔ مگر یہ ابوبکر ہے جس کا حق یا قرض میں ادا نہ کرسکا، جس کا حق یا قرض ادا کرے گا تو ساری کائنات کا مالک و خالق ادا کرے گا۔ ہاں تو میں عرض کررہا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے۔ کچھ روز قیام کرنے کے بعد جب غارِ ثور سے باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کی طرف رخ کیا۔ جب قریب پہنچے تو قبیلہ بنونجار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں کہہ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا   مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ شُکْرُ عَلَیْنَا   مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ

''پہاڑ کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند نکل آیا۔ ہم پر شکر واجب ہے۔ جب

دعا مانگنے والے خدا سے دعا مانگیں"۔ آ گیا چودھویں کا چاند آ گیا، آ گیا آ گیا چودھویں کا چاند آ گیا۔

مگر کسی کو پتہ نہیں ان دونوں میں رسول کون ہیں۔ اب لڑکیاں پوچھ رہی ہیں نبی کون ہے؟ سب نے اپنی انگلیاں صدیق اکبر کی طرف اٹھائیں۔ دوستانِ محترم! احقر ربانی دعوتِ فکر دیتا ہے کہ ذرا غور کرو۔ صدیق اکبر نے دیکھا سب کی نظریں میری طرف ہیں، سب کی نگاہیں میری طرف ہیں، ہمیں نبی سمجھ رہے ہیں تو صدیق اکبر نے جلدی سے اپنی قمیص اتاری اور پنکھے کی شکل میں ہوا دینے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو غلام ہوں، آقا یہ آ رہے ہیں۔ میرے آقا نے فرمایا ابوبکر یہ کیا ہو رہا ہے؟ عرض کیا ساری دنیا میری طرف ہو رہی تھی، میں نے آپ کی طرف متوجہ کیا ہے۔ پیارے آقا نے فرمایا جو تیری طرف متوجہ ہو گا وہ کبھی گمراہ نہ ہو گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر آدمی کی یہی خواہش تھی کہ حضور میرے گھر قیام فرماتے۔ بڑے بڑے سرداروں نے اپنی خواہشات کا اظہار کیا کہ اللہ کے رسول میرے گھر قیام فرماتے۔ مگر میرے پیارے آقا نے ارشاد فرمایا: "میری اونٹنی کو چھوڑ دو اور اونٹنی جس کے گھر پر بیٹھ جائے تو سمجھو کہ میرا قیام اسی گھر میں ہو گا"۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی چھوڑ دی گئی۔ اب اونٹنی چل رہی ہے۔ سب کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ چنانچہ جس جگہ آج مسجد نبوی شریف ہے اس کے قریب ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ اسی جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے مکان پر قیام فرمایا۔

نورِ مجسم

اس وقت مدینہ میں کوئی ایسی جگہ جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں، نہیں تھی۔ اسلئے مسجد کی تعمیر نہایت ضروری تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے قریب ہی بنونجار کا

ایک باغ تھا۔ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے اس باغ کو قیمت دے کر خریدنا چاہا۔ ان لوگوں نے یہ کہہ کر کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا ہی سے اس کی قیمت (اجر و ثواب) لیں گے"۔ مفت میں یہ زمین مسجد کی تعمیر کیلئے پیش کر دی۔ لیکن یہ زمین اصل میں دو یتیموں کی تھی۔ آپ نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلا بھیجا۔ ان یتیم بچوں نے بھی زمین مسجد کیلئے نذر کرنی چاہی۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا اسلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے آپ نے اس کی قیمت ادا کر دی۔

اس زمین میں چند درخت، کچھ کھنڈرات اور کچھ مشرکین کی قبریں تھیں۔ آپ نے درختوں کو کاٹنے اور مشرکین کی قبروں کو کھود کر پھینک دینے کا حکم دیا۔ پھر زمین کو ہموار کر کے خود اپنے دست مبارک سے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی۔ ربانی دنیائے انسانیت کو متوجہ کرتا ہے کہ خلافت کا مسئلہ اسی دن حل ہو گیا تھا جس دن مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ میرے نبی نے اپنے دست مبارک سے پتھر رکھا اور پھر فرمایا "اَیْنَ اَبُوبَکْرٍ" کہاں ہیں ابوبکر؟ عرض کیا حضور حاضر ہوں۔ فرمایا "جلدی کرو"، احقر کہتا ہے خدا کی بارگاہ سے ڈرو، جس منبر پر بیٹھے ہو اس منبر والوں سے حیا کرو۔ رسول کا دندان مبارک شہید ہوا۔ کتنی طرف سے آوازیں آئیں۔ میرے رسول کا جسم مبارک طائف میں خون سے لہولہان ہو گیا۔ مگر طائف کے قلعے سے آواز نہیں آئی۔ ہر آدمی کہتا ہے آواز نہیں آئی، احقر کہتا ہے غلط کہتے ہو آواز نہیں آئی ہے، عرش کے فرشتوں کا سلام آیا ہے۔

یہ چار یار کب سے تھے؟ یہ اسی دن سے تھے جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ میرے پیارے نبی نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، سب سے پہلا پتھر میرے نبی نے رکھا پھر میرے نبی۔ ز فرمایا: "این ابو بکر" کہاں ہے ابوبکر؟ عرض کیا حاضر ہوں۔ فرمایا جلدی کرو! اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو۔ پھر میرے نبی نے فرمایا: "اَیْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب" کہاں ہے عمر بن خطاب؟ عرض کیا حضور حاضر ہوں۔ فرمایا "اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو"۔ پھر میرے نبی نے فرمایا "اَیْنَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانٍ" کہاں ہے عثمان ابن عفان؟ عرض کیا حضور حاضر ہوں!

فرمایا اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو۔ پھر میرے نبی نے ارشاد فرمایا "اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِب" کہاں ہے علی ابن ابی طالب؟ عرض کیا حضور! حاضر ہو۔ فرمایا اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو۔ اب دوستانِ محترم! آپ بتایئے، کل کتنے پتھر رکھے گئے؟ ایک پتھر تو نبی صادق الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ دوسرا پتھر حضرت ابوبکر نے رکھا۔ تیسرا پتھر حضرت عمر فاروق نے رکھا۔ چوتھا پتھر حضرت عثمان غنی نے رکھا۔ پانچواں پتھر حضرت مولیٰ علی نے رکھا۔

آج دنیا کہتی ہے ہم پنجتن کے ماننے والے ہیں، احقر ربانی کہتا ہے کہ مسجد نبوی کی بنیادوں میں جن پنجتنوں نے پتھر رکھے ان پنجتنوں کو بھی مانو۔ اصل پنجتن وہی ہیں جنہوں نے مسجد نبوی کی بنیاد میں اپنے ہاتھوں سے پتھر رکھے۔ اہل بیت کے پنجتن بھی حق اور خلافت کے پنجتن بھی حق۔ جب پانچ پتھر بالترتیب رکھے گئے اتنی دیر گذری کہ میرے نبی نے نبوت والے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ اے بادشاہوں کے بادشاہ! جس ترتیب سے میں نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی ہے، قیامت تک تو اس ترتیب کو قائم رکھ۔ تو معلوم ہوا، پتہ چلا خلافت کا مسئلہ اسی دن حل ہو گیا تھا جب مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق اکبر سے پیار تھا۔ دیکھو! لوگ کتنے سمجھ دار بیٹھے ہیں۔ آپ بتائیں جس مولوی یا امام پر اعتبار نہیں آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے؟ نہیں! حضرت مولیٰ علی کو اعتبار تھا تو پورے ڈھائی برس تک صدیق اکبر کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

میرے ملت کے نوجوانو! جناب صدیق اکبر کا آخری وقت آیا تو آپ نے عبدالرحمٰن سے فرمایا "جاؤ میرے علی ابن ابی طالب سے کہو تم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ انہیں ہاتھوں سے مجھے غسل دیا جائے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو غسل دیا تھا۔ دوستانِ محترم! جب پوری خبر

پھیل گئی کہ حضور پردہ فرما گئے۔ اب بتایئے کہ حضرت علی کو صدمہ ہوا ہوگا یا نہیں؟ کالجوں میں پڑھنے والو! یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والو! احقر ربانی کہتا ہے اپنا طرز فکر بدلو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدمہ ہوا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا۔ میرے پیارے علی نے سینے پہ ہاتھ نہیں مارا، حضرت علی مرتضیٰ شہید ہو گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت امام حسین نے سینے پہ ہاتھ نہیں مارا، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالموں نے زہر پلا دیا، آنتیں کٹ کٹ کر باہر آنے لگیں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا۔ قاسم کی جوانی لٹ گئی، حضرت امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا۔ عون محمد میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرما چکے حضرت امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا، عباس بھائی کے بازو کٹ چکے امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا، چھ ماہ کا بیٹا علی اصغر حلق پر تیر کھا کے کوفیوں کے ظلم وستم کا نشانہ بن گیا امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا، سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی کو خون میں نہایا ہوا دیکھا سیدہ زینب نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا، حضرت زین العابدین بیمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری کی حالت ناقابل برداشت ہو گئی امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا، بچی سکینہ کی آہ وزاری و بے قراری نے عرش کو لرزہ دیا امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا۔ اور خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم اطہر بھی تیروں اور تلواروں، نیزوں اور بھالوں سے زخمی ہو گیا پھر بھی امام حسین نے سینے پر ہاتھ نہیں مارا۔ احقر ربانی کہتا ہے جو کام اماموں نے کیا وہ کام تم بھی کرو۔ حضرت امام حسین نے کلام پاک کی تلاوت کی، تم بھی تلاوت کرو، انہوں نے صبر وضبط اور تحمل سے کام لیا تم بھی صبر وضبط اور تحمل سے کام لو، حضرت امام حسین نے سینہ کوبی نہیں کی تم بھی سینہ کوبی نہ کرو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مولیٰ علی نے غسل دیا، کفن بھی حضرت علی نے دیا اور جب جنازہ تیار ہوا تو بائیں طرف کندھا دینے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آج اخباروں کے اندر سرخی سے خبریں آتی ہیں، خوش نصیب انسان وہ ہے جس کے جنازہ کو ملک کے صدر نے کندھا دیا۔ فل پاور والا انسان وہ تھا جس کے جنازہ کو کمشنر نے آ کر کندھا دیا۔ زہے قسمت اس شخص کی جس کے جنازے میں پارلیمنٹ کے ایم

پی نے کندھا دیا، بڑا آدمی وہ ہے جس کے جنازہ میں ایم پی بھی آئے۔ لوگو! اپنا طرز فکر بدلو، جس کے جنازہ میں ملک کے صدر نے آکر کندھا دیا تو کہتے ہو وہ پاورفل جنٹلمین تھا، جس کے جنازہ کو کمشنر یا ڈی ایس پی آکر کندھا دے تو وہ بڑی شان والا آدمی تھا، جس کے جنازہ کو پارلیمنٹ کا ایم پی آکر کندھا دے تو تم کہتے ہو وہ بلند قسمت انسان تھا، جس کے جنازہ کو منسٹر آکر کندھا دے تو وہ خوش نصیب انسان تھا۔ احقر ربانی اس صدیق اکبر پر کیوں نہ قربان جائے جس کے جنازہ کو کندھا دینے والا شیر خدا حیدر کرار تھا۔

میرے ملت کے جوانو! آج تک مدینے والے بیان کرتے ہیں کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھا تو چھوٹے چھوٹے بچے رو رہے تھے، عورتیں گھروں میں آہ و بکا کر رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشانی چلی گئی، حضرت علی کی آنکھوں میں اتنے آنسو آگئے کہ ان کے بیٹے حضرت امام حسین فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا میرے والد محترم کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔ لوگوں نے کہا جلدی کرو، جلدی کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق کا جنازہ گلی سے نکالو۔ حضرت علی فرماتے ہیں ''عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے، ہر گلی کوچے سے ذرا جھوم کے نکلے''۔

حضرت علی کاندھا دیئے ہوئے ہیں، آنکھیں نم اور حضرت امام حسن کے چہرے پر الم، امام حسین کے دل میں غم۔ کون جا رہا ہے؟ جانشین رسول جا رہا ہے، صاحب غار جا رہا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جنازہ روضۂ انور کے سامنے رکھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب یار آگیا اور دروازہ بند تھا، یکایک دروازہ کھلا۔ آواز آئی ''اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ'' اگر غار والا یہی ہے تو مزار والا بھی یہی ہے۔ علماء عرب فرماتے ہیں کہ لحد مبارک تیار کرنے والے بھی شیر خدا تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لحد مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دست مبارک سے تیار کی تھی۔ دینے والا علی اور لینے والا نبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی لحد میں اتارا تو حضرت علی نے فرمایا گواہ رہنا میرے ساتھیو! میں نے نبی سے بیٹی لی تھی اور ابوبکر نے دی تھی۔ آج حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں۔ میں اپنے نوجوانوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جاگنے کی بڑی ضرورت ہے۔ آج جو اہلبیت کی آڑ میں صحابہ کرام پر اعتراض کرتے ہیں، اہم ان سے الجھنا نہیں چاہتے ہیں۔ ہم ملک میں امن چاہتے ہیں، ہم ملک میں اتحاد چاہتے ہیں، ملک کی فضاؤں کو خراب کرنا نہیں چاہتے اور ہم یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہہ دینا چاہتے ہیں کہ آج یہاں کے مسلمان بے عزت نہیں ہیں، گنہگار تو ضرور ہیں مگر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متوالے ہیں، خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائی ہیں، اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چاہنے والے ہیں۔ کٹ تو جائیں گے مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین برداشت نہیں کریں گے۔

دوستانِ محترم! مدینۃ المنورہ میں ایک قبرستان ہے جس کا نام جنت البقیع ہے۔ ایک دن میرے حضور نے فرمایا: اے ابوبکر قریب آؤ۔ ذرا مدینہ منورہ کی سیر کریں۔ ایک امتیوں کا شفیق ہے دوسرا امتیوں کا صدیق ہے۔ اللہ اکبر! دونوں سیر کیلئے جا رہے ہیں، سیر کرتے کرتے قبرستان جب عبور کر گئے تو میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کا کندھا پکڑ کر ہلایا اور فرمایا ''تو کتنی شان والا ہے!'' حضرت ابوبکر صدیق عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میری کیا شان ہے؟ فرمایا ابوبکر تو قبرستان سے گذر رہا تھا تو تیز ہوا چلی تھی۔ اس ہوا سے تیری داڑھی کا ایک بال قبرستان میں گر گیا تو رب عزوجل نے حکم دیا فرشتو! اس قبرستان میں جتنے قبرستان والوں پر عذاب ہو رہا ہے جلدی ختم کردو۔ میرے نبی کے یارِ غار صدیق اکبر کی داڑھی کا ایک بال گر گیا تو عذاب ختم کر دیا گیا اور ہم تو چار یاروں کے ماننے والے ہیں اور آپ اندازہ لگایئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مسجد نبوی بنوائی تھی تو حضور نے فرمایا تھا ''ایسی مسجد تیار کرنی چاہیئے جو یہودیوں کی عبادت گاہوں سے مشابہ نہ ہو، نہ عیسائیوں کے گرجے سے مشابہت ہو۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہید پیش کی کہ ہماری مسجد کے چار مینار ہونا چاہئے، دو اوپر ہونا چاہیئے اور دو دروازے پر ہونا چاہئے۔ میرے پیارے نبی نے فرمایا، میرے یار بھی چار ہیں تو میری مسجد کے مینار بھی

چار ہوں گے۔ پھر میرے نبی نے فرمایا ''یا علی! آج سے تیرا نام ہم نے حیدر کرار رکھا ہے
اسلئے کہ بہت سے لوگ نام تیرا رکھیں گے تو چار کے قائل نہیں ہوں گے۔ ہم نے تیرا نام اسلئے
حیدر رکھا ہے کہ جب وہ حیدر کا لفظ کہیں گے تو چار کا لفظ تو ادا ہو ہی جائے گا ح، ی، د، ر۔ حیدر
کے حرف بھی چار اسلئے کہ اس کے نبی کے یار ہیں چار، کسی نے کہا آپ کا کیا نام ہے، فرمایا
زمین پر میرا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور آسمان پر میرا نام احمد ہے۔ عرض کیا، مطلب
فرمایا نبی نے ''م، ح، م، د، محمد کے حرف بھی چار، ا، ح، م، د، احمد کے حرف بھی چار، اسلئے کہ
میرے یار بھی ہیں چار''۔ کسی نے پوچھا فاطمۃ الزہرا سے ''آپ کا کیا نام؟'' فرمایا میرا نام تو
فاطمہ ہے۔ نبی نے محبت سے میرا نام بتول رکھا ہے۔ کہا کیا مطلب؟ تو فرمایا ''ب، ت، و، ل
کے حرف بھی چار اسلئے کہ اس کے والد نبی کے چار ہیں یار۔ کسی نے پوچھا اے کربلا کے مسافر
تیرا نام کیا ہے؟ فرمایا میرا نام حسین ہے۔ کہا کیا مطلب؟ فرمایا ''دیکھو ح، س، ی، ن، حسین
کے حرف بھی چار اسلئے کہ میرے نانا کے یار ہیں چار''۔ کسی نے کہا یہ تو کتاب ہے آسمانی
الہامی، نازل کرنے والا رب العلمین، لے کے آنے والا جبرئیل امین اور جن پر نازل ہوئی کہہ
دو وہ ہے رحمۃ للعلمین اس کا کیا نام ہے؟ فرمایا گیا قرآن۔ کہا کیا مطلب؟ فرمایا دیکھو! ق، ر،
آ، ن کے حروف چار۔ اسلئے جن کے قلب سلیم پر نازل ہوا ان کے یار ہیں چار۔ کسی نے پوچھا
وہ تو رب ہے، مومن و مہیمن ہے، عزیز ہے، جبار ہے، اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے،
علیٰ کل شیءِ قدیر ہے۔ مگر اس کا اصلی نام کیا ہے؟ کہا گیا ''اللہ''۔ کیا مطلب؟ فرمایا ا، ل، ل،
ہ، اللہ کے حروف بھی چار، اسلئے کہ اس کے محبوب نبی کے یار ہیں چار۔ میرے ملت کے جوانو!
بھول چکے ہو احقر ربانی دعوت فکر دیتا ہے۔ حیدر کے حرف بھی چار، محمد کے حرف بھی چار،
قرآن کے حرف بھی چار، اللہ کے حرف بھی چار، نبی کے یار بھی چار، نبی کی بیٹیاں بھی چار۔
جنہوں نے مانا ان چاروں کو انھیں کا بیڑا پار، یہ چار یار! احقر ربانی نے سنّی بنائے، خواجہ
اجمیری نے سنی بنائے، غزالی نے سنی بنائے، امام اہل سنت نے سنی بنائے۔

میں لوگوں کو متوجہ کرتا ہوں ''خصوصاً جو کالجوں میں پڑھتے ہیں، میں ان کو متوجہ کرنا چاہتا

ہوں۔ اگلے دنوں میں لاہور کے کالج کے پروفیسر نے کہا مولانا صاحب قرآن میں لکھا ہے کہ
حضرت ابوبکر صدیق ڈر گئے۔ نبی کو کہنا پڑا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ میں کالج کے
نوجوانوں کے اذہان کو متوجہ کرتا ہوں کہ عربی مطالعہ میں وسعت پیدا کرو۔ حزن کا مطلب یہ
نہیں کہ آدمی خود ڈر جائے۔

عربی میں دو الفاظ ہیں، ایک ہے ''حزن'' ایک ہے ''خوف''۔ خوف اسے کہتے ہیں جسے
اپنی جان کا ڈر لگا ہو۔ حزن اس کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کو دوسرے کا غم اور فکر ہو، قرآن کے
اندر خوف کا لفظ نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا یاد کرو جب غار میں دو تھے۔ تو ابوبکر نے عرض کیا آقا دشمن آ رہے ہیں۔
فرمایا ''لاتحزن'' میرا غم مت کر، پریشان نہ ہو۔ دوستو! حضرت ابوبکر کو اپنی جان کا غم نہیں تھا بلکہ
انہیں حزن اس بات کا تھا کہ کہیں میرے آقا کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ تو میرے نبی نے فرمایا اے
ابوبکر! فکر کی بات نہیں ہے۔ ان اللہ معنا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، اللہ ہی ہمارا ناصر و
حامی ہے۔ ہم صحابہ کے ماننے والے ہیں۔ دوستانِ محترم! سب صحابہ برحق ہیں۔ مگر صدیق
اکبر ایسے صحابی ہیں جن کی گواہی قرآن نے دی ہے۔

وما علینا اِلّا البلاغ

☆☆☆

خطبہ ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاعوذ باللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِی شَانِ حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً وَّ سَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

نہایت ہی واجب الاحترام علمائے اہل سنت، نوجوانانِ ملت، بانیانِ جلسہ پاک میرے قابل قدر بزرگو، دوستو اور نوجوان ساتھیو! اس مختصر سی تقریر میں محبت کی بات کرنی ہے، عقیدت کی بات کرنی ہے، قرآن کی بات کرنی ہے، مدینے والے کی بات کرنی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مکہ بھی شان والا ہے اور مدینہ بھی شان والا ہے۔ مکہ بھی عزت کی جگہ ہے مدینہ بھی عزت کی جگہ ہے، مکہ بھی عظمت کا نشان ہے، مدینہ بھی عظمت کا نشان ہے، مکہ بھی پاک ہے، مدینہ بھی پاک ہے۔ مکہ مکۃ المکرمہ، مدینہ مدینۃ المنورہ ہے، مکے میں اللہ کا گھر ہے، مدینے میں رسول اللہ کا گھر ہے، مکے میں آبِ زمزم ہے، مدینے میں آبِ کوثر ہے۔ مکہ میں حضرت خدیجہ ہیں، مدینے میں حضرت فاطمہ ہیں۔ مکے میں غار حرا ہے، مدینہ میں گنبد خضریٰ ہے، مکے میں لڑائی

حرام ہے، مدینہ میں جدائی حرام ہے، مکہ میں بیت جبار ہے، مدینے میں یاروں کا یار ہے، مکے میں عرفات ہے، مدینے میں رحمت کی برسات ہے، مکے میں جلال خدا ہے اور سب مل کر کہہ دو مدینے میں جمالِ مصطفیٰ ہے۔

میرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ گر ہیں۔ صحابہ کرام کا مجمع ہے۔ آپ نے بڑے بڑے وعظ سنے ہوں گے! لیکن ربانی کہتا ہے کہ اس وعظ پہ قربان جاؤں جس کا سننے والا بلال تھا اور سنانے والا آمنہ کا لال تھا۔ آپ نے بڑے بڑے ادباء، بڑے بڑے خطباء کے اجتماع دیکھے ہوں گے! لیکن ربانی کہتا ہے کہ اس اجتماع پر حوران جنت بھی رشک کرتی تھیں جس اجتماع میں سننے والا علی تھا اور سنانے والا نبی تھا۔ میرے نبی تقریر فرماتے ہیں ''اے میرے پیارو، یارو، وفادارو، جاں نثارو! آسمان رشد و ہدایت کے ستارو! میں اللہ کا آخری نبی بن کر آیا ہوں، دنیا کا آخری رہنما ہوں، خدا کا یار ہوں، سب کا دلدار ہوں، امت کا غمخوار ہوں، مدینے کا تاجدار ہوں اور سارے نبیوں کا سردار ہوں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو بات نبی کہہ دے وہ حق ہے، جو فرمان نبی کی زبان اقدس سے نکلے وہ بالکل سچ ہے۔ آج ہم پورے ملک میں اہل سنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے دنیا والوں کو وہی دعوت حق وصداقت دے رہے ہیں جو جناب حسان بن ثابت نے دی تھی، جو جناب بلال نے دی تھی، جو ابو درداء نے دی تھی اور جس کی دعوت خود ابوبکر صدیق نے دی تھی کہ ہماری یہی دعوت ہے کہ ہمارے نبی قیامت تک کیلئے نبی ہیں، ہمارے رسول قیامت تک کیلئے رسول ہیں بلکہ روز حشر اور جنت تک کے رسول ہیں۔ اور ایسے رسول ہیں ایسے نبی ہیں کہ ان کا مثل کوئی نہیں، ان کی ہر ادا بے مثال ہے۔ ان کی ولادت بے مثال، ان کا بچپن بے مثال، ان کی جوانی بے مثال، ان کا شباب بے مثال، ان کا اعلانِ نبوت بے مثال، ان کا کعبہ بے مثال، ان کی کتاب ''قرآن'' بے مثال، ان کے یار صحابہ بے مثال، ان کے اہلبیت بے مثال۔ ہاں ہاں ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کپڑا نبی

کے جسم مبارک سے لگ جائے وہ بھی بے مثال:

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قیامت تک کیلئے مومنوں کی ماں فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی دو عالم نے مجھے چادر دی اور فرمایا، یہ میرا مزمل والا لباس دھو دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آقا کا مزمل والا لباس لیا اور غسل دیا۔ گھر میں تنور چل رہا تھا۔ میں وہ چادر آگ کی حرارت میں لے کر کھڑی رہی۔ ساعۃً اَوْ ساعتینِ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے مگر وہ خشک ہونے میں نہیں آئی۔ اتنے میں نبی دو عالم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! میری چادر کو غسل دیا؟ عرض کی آقا چادر کو تو غسل دے دیا لیکن دو گھنٹے سے آگ کی حرارت میں لے کر کھڑی ہوں مگر خشک نہیں ہوتی۔ تو میرے نبی نے فرمایا عائشہ! تجھے خبر نہیں، جس کپڑے سے نبی کا جسم لگ جائے اس پر آگ کی حرارت اثر نہیں کرتی۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کی زندگی سے ہماری زندگی وابستہ ہے۔ اگر نبی نہ ہوتا تو کسی کا گذارہ نہ ہوتا، اگر نبی نہ ہوتا تو کسی کا چارہ نہ ہوتا، اگر نبی نہ ہوتا تو ہم غریبوں کا آسرا نہ ہوتا، اگر نبی نہ ہوتا تو بیواؤں کا سہارا نہ ہوتا، اگر نبی نہ ہوتا یتیموں کا والی نہ ہوتا، اگر نبی نہ ہوتا تو یہ بحر و بر نہ ہوتے، خشک و تر نہ ہوتے، شجر و حجر نہ ہوتے، برگ و ثمر نہ ہوتے، زمین و زماں نہ ہوتے، مکین و مکاں نہ ہوتے، ارض و سما نہ ہوتے، عرش و فرش نہ ہوتے، حور و غلماں نہ ہوتے، جنت و رضواں نہ ہوتے، بلکہ یہ جہاں بھی نہ ہوتا۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت آقائے نعمت، دریائے رحمت، مجدد دین و ملت، قاطع کفر و ضلالت، ماحی بدعت، امام اہل سنت، رفیع الدرجت، شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین سیدنا شیخ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اور ماننا پڑے گا جو نبی ہوگا وہ ہر وقت نبی ہوگا، ہر لمحہ نبی ہوگا۔ کوئی وقت مقرر نہیں ہے، آج لوگ کہتے ہیں کہ انہیں پیدائش سے لے کر چالیس سال کے عرصہ تک خبر ہی نہ تھی کہ میں نبی ہوں یا نہیں۔ وہ تو چالیس سال کے بعد نبی بنے تھے، چالیس سال کے بعد ان کو نبوت ملی تھی۔ ربانی کہتا ہے اے لوگو! اللہ کے مقدس قرآن سے پوچھو کہ اے قرآن ذرا تو بتا کہ جو اللہ کا نبی ہوتا ہے وہ پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے یا چالیس سال بعد؟ کیا نوجوانو! جو بات قرآن کہے وہ حق ہے نا! ذرا زور سے کہہ دو حق ہے: اللہ کا قرآن کہتا ہے "ذَالِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ" یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں۔ جب قرآن لاریب ہے تو ماننا پڑے گا جس پر قرآن نازل ہوا وہ بھی بے عیب ہے۔ قرآن لاریب ہے، نبی بے عیب ہے، قرآن اللہ کی کتاب ہے، نبی اللہ کا پیغمبر ہے، قرآن حق عالمگیر ہے، نبی اس کی شمشیر ہے، قرآن ہدایت کیلئے عظیم رہنما ہے اور نبی جو ہے خود حبیب خدا ہے، قرآن اس مصنف کی تحریر ہے اور نبی اس مصور کی تصویر ہے۔ درود شریف...

میری ملت کے نوجوانو! قرآن پڑھو، قرآن عظیم کی تلاوت کرو، قرآن میں تیس سپاروں کو دیکھو! سپاروں میں سورتوں کو دیکھو، سورتوں میں رکوع کو دیکھو، رکوع میں آیات کو دیکھو، آیات میں الفاظ کو دیکھو، الفاظ میں معانی کو دیکھو، معانی میں مطالب کو دیکھو اور مطالب میں عشق پیغمبر کو دیکھو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت

سورۂ مریم پڑھو۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے کہ جناب مریم جب اپنے لخت جگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر آئیں تو اہالیان محلّہ نے کہا کہ یہ بچہ کہاں سے لے کر آئی جب کہ ابھی تیری شادی بھی نہیں ہوئی۔ تو نے بہت برا کیا۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں۔ تو حضرت مریم نے اشارہ کیا بچے کی طرف۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں ابھی وہ چار دن کے بھی نہیں ہوئے تھے۔ ابھی وہ مہد میں ہیں تبھی تو سارے لوگ کہنے لگے، اپنے بھی

کہتے ہیں پرائے بھی کہتے ہیں، یگانے بھی کہتے ہیں بیگانے بھی کہتے ہیں، سارے لوگ کہنے لگے ''کَیۡفَ نُکَلِّمُ ہم کیسے باتیں کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے؟ یہ ہمارے ساتھ کلام کیسے کرے گا، بولے گا کیسے مَنۡ کَانَ فِی الۡمَهۡدِ جو ابھی مہد میں ہے، جس کی عمر ابھی چار دن کی بھی نہیں ہے؟ رب فرماتا ہے ان کو خبر نہ تھی۔ ارے جو اللہ کا نبی ہوتا ہے وہ سمجھا سمجھایا ہوتا ہے۔ وہ لوگ اسی کشمکش میں تھے کہ یہ ہمارے ساتھ کیسے بات چیت کرے گا، یہ ہمارے سوال کا کیسے جواب دے گا؟ اللہ کا قرآن کہتا ہے تمام کے تمام اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے چلو مریم کی مان لیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب گئے اور کہنے لگے کہ اے بیٹا! تیری عمر تو ابھی چار دن بھی نہیں ہے، یہ تو بتا میرے بیٹے! مریم تجھے اپنا بیٹا کہتی ہے لہٰذا تو ہی فیصلہ کر دے کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اللہ کا قرآن انسان کے اذہان کو متوجہ کر رہا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے: اِنِّی عَبۡدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا اللہ فرماتا ہے میرے عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے او دنیا والو! میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنا کر بھیجا۔ میں نبی بن کر آیا۔ ''وَجَعَلَنِیۡ'' مستقبل کی بات نہیں ماضی کی بات ہے، آنے والے زمانہ کی بات نہیں گذرے ہوئے زمانہ کی بات ہے۔ ''وَجَعَلَنِیۡ'' مجھے بنا کر بھیجا۔ اب آپ ذرا انصاف سے بتاؤ اگر کوئی عیسائی آئے اور آپ سے سوال کرے کہ اے مسلمانو! تمہارا قرآن یہ کہتا ہے کہ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نبی تھے اور تمہارا مولوی کہتا ہے کہ جس نبی کا کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہ چالیس سال کے بعد نبی ہوئے تھے لہٰذا اس نبی کی طرف آؤ جو پیدا ہوتے ہی نبی تھے؟ تو آپ کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہوگا؟ تو سنو اے لوگو! جو لوگ کہتے ہیں ہمارے مدینے والے پیغمبر چالیس سال کے بعد نبی بنے وہ عیسائیوں کو اعتراض کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ ربانی کہتا ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نبی تھے تو جس کے صدقے عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی وہ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے نبی ہیں۔ درود شریف...

میں ایک جلسہ میں تقریر کر رہا تھا۔ مجمع سے ایک کالج کا پروفیسر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ربانی صاحب! آپ کہتے ہیں چالیس سال کے بعد آقا نے نبوت کا اعلان کیا۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے

کہ ہمارے نبی کو چالیس سال کے بعد نبوت ملی تھی۔ میں نے کہا یہی تو اہلسنت و جماعت دنیا والوں کو بتا رہے ہیں کہ میرے آقا کو چالیس سال کے بعد نبوت نہیں ملی بلکہ چالیس سال کے بعد میرے آقا نے نبوت کا اعلان کیا۔ کہنے لگے ہم نے تو ادیبوں کی زبانوں سے یہی سنا، مقرروں نے یہی کہا، مورخوں نے یہی لکھا، پروفیسروں نے یہی کہا، علماء نے یہی کہا۔ میں نے کہا وہ اور علماء ہوں گے جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ہمارے نبی کو چالیس سال کے بعد نبوت نہیں ملی بلکہ چالیس سال کے بعد آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا ''کُنۡتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیۡنَ الۡمَآءِ وَالطِّیۡنِ''. میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوۡرِیۡ سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے۔ پھر بھی کہنے لگے ربانی، نبی کب بنے تھے چالیس سال کے بعد تو اعلان کیا؟ میں نے کہا تب بنے تھے جب تمہارا ''کب'' بھی نہیں تھا۔ کہنے لگے کس دن بنے؟ میں نے کہا اس دن بنے جب ''دن'' بھی نہیں بنا تھا۔ کہنے لگے کس وقت بنے؟ میں نے کہا اس وقت بنے جب کہ ''وقت'' بھی نہیں تھا۔ کہنے لگا کوئی دن تو ہوگا؟ کوئی وقت تو ہوگا؟ میں نے کہا وقت بھی نہیں تھا۔ تو پھر کیا تھا؟ میں نے کہا لفظ ''کیا'' بھی نہیں تھا۔ نہ کب تھا، نہ تب تھا، نہ اب تھا، نہ جب تھا، نہ اِدھر تھا، نہ اُدھر تھا، نہ جدھر تھا، نہ کدھر تھا، نہ بحر تھا، نہ بر تھا، نہ خشک تھا، نہ تر تھا، نہ حجر تھا، نہ شجر تھا، نہ برگ تھا نہ ثمر تھا، نہ شمس تھا نہ قمر تھا، نہ جن تھا نہ بشر تھا، نہ فرش تھا نہ عرش تھا، نہ مکیں تھا نہ مکاں تھا، نہ زمین تھی نہ آسمان تھا، نہ رات تھی نہ دن تھا، نہ حور تھی نہ غلمان تھا، نہ جنت تھی نہ رضوان تھا، نہ پہاڑ تھا نہ پہاڑی، نہ بلند تھا نہ بلندی، نہ عروج تھا نہ پستی، نہ جگ تھا نہ بستی، نہ آب تھا نہ آبی، نہ باد تھا نہ بادی، نہ آگ تھی نہ آتشی، نہ آدم تھے نہ ہستی۔ بس بنانے والے خدا کی ہستی تھی اور بننے والے مصطفیٰ کی ہستی۔ درود شریف...

چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے بلکہ چالیس سال کے تو میرے نبی نے نبوت کا اعلان کیا۔ حضرت جبرئیل امین آئے اور کہنے لگے ''اِقۡرَاۡ یَا مُحَمَّد'' اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! پڑھیے۔ میرے نبی نے ارشاد فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ'' میں پڑھتا نہیں۔ آج کچھ لوگوں نے اس

کا معنی یوں کرتے ہیں کہ ''میں پڑھا ہوا ہی نہیں''۔ جبرئیل امین نے دوسری مرتبہ کہا پڑھئے۔ نبی فرماتے ہیں میں تم سے پڑھنے والا نہیں۔ جبرئیل امین نے تیسری مرتبہ کہا پڑھئے۔ آپ نے فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِی'' کہہ جو دیا نہیں پڑھتا۔ آخر سدرہ کے مکین نے کہا ''اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ'' پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا فرمایا۔ کہا اچھا وہ رب اگر پڑھاتا ہے تو پھر پڑھتا ہوں۔ جب اللہ کا نام آیا تو میرے نبی نے پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے نبی پڑھتے نہیں، اب نبی رُکتے نہیں۔ میں سوچنے لگا کہ میرے نبی نے جبرئیل کے کہنے پر نہیں پڑھا اس میں کونسی ایسی خاص حکمت پوشیدہ تھی۔ اس میں کونسا ایسا راز تھا؟ تو میرے ایمان نے للکار کر کہا کہ اے ربانی! اگر نبی جبرئیل کے کہنے پر پڑھ لیتے تو دنیا والے کہتے کہ جبرئیل پڑھاتے ہیں، نبی پڑھتے ہیں۔ گویا رسول جبرئیل کے شاگرد ہوئے! (معاذ اللہ تعالیٰ) میرے رسول نے جبرئیل امین کے کہنے پر نہ پڑھ کر دنیا والوں کو بتا دیا، درس دیا، ایک مزاج دے دیا، کہ میرا استاد جبرئیل نہیں بلکہ رحمان ہے اور آؤ جب میں مدینہ شریف میں پڑھتا تھا تو میں نے ایک دن تفسیر کے استاد سے پوچھا کہ حضور! ہم قرآن کی تفسیر پڑھتے ہیں تو کسی سورت میں لکھا ہوا ہے مدنیہ اور کسی سورت میں لکھا ہوا ہے کہ مکیہ۔ یہ مکی اور مدنی کا کیا مطلب؟ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ تو میرے استاد نے فرمایا کہ وہ پچھلے نبی تھے کہ جن سے کہا گیا کہ نبیو! آؤ اور کتاب لے جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر آؤ اور توریت لے جاؤ۔ اے عیسیٰ علیہ السلام! مقام خاص پر آؤ اور انجیل لے جاؤ۔ جب باری آئی آمنہ کے لال کی، جب باری آئی امام الانبیاء کی، جب باری آئی روحِ کائنات کی اور جب باری آئی تمام نبیوں کے سردار کی تو رب نے یہ نہیں فرمایا کہ اے محمد! آؤ اور کتاب لے جاؤ۔ نہیں نہیں! بلکہ یہ فرمایا کہ اے قرآن یہ صرف نبی نہیں بلکہ محبوب وحبیب بھی ہے۔ ان کو ہمیں بلانا نہیں ہے۔ اگر یہ مکے میں ہے تو مکے میں چلا جا اور اگر مدینے میں رہے تو مدینہ چلا جا۔ جب تک نبی مکے میں رہے تو قرآن مکے میں آتا رہا، جب نبی مدینے میں رہے قرآن مدینے میں آتا رہا۔ جب قرآن مکے میں آیا مکی بنا اور جب نبی ہجرت فرما کر مدینہ شریف لائے تو قرآن بھی پیچھے پیچھے مدینہ چلا آیا۔ جو قرآن

مدینے میں نازل ہوا وہ مدنی بنا۔ اس ملک میں آئین قرآن ہونا چاہئے دستورِ قرآن ہونا چاہئے نظام قرآن ہونا چاہئے۔ ربانی کہتا ہے نظامِ قرآن تب چلے گا پہلے محمد کا مقام چلے گا۔

دیکھئے حضرات! یہ لاؤڈ اسپیکر ہے نا اور اس سے آواز دور دراز مقام تک پھیل رہی ہے نا! اگر آواز دور تک نہ پھیلے تو لوگ کہیں گے لاؤڈ اسپیکر بے کار ہے اسلئے کہ آواز نہیں پھیل رہی ہے۔ اگر بلب میں روشنی نہ ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ بلب فیوز ہو چکا ہے اسلئے کہ روشنی نہیں ہو رہی ہے۔ کیا مطلب؟ پتہ چلا، معلوم ہوا لاؤڈ اسپیکر آواز کے بغیر نہیں، بلب روشنی کے بغیر نہیں، پنکھا ہوا کے بغیر نہیں، گلشن پھول کے بغیر نہیں، پھول خوشبو کے بغیر نہیں، خوشبو مہک کے بغیر نہیں، سورج دھوپ کے بغیر نہیں، دھوپ شعاعوں کے بغیر نہیں، شعاعیں تمازت کے بغیر نہیں، آگ حرارت کے بغیر نہیں، ساقی جام کے بغیر نہیں، محبّ محبوب کے بغیر نہیں، عاشق معشوق کے بغیر نہیں، حسین حسن کے بغیر نہیں، شہرت نام کے بغیر نہیں، مشین کام کے بغیر نہیں، صدر صدارت کے بغیر نہیں، وزیر وزارت کے بغیر نہیں، خطیب خطابت کے بغیر نہیں، امام امامت کے بغیر نہیں، بادشاہ بادشاہت کے بغیر نہیں، اسی طرح قرآن مجید سیپاروں کے بغیر نہیں، سیپارے سورتوں کے بغیر نہیں، سورتیں رکوع کے بغیر نہیں، رکوع آیات کے بغیر نہیں، آیات الفاظ کے بغیر نہیں، الفاظ حروف کے بغیر نہیں، حروف زیروزبر کے بغیر نہیں، زیروزبر نقطوں کے بغیر نہیں، نقطے شدومد کے بغیر نہیں، شدومد آواز کے بغیر نہیں اور آواز میرے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس کے بغیر نہیں۔ درود شریف...

ہم قرآن کو اسلئے قرآن مانتے ہیں کہ میرے نبی نے بتایا، آمنہ کے لال نے بتایا، محبوب بے مثل وبے مثال نے بتایا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ آج کچھ لوگ ہم سے طعنہ کے طور پر کہتے ہیں کہ تم نبی کی اتنی تعریف کرتے ہو کہ خدا بنا دیتے ہو۔ ہم اہلسنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے ان شکوک وشبہات والے اذہان کو متوجہ کرتے پھرتے ہیں کہ عقل سے کام لو اور گوش و

ہوش سے سنو! کہ ہمارا عقیدہ ہے نبی کو شان دینے والا اللہ! ختم نبوت کا تاج دینے والا اللہ! مزمل کی چادر دینے والا اللہ! ربانی دنیائے انسانیت کو متوجہ کرتا پھرتا ہے کہ میرے نبی کو تمام درجات، تمام مراتب اور تمام اولوالعزمیت کا دینے والا خود رب کعبہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اے نبی! ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔ کتنا بلند کیا؟ کتنا بلند کیا؟ کتنا بلند کیا؟ سنو! بلند کرنے والا جانے اور بلند ہونے والا جانے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے محبوب! ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔ کیا مطلب؟ سنو! مطلب یہ ہے کہ اے نبی! ذکر کرنے والا میں، جس کا ذکر کروں گا وہ شان تو دینے والا میں، لینے والا تو، مزمل کی چادر دینے والا میں، لینے والا تو، براق بھیجنے والا میں نوری سواری پر سوار ہونے والا تو۔ رب اکبر نے فرمایا اے پیارے! قرآن نازل کرنے والا میں، امت کو عملی نمونہ دینے والا تو۔ اے پیارے تیری زبان پر بولنے والا میں، آگے تشریح کرنے والا تو۔ اے پیارے! جنت میری، مالک تو، کوثر میرا، ساقی تو، بات میری زبان تیری، کتاب میری ادا تیری، ربوبیت میری نبوت تیری، وحدانیت میری رسالت تیری، عبادت میری اور سب نبیوں کے آگے امامت تیری، تقدیر میری تدبیر تیری، ترزیق میری تقسیم تیری، قدرت میری رحمت تیری، بخشش میری شفاعت تیری، برکت میری حرکت تیری، خلقت میری یہ امت تیری۔ درود شریف...

اسلئے تو امام اہل سنت، قاطع کفر وضلالت، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اگر شان والا دینے والے کو مانتے ہو تو لینے والے کو بھی تو ماننا پڑے گا۔ ایسے ہی کہنے لگے

آپ تو نبی کو خدا بنا دیتے ہو۔ قسم خدا کی! ہم نبی کو کبھی خدا نہیں بناتے۔ آؤ ذرا قرآن سے پوچھو۔ اے قرآن! بتا اللہ کون ہے؟ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" فرمایا رحمٰن ہے رحیم ہے۔ پھر میں نے پوچھا، او قرآن! ذرا یہ بھی تو بتا کہ صرف اللہ ہی رحیم ہے یا اللہ نے کسی کو رحیم بنایا بھی ہے؟ قرآن کہتا ہے ذرا رخ کرو مدینے کی طرف! لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. اللہ فرماتا ہے میں بھی رحیم اور میرا نبی بھی رحیم مگر میں رحیم بنانے والا وہ رحیم بننے والا۔ توجہ چاہوں گا۔ ہم نبی کو خدا نہیں مانتے، ہم علی الاعلان کہتے ہیں نہ نبی خدا ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔ اسلئے تو شاعر اسلام جناب بیکل صاحب نے کیا ہی خوب کہا ہے:

میں مانتا ہوں، اے عقل والو! مرا محمد خدا نہیں ہے
مگر دلوں میں یہ نقش کر لو کہ وہ خدا سے جدا نہیں ہے

ان کی زبان تو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ہے۔ ان کی رفتار سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى ہے، ان کی بلندی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے، ان کا سینہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ہے، ان کا چہرہ وَالضُّحٰى ہے۔ ان کی زلف وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى ہے، ان کی نگاہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ہے، ان کا مقدس ہاتھ يد الله فوق ايديهم ہے، ان کی میلاد لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ہے، ان کا معجزہ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ہے، ان کا مقام وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے، ان کا انکسار اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہے، ان کی حقیقت قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ہے، ان کے آسمان سے اترنے کا مزاج وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ہے، ان کے دل کی صفائی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ہے، ان کا اخلاق اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور ان کی شان یا رضا وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ہے۔

آج ہمارا یقین اسلئے ختم ہو چکا ہے کہ کچھ لوگوں نے عظمت نبی کو تولنا شروع کر دیا ہے، مقام نبوت کو تولنا شروع کر دیا ہے کہ "اتنا تھا" کہ "جتنا تھا" کہ "کتنا تھا"۔ ربانی کہتا ہے اتنے، کتنے، جتنے کے چکر میں نہ پڑو صاف کہہ دو دینے والا جانے اور لینے والا جانے۔

میرے دوستو اور بزرگو سنو! اللہ فرماتا ہے ''جو درجے میں نے محمد عربی کو دیئے وہ کسی کو دیئے ہی نہیں''۔ ہمارا نبی تو بے مثل و بے مثال ہے، شمس الضحیٰ ہے، بدرالدجیٰ ہے، نورالھدیٰ ہے، میرے نبی کا فرمان ہر درد کی دوا ہے اور میرے نبی کا نام تو ہر مرض کی شفا ہے۔

آیئے ایک بات اور سنئے! جب میں مدینہ شریف میں پڑھتا تھا تو ایک عربی جوان نے کہا، مولانا! آپ نے کعبہ شریف دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں! کعبہ شریف اللہ کا گھر ہے، وہاں لوگ دور دراز سے حج کیلئے آتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا مولینا صاحب! جب نبی کریم نے مکہ فتح کیا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا کہ بلال قریب آؤ! اور کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان کہو۔ آج ڈائجسٹ پڑھنے والے نوجوان کہتے ہیں کہ مولویو! تم جلسے میں دعوتِ فکر دیتے ہو وہ دیکھو امریکہ والوں نے اسکائی لیب فضا میں اڑا دیا، چین نے ایٹم بم بنایا، جاپان نے کھلونا ہوا میں اڑا دیا۔ ہم کہتے ہیں ایسے کارنامے دکھانا کمال نہیں ہے بلکہ انسان کو رب تک ملانا کمال ہے۔ آؤ تم کہتے ہو چین نے ایٹم بم بنایا، جاپان نے کھلونا ہوا میں اڑایا۔ مگر میرے نبی نے بلال کو کعبے کی چھت پر چڑھا کے رب سے ملایا۔ مقام انسانیت کو بلند کر دیا۔ آؤ بلال، کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان کہو۔ بلال کعبے کی چھت پر چڑھے اور مسکرا کے عرض کی آقا! بدر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبے کی طرف، سفر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبے کی طرف، حضر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبے کی طرف، راستے میں بھی اذان دی تو رخ کیا کعبے کی طرف۔ اس وقت تو آپ نے کعبہ کی چھت پر چڑھا دیا، تو اب رخ کدھر کروں؟ میرے پیارے نبی مسکرائے۔ فرمایا بلال! کیا کہتے ہو؟ عرض کی آقا جہاں بھی میں نے اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف۔ اس وقت تو آپ نے کعبہ کی چھت پہ چڑھا دیا تو اب رخ کدھر کروں؟ تو حضرات محترم! سنو! پیارے نبی کی پیاری بات۔ میرے نبی فرماتے ہیں بلال! ٹھیک کہتے ہو؟ جہاں بھی تم نے اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، بدر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبے کی طرف، سفر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبے کی طرف، حضر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبے کی طرف، راستے میں اذانیں دیتے آئے تو رخ کیا تھا کعبے کی

طرف، اے بلال! اب کیا سوچ رہے ہو، میں نے تجھ کو کعبے کی چھت پر چڑھایا تو تم اپنے نبی کی طرف رخ کر کے اذان دو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کعبے کی بلندی پر پہونچ جاؤ تو نبی سے رخ نہ پھیرو اور آج یہ کہا جائے کہ نبی ہماری طرح ہے، نبی کھاتا ہے، ہم بھی کھاتے ہیں، نبی سوتا ہے ہم بھی سوتے ہیں، نبی جاگتا ہے تو ہم بھی جاگتے ہیں، نبی چلتا ہے تو ہم بھی چلتے ہیں، نبی اٹھتا ہے تو ہم بھی اٹھتے ہیں، نبی بیٹھتا ہے تو ہم بھی بیٹھتے ہیں، نبی تجارت کرتا ہے تو ہم بھی تجارت کرتے ہیں، نبی شادی کرتا ہے تو ہم بھی شادی کرتے ہیں، اگر نبی کا ایک سر ہے تو ہمارا بھی ایک سر، اگر نبی کی دو آنکھیں تو ہماری بھی دو آنکھیں، اگر نبی کے دو کان تو ہمارے بھی دو کان، اگر نبی کے دو ہاتھ تو ہمارے بھی دو ہاتھ، اگر نبی کے دو پیر ہیں تو ہمارے بھی دو پیر ہیں، اگر نبی کی انگلیاں ہیں تو ہماری بھی انگلیاں ہیں۔ تو لہٰذا نبی تو ہماری طرح ہے۔ ربانی کہتا ہے او نادانو! اگر نبی کی انگلیوں کو دیکھتے ہو تو انگلیوں سے پانی کے چشمے نکلتے ہوئے بھی دیکھو، اگر نبی کے ہاتھ دیکھتے ہو تو ہاتھ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے بھی دیکھو، اگر نبی کی آنکھوں کو دیکھتے ہو تو اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ کو بھی تو دیکھو، اگر نبی کے جسم اطہر کو دیکھتے ہو تو جسم پاک سے نکلا ہوا پسینہ جو مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار ہے وہ بھی تو دیکھو، اگر نبی کو کسی راستے سے گذرتے ہوئے دیکھتے ہو تو نبی کے قدم کی برکت سے اس راستے کو مہکتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر رسول کو مکے میں چلتے پھرتے دیکھتے ہو تو سدرہ کی بلندی پر جاتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر اِنَّكَ لَاتَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ کو پڑھتے ہو تو وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ بھی تو پڑھو، اگر قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی رٹ لگاتے ہو تو قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْر بھی پڑھ لیا کرو۔ درود شریف...

بات یہیں تک ختم نہیں، بلکہ دیوبندی کہتے ہیں کہ یہ سنی بریلوی میلاد رسول کی خوشی مناتے ہیں اور ذکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے خوشی کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور میلاد ختم ہونے پر سبھی صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں، تو کیا نبی ان کے صلوٰۃ و سلام کی آواز سنتے ہیں؟ سنو دوستو! ایسی چال چل کر دیوبندی وہابی سادہ لوح مسلمانوں کے دل سے عشق اور تعظیم رسول کا

چراغ گل کر دیتے ہیں۔ ربانی کہتا ہے ہمارے رسول کے اندر اتنی خدا کی دی ہوئی طاقت ہے کہ ہمارے صلوٰۃ وسلام کو مدینے میں رہ کر بھی سنتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت آقا نعمت دریائے رحمت مجدد دین وملت امام اہلسنت رفیع الدرجت قاطع کفر وضلالت ماحی بدعت سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

ربانی کہتا ہے اے لوگو! یاد کرو وہ واقعہ جس کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ جانے لگے تو قَالَتْ نَمْلَةٌ ایک چیونٹی کہنے لگی یٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ اے چیونٹیوں جلدی جلدی اپنے گھروں میں گھس جاؤ، اپنے اپنے غاروں کے اندر چلی جاؤ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ کہیں تمہیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔ اللہ فرماتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات سن کر مسکرا پڑے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا آپ نے چیونٹی کی آواز سن کر تبسم فرمایا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں جو زیادہ سننے والے ہوں جس کی سماعت بہت تیز ہو وہ ایک چیونٹی کو پکڑ کر کان کے پاس لے جائے اور مجھے بتائے کہ یہ چیونٹی کیا کہہ رہی ہے، ایک چیونٹی نہیں ایک لاکھ چیونٹیاں پکڑو، ایک کروڑ چیونٹیاں پکڑ واور کان کے قریب لے جاؤ اور سنو یہ چیونٹیاں کیا کہہ رہی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم سن نہیں سکتے۔ ارے اتنے بڑے بڑے سائنس کے آلات ایجاد ہوئے مگر سائنس دان کو یہ کہنا پڑا کہ ابھی تک ہمیں خبر نہیں لگی کہ یہ چیونٹی گھسٹ کر چلتی ہے یا قدم اٹھا کے چلتی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا مقدس قرآن فرماتا ہے: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی آواز سے مسکرا پڑے۔ اے دنیا والو! جس چیونٹی کی آواز تم سن نہیں سکتے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام تیس میل کی دوری سے سماعت فرما رہے ہیں۔ ربانی کہتا ہے اگر

تمہیں عقل ہوتی تو اس طرح کی باتیں نہیں کرتے، ربانی کہتا ہے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کی عطا کردہ قوت سے تیس میل کے فاصلے پر چیونٹی کی آواز سن سکتے ہیں تو ہمارے مدینے والے پیغمبر اللہ کی دی ہوئی قوت سے اہالیان ملتان کے صلوٰۃ وسلام کو سن سکتے ہیں اسلئے کہ سلیمان علیہ السلام کو نبوت ملی تو حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں، چونکہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اے محبوب! اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہیں کرتا۔ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ اے محبوب! اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہیں فرماتا، لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں دنیا کو بھی پیدا نہیں کرتا اور یہ ظاہری بات ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا کو پیدا نہ فرماتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی پیدا نہ ہوتے اور نہ انہیں نبوت کی دولت ملتی۔ تو پتہ چلا معلوم ہوا کہ میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے آسمان کا شامیانہ لگا دیا، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے زمین کا فرش بچھا دیا، میرے رسول کی پیدائش مقصود تھی اسلئے چاند سورج کے چراغ جلا دیئے، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے سیاروں اور ستاروں کے قمقمے لگا دیئے، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے آبشاروں کے نغمے جاری کر دیئے، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے کائنات کو اپنی نعمتوں سے آراستہ وپیراستہ کر دیا، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے دریا کو روانی، موجوں کو طغیانی، سمندر کو سیلانی ملی، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے انبیاء سابقین کو نبوت ملی اور رسولوں کو رسالت، میرے رسول کی میلاد مقصود تھی اسلئے غوث کو غوثیت ملی، قطب کو قطبیت ملی، ولی کو ولایت ملی، کسی کو انجیل ملی، کسی کو زبور عطا ہوئی، کسی کو توریت ملی: اور ہمیں میلاد رسول کے صدقے جان ملی، اولاد ملی، نماز ملی، مال ملا، رمضان ملا، قرآن ملا، ایمان ملا، عرفان ملا، نہیں نہیں!! بلکہ رحمان بھی ملا اور ساتھ ہی ساتھ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی بھی مل گئی۔ درود شریف...

تو پتہ چلا کہ یہ زمین بھی میلاد والی زمین ہے، یہ آسمان بھی میلاد والا آسمان ہے، یہ چاند

سورج بھی میلاد والے چاند سورج ہیں، تو اگر کسی کو میرے رسول کی میلاد سے اختلاف ہو، صلوٰۃ وسلام سے چڑھ ہو تو ان سے میری گذارش ہے کہ اس میلاد والی زمین کو چھوڑ دو، اس میلاد والے آسمان سے کہیں اور نکل جاؤ اور کوئی دوسرا سورج چاند و آسمان تلاش کرو جو رسول کی میلاد والے نہ ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تم کہیں اور جا نہیں سکتے، تو سمجھ لو کہ تم ہمیشہ جلتے رہو گے اور چڑھتے رہو گے مگر میلاد رسول کو مٹا نہیں سکتے، اگر مٹانے کی کوشش کرو گے تو خود ہی مٹ جاؤ گے، مگر رسول کا ذکر نہ کبھی مٹا ہے اور نہ مٹے گا بلکہ مٹانے والے خود مٹ گئے، اسلئے تو شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین سیدنا شیخ امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

چڑھنے والے چڑھتے رہیں گے، جلنے والے جلتے رہیں گے، مگر اعلیٰ حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت سیدنا امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

ربانی کہتا ہے جب تک اہلسنت و جماعت کا ایک فرد بھی زندہ رہے گا تو یہ دنیا میلاد رسول اور والہانہ صلوٰۃ وسلام اور یا رسول اللہ کی صدا سے گونجتی رہے گی اور بعض لوگوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا ہے کہ تم لوگ یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہو، نبی تو غائب ہے۔ میں کہتا ہوں چلو بھائی آپ کی ہی بات مان لیتا ہوں، مگر یہ تو بتاؤ کہ اگر نبی غائب ہے پھر بھی تو کہیں ہے۔ حضرات محترم! کوئی اگر میرے گھر چلا آئے اور میرے گھر والوں سے دریافت کرے کہ ربانی صاحب گھر میں ہیں؟ ہمیں ان سے ملنا ہے تو میرے گھر والے کہیں گے کہ ربانی تو گھر سے غائب ہے۔ حضرات سنو! اگر غائب ہے تو مسجد میں ہوں گے، اگر مسجد میں نہیں ہوں تو ملتان کے کسی حصہ میں ہوں گے، اگر ملتان میں نہیں ہوں تو لاہور میں ہوں گے، اگر لاہور میں نہیں ہوں تو کشمیر کے کسی علاقے میں ہوں گے، اگر کشمیر میں نہیں ہوں تو ملک کے اندر ہی

ہوں گے، اگر ملک میں نہیں تھا تو مدینہ شریف پڑھ رہا تھا، اگر مدینے میں نہیں تو مکے میں ہوں، او بھائیو! اگر وہاں نہیں تو یہاں سہی، یہاں نہیں تو وہاں سہی، تم کہتے ہو نبی غائب ہے پھر بھی تو ماننا پڑے گا کہ کہیں تو ہے، او بھائی!

اگر نبی غائب ہے تو اللہ کی رحمت کے خزینے میں ہے، اگر حاضر و ناظر ہے تو ہمارے سفینے میں ہے۔ اگر سید البشر ہے تو مدینے میں ہے اور اگر نور ہے تو ہر مومن کے سینے میں ہے۔

ہاں تو میں نے آیت کریمہ کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** اے میرے محبوب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہو تو پھر اور کوئی راستہ نہیں ہے **فَاتَّبِعُوْنِیْ** میری اتباع کرو، میری تابعداری کرو، میرے دروازے پہ آؤ۔ یا رسول اللہ! آپ کی اتباع کریں تو کیا ہوگا! فرمایا بہت انعام ملے گا، جس کی تشریح خود رب العٰلمین فرماتا ہے **یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** اللہ تم سے راضی ہو جائے گا، **وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ** اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا۔ میں سوچنے لگا اللہ تو قہار ہے، جبار ہے تو میرے ایمان نے مجھے للکار کر کہا اے ربانی اللہ قہار بھی ہے، جبار بھی ہے، لیکن جب تم مدینے والے نبی کی اتباع کرو گے تو اس وقت جبار و قہار نہیں رہتا **واللّٰه غفور رحيم** پھر اللہ مہربان ہو جاتا ہے۔

حضرات محترم! مدینے والے نبی کے نقش قدم پر جو بھی چلا اس کے درجات بلند ہو گئے، میرے رسول کے دروازے پر جو بھی آیا اس کے مراتب بلند ہو گئے، اور کیوں نہ ہو چونکہ میرے رسول کا دربار وہ دربار ہے، میرے رسول کی بارگاہ وہ بارگاہ ہے، میرے رسول کی چوکھٹ وہ چوکھٹ ہے، میرے رسول کا آستانہ وہ آستانہ ہے، میرے رسول کا دربار یہی وہ دربار عالیہ ہے جہاں ہر سائل کی جھولی بھری جاتی ہے اور ہر مانگنے والے کو مانگنے سے سوا ملتا ہے، یہی وہ شہنشاہی بارگاہ ہے کہ جو بھی بھکاری بن کر آیا وہ دین و دنیا کا تاجدار بن گیا، ذرہ تھا تو آفتاب بن گیا، ادنیٰ تھا تو اعلیٰ بن گیا، پتھر تھا تو لعل بن گیا، کانٹا تھا تو پھول بن گیا، برا تھا تو اچھا بن گیا، شقی تھا تو سعید بن گیا، ناپاک تھا تو پاک بن گیا، رہزن تھا تو رہبر بن گیا، جہنمی تھا تو

جنتی بن گیا، قطرہ تھا تو دریا بن گیا، صدف تھا تو گوہر بن گیا، کالا تھا تو رشک قمر بن گیا، غلام تھا تو آقا بن گیا، مقتدی تھا تو امام بن گیا، فقیر تھا تو غنی بن گیا، اعرابی تھا تو صحابی بن گیا، ہاں ہاں یہی وہ آستانہ عالیہ ہے جہاں ابوبکر آیا تو صدیق اکبر بن گیا، عمر آیا تو فاروق اعظم بن گیا، عثمان آیا تو ذوالنورین اور جامع القرآن بن گیا، علی آیا تو شیر خدا حیدر کرار بن گیا اور بلال حبشی غلام آیا تو دنیا کا امام بن گیا۔ اسلئے سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں، دُر بے بہا دیئے ہیں

پھر دوسرے مقام میں ارشاد فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ بلال حبشی غلام تھا دنیا کا امام بن گیا اور پھر یہ شان ملی کہ اے بلال! سب سے پہلے جنت میں تم ہی جاؤ گے۔ اس وقت تک صبح نہیں ہوتی تھی جب تک حضرت بلال اذان نہ کہتے تھے۔ میں تین سال تک مدینہ شریف میں زیر تعلیم رہا اور میں نے مدینہ شریف میں دیکھا کہ مسجد میں ایک وقت میں پانچ اذانیں ہوتی ہیں۔ پہلے ایک موذن اذان کہتا ہے اور چار آدمی اس کی نقل اتارتے ہیں، اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آواز کو بلند کرتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا کہ او مدینے والو! مکہ شریف میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، ہمارے پاکستان میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، ہندوستان میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، ایران و عراق میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، افریقہ میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، امریکہ میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، لندن میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، جرمن میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، جاپان میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، افغانستان میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، ترکستان میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، غرضیکہ دنیا کے

ہر حصے میں ایک وقت میں ایک ہی اذان ہوتی ہے، لیکن مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک وقت میں پانچ اذانیں ہوتی ہیں، فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ تو کہنے لگے ربانی! تمہیں خبر نہیں، نبی دو عالم کی خدمت اقدس میں لوگوں نے شکایت کی کہ حضرت بلال کی آواز بلند نہیں ہے۔ ہمارے گھروں تک ان کی آواز نہیں پہنچتی ہے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ہم بلال کیلئے قانون توڑ دیتے ہیں کہ مکہ کی ہر مسجد میں ایک وقت میں ایک ہی اذان، لیکن جب بلال اذان کہے تو تم چار آدمی مسجد کے چاروں کونے میں کھڑے ہو جایا کرو اور بلال کی نقل کرتے ہوئے ان کی آواز کو بلند کیا کرو۔ بلال کو ہٹانا ناممکن ہے۔ ایک بار ہٹا کے دیکھ لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ حضور! بلال کی زبان میں لکنت ہے تلفظ کی ادائیگی نہیں ہو پاتی ہے۔ وہ اذان کہتے وقت بجائے اشھد ان محمد رسول اللہ کے اسھد ان محمد رسول اللہ ادا کرتا ہے، اسلئے کافر لوگ سن کر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذان دینے والا بھی ایسا ملا ہے جسے سین اور شین کی تمیز نہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ حضرت بلال کو اذان دینے سے روک دیا جائے اور ان کی جگہ عبد اللہ ابن مکتوم کو مقرر کیا جائے کیوں کہ وہ عربی النسل بھی ہیں، خوش الحان بھی ہیں، لب و لہجہ بھی درست ہے اور آواز بھی اونچی ہے۔ میرے نبی نے فرمایا چلو عمر آج آپ کی مان ہی لیتے ہیں۔ حضور نے بلال کو بلایا اور فرمایا اب عشاء ہو چکی، آنے والی صبح کو اذان تم نہ کہنا کیوں کہ تمہاری جگہ عبد اللہ ابن مکتوم مقرر ہو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں نم اور چہرے پر الم، دل میں غم کے آثار ظاہر ہوئے اور اَلْاَمر فوق الادب کے تحت حضرت بلال نے سر تسلیم خم کر لیا۔ مگر رات بھر نیند نہیں آئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب بے قرار ہو گئے تو رحمت خداوندی کو جوش آیا کہ رات لمبی ہو گئی سورج نکلتا نہیں، رات ڈھلتی نہیں۔ پھر وہی حضرتِ عمر آئے، دروازے میں دستک دی۔ اندر سے آواز آئی مَنْ دَقَّ الْبَابَ؟ کہا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب! میرے نبی نے فرمایا کیسے آئے ہو؟ عرض کیا آقا! رات لمبی ہو گئی، سورج نکلتا نہیں، رات ڈھلتی نہیں، لوگ اپنے بستروں میں پڑے پڑے تھک گئے، پسلیاں دکھنے لگیں، ایک نیند کر لی،

دوسری تیسری نیند کر لی، ان نیندوں پہ نیند کر لی، ہماری نیندیں ختم ہو گئیں مگر رات ختم ہونے میں نہیں آتی۔ صبح کاذب جاتی نہیں اور صبح صادق آتی نہیں۔ میرے نبی نے فرمایا: **اصبر یا عمر انا اصلی رکعتین** صبر کرو عمر! دو رکعت نفل پڑھ لوں۔ میرے نبی نے ختم نبوت والا سر سجدے میں رکھا۔ اور جب نماز سے میرے نبی نے سلام پھیرا فوراً جبرئیل پرواز کرتے ہوئے حاضر ہوئے تو میرے رسول نے پوچھا، جبرئیل! کیا بات ہے؟ ابھی تک صبح کی نماز کا وقت نہیں ہوا؟ تو جبرئیل امین نے عرض کیا: **یَا رَسُولَ اللّٰهِ سِیْنُ بِلَالٍ عِندَ اللّٰهِ شِیْنٌ** بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے، جب تک بلال لکنت والی زبان سے اذان کہے گا نہیں صبح کی پو پھٹے گی نہیں۔ میرے نبی نے فرمایا جاؤ بلال کو تلاش کرو! حضرت بلال کو تلاش کیا گیا تو بلال مسجد کے کونے میں بیٹھ کر آہ و بکا کر رہے تھے۔ بلال بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو میرے نبی نے ارشاد فرمایا اے بلال! اذان کہو، بلال روتے ہوئے عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! کہیں میں جہنمی تو نہیں ہو گیا؟ میرے نبی نے بلال کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا بلال! میرے ہوتے ہوئے تم دوزخ میں نہیں جا سکتے، جنت میں جاؤ گے۔ عرض کی آقا! میں جنتی ہوں؟ فرمایا ہاں تم جنتی ہو۔ بلال اب محبت کے انداز میں اور پوچھتے ہیں آقا میں سب سے پہلے جاؤں گا؟ میرے نبی نے فرمایا ہاں تم جنت میں پہلے جاؤ گے۔ بلال بڑے ادب سے پوچھنے لگے کہ نمازیوں سے پہلے؟ فرمایا ہاں! نمازیوں سے پہلے۔ عابدوں سے پہلے؟ فرمایا ہاں عابدوں سے پہلے۔ اچھا شہیدوں سے پہلے؟ فرمایا ہاں! شہیدوں سے بھی پہلے۔ اچھا غازیوں سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں! غازیوں سے بھی پہلے۔ اچھا صحابیوں سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں! صحابیوں سے بھی پہلے۔ اچھا آپ کے صدیق اکبر سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں! صدیق اکبر سے بھی پہلے۔ اچھا آپ کے مانگے ہوئے عمر فاروق سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں! میرے مانگے ہوئے عمر فاروق سے بھی پہلے۔ اچھا عثمان غنی سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں! عثمان غنی سے بھی پہلے۔ اچھا آپ کے مولیٰ علی سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں! میرے علی مرتضیٰ سے بھی پہلے۔ حضرت بلال عشق و محبت کی لہر میں آئے اور پوچھا آپ کے اہلبیت سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں ہاں میرے اہلبیت سے بھی پہلے۔ اچھا ایک

لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں ہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین سے بھی پہلے۔ بلال کا عشق اٹھا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ سے بھی پہلے؟ میرے نبی نے فرمایا ہاں ہاں مجھ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی پہلے اور جب میرے نبی نے فرمایا مجھ سے بھی پہلے تو بلال روتے ہوئے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا آقا! امتی آگے نبی پیچھے؟ میرے آقا! محبت میں بات ہو گئی، الفت میں بات ہو گئی، انسیت میں بات ہو گئی، عقیدت میں بات ہو گئی، اب آپ اپنے ارشاد کو تبدیل کر دیجئے۔ میرے نبی کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ فرمایا بلال! کیسی بات کرتے ہو! سنو! کائنات بدل سکتی ہے، زمین پھٹ سکتی ہے، ستارے گر سکتے ہیں، فضائیں اپنا رخ بدل سکتی ہیں، پہاڑ اپنے مقام سے ہل سکتا ہے، آسمان تباہی کیلئے جبڑے کھول سکتا ہے، سمندروں کا پانی خشک ہو سکتا ہے، دریاؤں کی روانی رُک سکتی ہے، موجوں کی طغیانی ختم ہو سکتی ہے اور کائنات کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے لیکن رسالت کی زبان سے نکلی ہوئی بات تبدیل نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت بلال نے عرض کیا آقا! تو پھر کیا ہو گا؟ لوگ کیا کہیں گے، امتی آگے نبی پیچھے؟ میرے نبی نے فرمایا اے بلال! قیامت کے دن جس سواری پہ میں سوار ہوں گا تو اس سواری کی لگام تجھ بلال کے ہاتھ میں ہو گی۔ تو آگے آگے غلام بن کے جائے گا اور میں پیچھے پیچھے آقا بن کے جاؤں گا۔ درود شریف...

میری ملت کے نوجوانو! عشق و محبت کی گہرائیاں کچھ اور ہیں، اگر تم عزت چاہتے ہو، عظمت چاہتے ہو، بلندی چاہتے ہو، اقبال چاہتے ہو، وقار چاہتے ہو، اپنے ملک کی معیشت کو درست کرنا چاہتے ہو تو اور کوئی راستہ نہیں ہے **وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ** کے علاوہ کوئی اور دروازہ نہیں ہے۔ بس ایک ہی دروازہ ہے کہ ہمیں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے پر آنا پڑے گا۔ یعنی ان کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا، ان کی تابعداری کرنا پڑے گی **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا** اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ و تفرقہ مت ڈالو، فرقے فرقے مت بناؤ۔ وہ اللہ کی رسی کیا ہے؟ یہ میرے نبی کا آستانہ ہے، یہ میرے نبی کی شریعت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں نظام قرآن ہو، قرآن کی شاہی ہو مگر قرآن کہتا

ہے اس وقت تک میری شاہی نہیں ہوگی جب تک مدینے والے کے در کی گدائی نہیں ہوگئی۔

حضرت محترم! میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے میں نے اس پر مختصر سی روشنی ڈالی ہے کہ رب اکبر ارشاد فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے محبوب فرمادو اگر یہ لوگ اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں تو اللہ ایسے راضی نہیں ہوگا فَاتَّبِعُوْنِیْ میری اتباع کرو، میرے نقش قدم پر چلو تو اللہ تم سے راضی ہوجائے گا یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تم پر مہربان بھی ہوجائے گا۔ یہی وہ پکار ہے، یہی وہ آواز ہے جو ہم اہل سنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے دے رہے ہیں۔ اے لوگو! ہمارے ملک میں تب امن ہوگا، تب اتحاد ہوگا، ہم مسلمانوں میں تب بھائی چارگی ہوگی جب ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے غلام بن کر ان کی عظمت کے ترانے گائیں گے اور دنیا والوں کو بتائیں گے کہ ہمارے نبی بے مثل و بے مثال ہیں۔ ہمارے نبی کے اندر کوئی عیب نہیں ہے، ہمارے نبی کے اندر کوئی نقص نہیں ہے۔ ہمارے نبی کے اندر کوئی کمی نہیں ہے، ہمارے نبی تمام عیوب سے پاک ہیں۔ اسلئے کہ ان کو ختم نبوت کا تاج دینے والا تمام عیوب سے پاک ہے، وہ رب العٰلمین ہے یہ رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ اُس جیسا کوئی معبود نہیں، اِس جیسا کوئی عابد نہیں، اُس جیسا کوئی مسجود نہیں، اِس جیسا کوئی ساجد نہیں، اُس جیسا کوئی محبّ نہیں، اِس جیسا کوئی محبوب نہیں، اُس جیسا کوئی چاہنے والا نہیں، اِس جیسا کوئی چاہا ہوا نہیں، اُس جیسا کوئی معطی نہیں، اِس جیسا کوئی قاسم نہیں۔ وہ بھی بے مثل و بے مثال یہ بھی بے مثل و بے مثال، جہاں تک اس کی خدائی وہاں تک اس کی شہنشاہی ہے، وہ مشرق والوں کا رب یہ مشرق والوں کا نبی، وہ مغرب والوں کا رب یہ مغرب والوں کا نبی، وہ شمال والوں کا رب یہ شمال والوں کا نبی، وہ جنوب والوں کا رب یہ جنوب والوں کا نبی، وہ فرش والوں کا رب یہ فرش والوں کا نبی، وہ عرش والوں کا رب یہ عرش والوں کا نبی، وہ جبرائیل کا رب یہ جبرائیل کا نبی، وہ میکائیل کا رب یہ میکائیل کا نبی، وہ اسرافیل کا رب یہ اسرافیل کا نبی، وہ عزرائیل کا رب یہ عزرائیل کا نبی جہاں تک اُس کی کبریائی ہے وہاں تک اِس کی مصطفائی ہے، وہ بے مثل

و بے مثال یہ بھی بے مثل و بے مثال، اگر ہم یہ کہہ دیں کہ اے دنیا والو! نعوذ باللہ نبی کے اندر عیب ہے تو پھر ہمیں قرآن میں بھی شک ہوگا، اسلام میں بھی شک ہوگا، شریعت میں بھی شک ہوگا۔ ہمارا عقیدہ صاف ہے۔ ربانی علی الاعلان کہتا ہے کہ ہمارا نبی پاک ہے، ان کی ادا پاک ہے، ان کا کردار بھی پاک ہے، ان کے صحابہ بھی پاک ہیں، ان کے اہلبیت بھی پاک ہیں، ان کی زبان بھی پاک ہے اسلئے کہ زبان ان کی نہیں ہے بلکہ نبی کی زبان لسانُ اللہ ہے، نبی کا ہاتھ یداللہ ہے، نبی کا چہرہ وجہ اللہ ہے: نبی کا حکم امراللہ ہے، نبی کی شفقت رحمۃ اللہ ہے، نبی کا دستور آئین اللہ ہے، نبی کی نورانیت نوراللہ ہے، نبی کا سبق لا الٰہ الا اللہ ہے اور نبی کا وجود محمد رسول اللہ ہے۔ یہی وہ میری گذارش تھی جس کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی۔

آج اس دنیا میں طرح طرح کے فتنے ابھر رہے ہیں۔ کوئی رسول کو پیٹھ پیچھے کی خبر سے بے خبر کہتا ہے، کوئی رسول کو اپنا جیسا بشر کہتا ہے اور کوئی صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا ہے، تو کوئی اہلبیت کی طہارت پر نقص تلاش کرتا ہے تو کوئی بزرگانِ دین پر کیچڑ اچھالتا ہے تو کوئی میلادِ رسول کو بدعت کہتا ہے، تو کوئی اذانِ قبر پر اعتراض کرتا ہے، تو کوئی اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کو شرک بتا رہا ہے۔ لیکن اسی آسمان کے نیچے اس زمین کے اوپر اہلسنت و جماعت ایک ایسی جماعت ہے جو تمام کو مانتی ہے، رب کی ربوبیت کو مانتی ہے، نبی کے ختم نبوت کو مانتی ہے، صدیق اکبر کی صداقت کو مانتی ہے، عمر فاروق کی عدالت کو مانتی ہے، عثمان غنی کی سخاوت کو مانتی ہے، مولیٰ علی کی شجاعت کو مانتی ہے، امام اعظم کی امامت کو مانتی ہے، غوث اعظم کی کرامت کو مانتی ہے اور خواجہ کی ولایت کو مانتی ہے، ہم کسی سے الجھنا نہیں چاہتے، ہم صاف اور علی الاعلان کہتے ہیں جو مدینے والے نبی کے در کا غلام ہے وہ ہمارا امام ہے۔ ہمارے نزدیک معیار ایک ہی ہے اور وہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی ہے۔ چاہے وہ جتنا بڑا متقی ہو، چاہے وہ جتنا بڑا پرہیزگار ہو، چاہے وہ جتنا بڑا علامہ وفہامہ ہو، چاہے وہ جتنا بڑا مقرر ہو، چاہے وہ جتنا بڑا مدرس ہو، چاہے وہ جتنا بڑا مدبر ہو، چاہے وہ جتنا بڑا مولوی ہو۔ اگر وہ نبی کے دروازے سے دور ہے تو وہ مسلک حقہ سے دور ہے، وہ اسلام سے دور ہے، وہ دین متین سے دور ہے، وہ

آئین قرآن سے دور ہے۔ قرآن والا وہی ہے جو قرآن اور صاحب قرآن کی عظمت کو سلام کرتا ہے اور نبی دو عالم کو بے مثال کہتا ہے۔

آج آپ جتنے بھی حالات دیکھ رہے ہیں کہ کہیں مسلمان مارے جا رہے ہیں، کہیں مسلمانوں پر جبر و تشدد کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، کہیں مسلمان گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں، کیوں کہ اس کی واحد وجہ صرف یہی ہے کہ ہم اللہ کو فراموش کر چکے ہیں اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا چھوڑ دیا ہے اور درود پاک کی کثرت کو چھوڑ دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **من صل علی وجبت لہٗ شفاعتی** جس نے مجھ پر درود پاک پڑھ لیا تو میری شفاعت ان کیلئے واجب ہو گئی ہے۔ اے لوگو! ماں باپ کی عزت کرو، بڑوں کا ادب کرو، چھوٹوں پر شفقت کرو اور نماز کی پابندی کرو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ** نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جو شخص نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے تو کل قیامت کے دن وہ جہاں کہیں بھی پھر رہا ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اللہ اکبر! ہم نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں قیام کرتے ہیں، نیت کرتے ہیں، قرأۃ پڑھتے ہیں، رکوع کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، اس کے بعد قعدہ اخیرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تشہد کے بعد میرے نبی پر درود پڑھو! قیام کے بعد، نیت کے بعد، رکوع کے بعد، سجود کے بعد، تلاوت قرآن کے بعد، غرضیکہ تمام تسبیحات کے بعد بیٹھا کر تشہد کے بعد درود پڑھوالیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پہلے بھی درود رکھ سکتا تھا۔ مگر اللہ نے پہلے درود شریف نہیں رکھی اخیر میں رکھی تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ نماز میں رسول کا خیال آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ وہم دور ہو جائے، اس کا یہ شک ختم ہو جائے کہ التحیات کا بہانہ ہے، اصل میں مدینے والے پر درود پڑھنے کا نشانہ ہے۔ بیٹھ کر درود پڑھو، کھڑے ہو کر درود شریف پڑھو۔ اللہ تعالیٰ نے نماز میں بیٹھا کے درود پڑھوالیا، نماز جنازہ میں کھڑا کرا کے درود پڑھوالیا۔ اگر کسی کا جنازہ سامنے رکھا ہوا اور نماز جنازہ پڑھنے والے ہاتھ باندھے ہوئے ہوں اور رخ کعبے کی طرف کئے

ہوئے ہوں اور **اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَ غائبنا الخ** پڑھنے کا ارادہ کر رہے ہوں اب اللہ فرماتا ہے بخشوانا بعد میں پہلے میرے نبی پر درود پڑھ لو۔ اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ التحیات میں بیٹھا کے درود پڑھوالیا، نماز جنازہ میں کھڑا کرا کے درود پڑھوالیا، الیکشن کا وقت آیا تو یا رسول اللہ کا نعرہ لگوا دیا، مشکل وقت آیا تو داتا کے قدموں تک پہنچا دیا اور کوئی مصیبت آئی تو حلوے کی دیگ میں چمچہ پھروالیا۔ درود شریف...

نامِ نبی کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کیلئے سارے کام لے لئے اور اپنے محبوب کیلئے ہر کام لیتا ہے۔ کیوں کہ اس کا وعدہ ہے، اے میرے نبی! ہر جگہ تیرا نام، اذانوں میں تیرا نام، نمازوں میں تیرا نام، عبادت میں تیرا نام، ریاضت میں تیرا نام، حقیقت میں تیرا نام، معرفت میں تیرا نام، طریقت میں تیرا نام، قرآن عظیم میں تیرا نام، توریت کے اوراق میں تیرا نام، زبور کے صفحات میں تیرا نام، انجیل کے پاروں میں تیرا نام، جنت کی بہاروں میں تیرا نام، کوثر کے پیاروں میں تیرا نام، دنیا کے نظاروں میں تیرا نام، آسمان کی بلندی میں تیرا نام، زمین کی پستی میں تیرا نام، پہاڑ کی چوٹیوں پر تیرا نام، مسجد و محراب میں تیرا نام، مفتی کے فتوے میں تیرا نام، فقیہہ کے فقہ میں تیرا نام، خطیب کے خطبے میں تیرا نام، ادیب کے ادب میں تیرا نام، مقرر کی تقریر میں تیرا نام، مفسر کی تفسیر میں تیرا نام، مدرس کی تدریس میں تیرا نام، مدبر کی تدبیر میں تیرا نام، مورخ کی تاریخ میں تیرا نام۔ فرمایا اے پیارے! لالہ زاروں میں تیرا نام، دریا کی روانی میں تیرا نام، موجوں کی طغیانی میں تیرا نام، سمندر کی سیلانی میں تیرا نام، دریائی مچھلیوں کی زبانوں پر تیرا نام، فضائی پرندوں کی زبانوں پر تیرا نام، کائنات کے ذرہ ذرہ میں تیرا نام، ارے پیارے! میرا وعدہ ہے جہاں ہوگا خدا کا نام وہیں ہوگا مصطفیٰ کا نام:

سلطان جہاں محبوب خدا، تری شان و شوکت کیا کہنا
ہر شئی پہ لکھا ہے نام ترا، ترے ذکر کی رفعت کیا کہنا

اللہ رب العزت کا نام ہر جگہ ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔

حضرات انہیں گذارشات کو آپ قبول فرمائیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان نوجوان بھائیوں کے عزائم میں برکت عطا فرمائے۔ میں تمام سنی نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ جب تمہیں ربانی کی ضرورت پڑے گی تو آپ ناچیز کو حاضر پائیں گے اور اہلسنت و جماعت کے قائد کا جہاں بھی خون ہوگا ربانی اپنا سر قربان کرے گا اور دنیا والوں کو بتائے گا کہ ہماری رگوں میں کانگریس اور اندرا کا خون نہیں ہے بلکہ ہماری رگوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جذبہ ہے۔ کیوں کہ ہمارا مسلک حقہ جو ہے وہی مسلک ہے جو صدیق اکبر کا تھا، فاروق اعظم کا تھا، جو عثمانِ غنی کا تھا، جو مولیٰ علی کا تھا اور جو کربلا کے شہیدوں کا تھا اور ہم علی الاعلان یہ بات کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہم فقیر لوگ ہیں، ہم قلندر لوگ ہیں۔ کون کہتا ہے دارا و سکندر اچھا، بلکہ ساری دنیا سے محمد کا قلندر اچھا۔ فقیر بنو! روحانیت حاصل کرو، اسلام کے آئین کو سمجھو، نظام قرآن کو سمجھو اور قرآن کا نظام تب سمجھ میں آئے گا جب مدینے والے نبی سے محبت ہوگی، ان کی ہر ادا سے محبت ہوگی:

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے — اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

نبی دو عالم کی محبت کے بغیر دین نامکمل ہے۔ چونکہ خود آقا ارشاد فرماتے ہیں: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مَنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کے دل میں ہماری محبت، اس کے والدین اس کی اولاد حتیٰ کہ تمام کائنات سے زیادہ نہ ہو۔ سن لیا آپ لوگوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر ہماری محبت وعقیدت میں کوئی کوتاہی اور خامی رہ گئی تو تمہارے ایمان کا پتہ کٹ جائے گا۔ حضور نے مومن ہونے کا معیار یہ رکھا ہے کہ دنیا کی

ہر چیز پر آپ کی محبت غالب ہو۔ محمد کی محبت کے بغیر ایمان نامکمل ہے، بلکہ سب کچھ نامکمل ہے۔ ارے ایمان تو نام نبی کا ہے، اسلام تو نام نبی کا ہے، قرآن تو نام نبی کا ہے۔ اللہ کا قرآن کہتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔ یا اللہ نماز کیسے قائم کریں؟ فرمایا لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ تمہارے لئے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ میرے رسول کو آگے بڑھا دو اگر وہ کھڑے ہو جائیں تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ، اگر وہ جھک جائیں تو تم بھی جھک جاؤ، اگر وہ اپنا سر مبارک زمین پر ٹیک دیں تو تم بھی اپنے سر زمین میں رکھ دو، اگر وہ بیٹھ جائیں تو تم بھی بیٹھ جاؤ، اگر وہ سلام پھیریں تو تم بھی سلام پھیرو۔ تو نبی کا کھڑا ہونا قیام بن گیا، نبی کا جھکنا رکوع بن گیا، نبی کے ماتھے کا زمین پر ٹیکنا سجدہ بن گیا، نبی کا آرام سے بیٹھنا قعدہ بن گیا۔ اگر کوئی کہے میں تو موحد ہوں میں دو سجدے کے بجائے تین سجدے کروں گا، میں اللہ کی وحدانیت زیادہ بیان کروں گا، لیکن اللہ کا قرآن کہتا ہے وہ نماز ان کے منہ پر ماردی جائے گی۔ یا اللہ! کیوں؟ وہ تو تیرا موحد ہے، وہ سبحان ربی الاعلیٰ زیادہ مقدار میں کہنا چاہتا ہے؟ فرمایا ٹھیک ہے، وہ سجدہ کرنا چاہتا ہے کرے، لیکن مجھے تیرے اس سجدے کی ضرورت نہیں کیوں کہ میرے محبوب نے یہ سجدہ نہیں کیا ہے۔ میرے نبی کی اداؤں کا نام نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وقت کافی ہو چکا ہے۔

وَما عَلَیْنا اِلَّا الْبَلاغُ

☆☆☆

خطبہ ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ.

میرے بزرگو اور نوجوان ساتھیو! آپ نے سن لیا ہوگا کہ جلسۂ عام صرف اور صرف اسلئے منعقد کیا جارہا ہے کہ ہم سب کے سب دربارِ غوثیت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے جمع ہو جائیں۔

میں رب کعبہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا جمع ہونا قبول فرمائے اور ذرا بلند آواز سے کہہ دیجئے ''آمین''۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن غوث اعظم کے جھنڈے کا سایہ نصیب فرمائے، آمین۔ قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ کے ولی اللہ کے پیارے ہیں۔ اللہ کے ولی اللہ رب العزت کے متوالے ہیں۔

عربی لغات میں ولی کے معنی ہیں دوست، ولی کے معنی ہیں رفیق و شفیق، ولی کے معنی ہیں

اشارہ کرنے والا، ولی کے معنی ہیں بات کو منوانے والا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمتہ اللہ علیہ شہنشاہ قطب زماں قطب ربانی شیخ لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ ان ولیوں میں سے ہیں جن کے بارے میں خود رسول کائنات نے فرمایا تھا۔

جس طرح میں تمام نبیوں میں افضل و اعلیٰ ہوں، آج تک مدینے کے مینار گواہ ہیں آج تک حضرت ابوہریرہ کی روایت گواہ ہے کہ مدینہ کی مسجد تھی۔ رسول اللہ وعظ سنا رہے ہیں۔ وعظ سننے والا اعلیٰ ہے۔ سنانے والا نبی ہے۔ حضور فرما رہے ہیں آیئے میں تمہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ سناؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں قلم اور دوات لے کر بیٹھ گیا۔ میرے پیارے آقا نے فرمایا:

اُکْتُبْ یَا عَبْدَ اللّٰہ.

اے عبداللہ! لکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ ایک دن دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں بہت ظالم ہوں، بڑا جابر ہوں، بہت گناہ کئے ہیں۔ ارادہ کیا کہ اب اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر معافی مانگوں۔ کوئی ہے ایسا شخص جو مجھے بارگاہ خداوند قدوس سے معاف کرادے۔ یہ ارادہ کر کے گھر سے چل دیا۔

راستے میں ایک راہب ملا۔ اس نے سوال کیا کہ جناب میں نے ننانوے قتل کئے کیا میری بخشش کی کوئی امید ہے۔

اس نے کہا ہوش میں آ۔ تو نے اتنے آدمیوں کا ناحق خون کیا ہے اور اب بھی تجھے اپنی نجات کی امید ہے۔ اس نے کہا، جب میری نجات ہی نہیں ہوسکتی اور جب مجھے اللہ تعالیٰ معافی ہی نہیں مرحمت فرمائے گا تو پھر یہ ننانوے کا عدد کیسا۔ لاؤ گنتی ہی کیوں نہ پوری ہو جائے۔

میرے پیارے آقا فرماتے ہیں اس نے خنجر اٹھایا اور اسی کو دے مارا۔ سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد پھر کچھ مدت گزرنے پر اس کو خیال آیا کہ اللہ کی بارگاہ میں جھک جاؤں۔ ایک آدمی کے پاس گیا اور کہنے لگا، سو آدمیوں کا قاتل ہوں، اللہ کے دربار میں معافی کا سوالی بن رہا

ہوں۔ کوئی ہے ایسا شخص جو بارگاہ صمدیت اور بارگاہ جبروت میں اس جبار وقہار کی عدالت لم یزل سے مجھے معافی کا پروانہ دلا سکے۔ اس نے کہا، یا عاص! پانچ میل کے فاصلے پر ایک اللہ کا ولی بیٹھا ہے۔ وہیں چلا جا۔ وہ تیرے لئے دعا کے ہاتھ اٹھائے گا۔

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے سارے گناہ معاف فرمائے گا۔ میرے پیارے آقا فرماتے ہیں کہ ابھی اس نے ایک قدم اٹھایا تھا کہ اس کی روح جسم سے نکل گئی۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے اور روح قبض کرلی۔ جہنم کے فرشتے آگئے اور کہنے لگے ہم اس کی روح ایک مقام خاص پر لے جائیں گے اسلئے کہ یہ جہنمی ہے، سو آدمیوں کا قاتل ہے، بڑا جابر ہے، بڑا ظالم ہے۔

میرے آقا نے فرمایا، کہ جنت کے فرشتے بھی آگئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو اپنے مقام جنت کی طرف لے جائیں گے۔ اس کی روح کو مقام اعلیٰ کی طرف لے جائیں گے۔

جہنم والوں نے کہا یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے، جنت والوں نے کہا مگر جا رہا تھا اللہ کے ولی کے پاس۔ میرے پیارے آقا فرماتے ہیں، دنیائے انسانیت کے محسن فرماتے ہیں کہ جھگڑا ہو گیا۔ آخر یہ جھگڑا بارگاہ احکم الحاکمین میں پہنچا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا۔

جہنم کے فرشتو! بولو۔ وہ بھی کہنے لگے، یا اللہ! تو دلوں کے راز جانتا ہے اگرچہ یہ قاتل تھا مگر جا رہا تھا تیرے پیارے مقبول بندے کے پاس۔ اللہ نے فرمایا، زمین ناپو۔ اگر زمین ولی کامل کے قریب ہے تو پھر اس کی نجات ہے۔ اگر ولی سے دور ہے تو اے جہنم کے فرشتو! جہاں مرضی چاہے وہاں لے جانا۔

میرے پیارے آقا فرماتے ہیں کہ ابھی دیکھنے میں ایک قدم ہی اٹھایا تھا لیکن جب فرشتے زمین ناپنے لگے تو رب العالمین نے فرمایا، اے زمین سمٹ جا۔ تجھے یہ پتہ نہیں کہ میرے پیارے بندے کے پاس جا رہا تھا۔ اس کے اعمال بد کو دیکھوں یا یار کی یاری کو دیکھوں۔ ربانی سوالیہ نشان لگا کے پوچھتا ہے دنیا والو! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودی میرے پیارے نبی کے فرمان کے مطابق جس نے ابھی توبہ بھی نہیں کی، جو ابھی ولی کے دربار میں حاضر بھی نہیں ہوا اور ابھی صرف ایک قدم ہی اٹھایا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ یہ میرے دوست کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لہٰذا اے زمین تو سمٹ جا۔ اکٹھی ہو جا تا کہ اسے نجات کا پروانہ مل جائے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا یہودی ایک ولی کے دربار میں جانے کا ارادہ کر کے نجات کا حقدار بن سکتا ہے تو ہم کلمہ پڑھنے والے جب بغداد کے شہنشاہ کا ذکر کریں گے تو ہمیں نجات کیوں نہیں ملے گی۔

شہنشاہ بغداد! معاذ اللہ! معاذ اللہ خدا نہیں ہیں۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ ولیوں کا درجہ خدا سے بڑھا دیتے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ ولی خدا کے محتاج ہیں۔ مگر اللہ فرماتا ہے جو میرا ذکر کرتا ہے تم لوگ وہ نہیں ہوتے جو وہ ہوتے ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے۔ میں ایک جگہ تقریر کیلئے گیا رات کے بارہ بجے جلسہ ختم ہوا۔ ایک بجے پلیٹ فارم پر پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کمزور سا نوجوان ہے، اس کو آٹھ نوجوان تھامے ہوئے ہیں مگر وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہا ہے۔ میں نے کہا، صاحب کمزور ہے۔ آپ تگڑے تندرست ہیں۔ آپ اس کو قابو میں نہیں لا سکتے۔

بولے، مولانا! اس کے اندر جن ہے۔ میں نے کہا مطلب؟ کہنے لگے صاحب جن سرایت کر گیا ہے۔ بظاہر اعصاب اس کے ہیں، اندر قوت جن کی ہے۔ بظاہر وجود اس کا ہے، اندر طاقت جن کی ہے۔ آنکھیں اس کی ہیں، دیکھنا جن کا ہے۔ کان اس کے ہیں، سننا جن کا ہے۔ پاؤں اس کے ہیں، چلنا جن کا ہے۔ بظاہر یہ کمزور سا ہے مگر اندر پاور جن کا ہے۔

ربانی پوچھتا ہے، جس کے اندر سایہ چلا جائے جن کا تم کہتے ہو وہ جن کا مظہر ہو سکتا ہے۔

تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچتا ہے تو آنکھیں اس کی ہوتی ہیں دیکھنا خدا کا ہوتا ہے۔ کان اس کے ہوتے ہیں، سننا خدا کا ہوتا ہے۔ پاؤں اس کے ہوتے ہیں، چلنا خدا کا ہوتا ہے۔ ہاتھ اس کے ہوتے ہیں، قوت خدا کی ہوتی ہے۔ اشارہ اس کا ہوتا ہے، کام خدا کا ہے۔

آیئے اللہ کے ولی برحق کی بارگاہ میں چلیں۔ ہمارے شہنشاہ بغداد جن کا آپ دن منا رہے ہیں وہ پیرانِ پیر روشن ضمیر ہیں۔

ایک دن بغداد میں ایک ابر ظاہر ہوا۔ اندر سے آواز آئی، اے عبدالقادر نماز مت پڑھا کر۔ لیکن پیر بھی تو پیر ہی تھا۔ علم ظاہر بھی تھا۔ علم باطن بھی تھا۔ دماغ ولایت سے سوچا اور زبان طریقت سے کہا۔ عبدالقادر تو کون ہوتا ہے کہ تجھ پر نماز معاف ہو جائے؟

ذرا زور سے کہئے سبحان اللہ! تو کون ہوتا ہے کہ تجھ پر نماز معاف ہو جائے۔ ہمارے نبی ساری ساری رات کھڑے کھڑے اللہ کی بارگاہ میں قیام کرتے، رکوع کرتے، سجود کرتے۔

جناب ام المومنین عرض کرتیں، یا رسول اللہ! سو بھی جایا کریں۔ میرے آقا نے فرمایا، اے عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اللہ نے مجھے نبیوں کا امام بنایا۔ نبی ساری رات عبادت کرتے۔ صدیق اکبر پر نماز معاف نہیں۔ فاروق اعظم پر نماز معاف نہیں۔ عثمان غنی پر نماز معاف نہیں۔ مولا علی پر نماز معاف نہیں۔ حضرت امام حسین کربلا کے میدان میں جام شہادت نوش فرما رہے تھے، خود پر چونتیس زخم تلوار کے، پینتیس تیرے کے آئے تھے، ان پر نماز معاف نہیں۔ عبدالقادر تو کون ہوتا ہے کہ تجھ پر نماز معاف ہو جائے۔ زبان ولایت سے فرمایا:

لاحول ولا قوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم۔

وہ جتنا بھی نور تھا، دھواں ہو گیا۔ اندر سے آواز آئی، عبدالقادر تجھے تیرے علم نے بچا لیا۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ظالم اب بھی مجھے گمراہ کر رہا ہے۔ مجھے میرے علم نے نہیں بچایا مجھے اللہ نے بچایا۔

حضرت پیران پیر اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اے لوگو! غور سے سنو۔ جو آدمی نماز کا پابند ہے، پنجگانہ نماز پڑھتا ہے، نماز کے بعد درود پاک پڑھتا ہے، ماں کی عزت کرتا ہے، باپ کا ادب کرتا ہے، مسجد کے نمازی کی قدر کرتا ہے اور پھر ہر جمعہ کے دن آیۃ الکرسی پڑھتا ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا وہ جہاں بھی پھر رہا ہوگا میں عبدالقادر جیلانی اس کی شفاعت کراؤں گا۔ پیرانِ پیر گیارہویں والے پیر۔

آج لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ تم نے گیارہویں کہاں سے بنائی۔ ہم ان سے کہتے ہیں محبت وعقیدت اور الفت کی نگاہ سے دیکھو۔ یہ گیارہویں شریف کی بات ہے۔ گیارہویں شریف پر اعتراض کرنے والو! تاریخ کا مطالعہ کرو۔ حضرت پیرانِ پیر روشن ضمیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جہاں ایک اللہ کے ولی تھے وہیں ایک عظیم تاجر بھی تھے۔ ایک دن ملک شام سے واپس آئے۔ دیکھا دروازے پر ایک سائل کھڑا ہے۔ گھر سے آواز آئی معافی دو۔

فرمایا ہمارے در سے سائل خالی چلا جائے۔ جب ہوتا ہے دے دیتے ہیں۔ جب نہیں ہوتا تو معافی دے دیتے ہیں۔

فرمایا، میں نہیں چاہتا کہ عبدالقادر کے دروازے سے تو خالی جائے۔ سارے تلامذہ اکٹھے کئے۔ سارے شاگرد آئے۔ اپنے آئے، بیگانے آئے، سب اکٹھے ہوئے۔ جمعہ کے نماز کے بعد فرمایا۔

بتاؤ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن مقرر ہو جائے۔ اس دن تم بھی گھر رہو، میں بھی گھر رہوں، شاگرد بھی موجود رہیں، میرے مرید بھی موجود رہیں اور ہر سائل کو معلوم ہو کہ آج عبدالقادر گھر میں موجود ہوگا۔

میں سارا مہینہ کماؤں اور ایک رات خرچ کروں۔ شاگردو! بتاؤ کون سا دن مقرر کروں۔

حضرت آپ کے پاس علم ظاہر بھی ہے اور علم باطن بھی۔ فرمایا جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو دسویں کا دن تھا۔ رات گیارہویں کی۔ جب نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی سے لگی تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی، جب ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار ہوئی تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی، جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی، جب یوسف علیہ السلام نے تخت مصر پر اپنے والدین سے ملاقات کی تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر پہنچ کر اللہ سے شرف ہم کلامی حاصل کیا تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی اور جب میدان کربلا میں

حضرت امام حسین اپنے بچوں کو جام شہادت نوش کرا رہے تھے دن دسویں کا تھا اور رات گیارہویں کی۔ ہم بھی یہی دن اور یہی رات مقرر کرتے ہیں۔ اب جو دن دسویں کا ہوگا اور رات گیارہویں کی ہوگی اور کوئی بھی سائل عبدالقادر کے دروازے آئے گا وہ واپس نہیں جائے گا۔ اسی دن سے آپ مشہور ہو گئے۔ گیارہویں والے پیر۔ ہر فقیر کو پتہ ہے، ہر طالب دنیا اور ہر طالب علم جانتا ہے کہ آج کے دن عبدالقادر گھر میں موجود ہوگا۔ لہٰذا جو بھی آتا خالی نہ جاتا۔ اس دن سے آپ مشہور ہو گئے گیارہویں والے پیر۔

حضرت پیران پیر روشن ضمیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں اور کہتے ہیں، لوگو!

میرا نبی شان والا۔ ایک عیسائی آیا اور کہنے لگا۔ اے عبدالقادر تم اپنے نبی کی بڑی تعریف کر رہے ہو۔ تمہارے نبی نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے مردے زندہ کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نبی تو نہیں البتہ مدینے والے کے غلاموں کے غلام، غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلام ہیں۔

مجھے کسی قبر پر لے جا۔ میں ابھی مردہ زندہ کر دوں گا۔ منبر سے نیچے اترے، مسجد سے باہر آئے۔ لوگوں نے کہا حضرت نماز کا وقت تو جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، خاموش رہو۔ وقت کی نبض ہمارے ہاتھ میں ہے۔ قبرستان پہنچے۔ آج تک تاریخ بغداد کا ایک ایک لفظ اور لفظ کا ایک ایک حرف گواہ ہے۔

بغداد کی مسجد کے مینار گواہ ہیں کہ پیرانِ پیر نے فرمایا، بتا کون سا مردہ زندہ کروں؟ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ پیرانِ پیر نے فرمایا، غور کر! اس کو مرے ایک صدی گزر چکی ہے۔ اس کو مرے ایک سو سال گزر چکے ہیں۔ یہ ایک میراثی تھا، بین بجاتا تھا۔ اب بین بجاتا ہوا اٹھے یا ویسے ہی کھڑا ہو؟

آج لوگ کہتے ہیں، جناب حیات دینا اللہ کا کام ہے۔ مگر تم نہ جانے کیا کہتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ عبداللہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔

پڑھو۔ حضرت سرور کائنات نے فرمایا جو کام خدا کا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر اس کام کو نبی کرے تو معجزہ سمجھو، اگر ولی کرے تو کرامت سمجھو۔ آنکھوں میں نور دینا خدا کا کام ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ لگاتے تو نور آ جاتا، ہم نے اس کو معجزہ کہا۔ برطانیہ کے اندر ایک عیسائی نے کہا ہمارا نبی ہاتھ لگاتا تھا اور نور آ جاتا تھا۔ میں نے کہا اور عیسائی لندن میں بیٹھنے والے نبیوں کے مقام تو انتہائی ارفع و اعلیٰ ہیں لیکن تم میرے نبی کی بات کرتے ہو۔

آؤ میں تم کو بتاؤں! تمہارے نبی کا معجزہ مجھے تسلیم ہے کہ تمہارا نبی ہاتھ لگاتا تھا تو نور فوراً آ جاتا تھا۔ لیکن سنو! میرے نبی کی پہننے والی جوتی مبارک کے تلوے سے جو خاک لگتی تھی تو فوراً نور آ جاتا تھا۔

ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ پڑھو۔ یہ آج کے مینارے گواہی دے رہے ہیں کہ ہندوستان کے اندر ولیوں کا چرچا کون لایا۔ نہ گھوڑا، نہ جوڑا، نہ ہاتھی، نہ کوڑا، نہ املاک نہ دوکان، نہ مکان نہ دولت، بس پھٹا ہوا لباس تھا، پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں تھیں، گلے میں قرآن تھا، مگر آنکھوں میں توحید و رسالت کے سرمے تھے اور سینے میں محمد مصطفیٰ کے نغمے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری آئے، پرتھوی راج کی حکومت ہے، سیدھے دربار میں آئے۔ پرتھوی راج نے کہا:

فقیر یہاں کیوں آیا ہے؟ یہاں سے نکل جا۔ حضرت نے فرمایا تو بھی بدل جا۔ غور سے سنو! فرمایا تو بھی بدل جا۔ کہاں کیوں آیا ہوں۔ فرمایا تجھے جہنم سے بچانے آیا ہوں۔ جنت کا دروازہ دکھانے آیا ہوں۔ گمراہی سے بچانے آیا ہوں۔ کعبہ کا تعارف کرانے آیا ہوں۔ یا رسول اللہ کا نعرہ لگوانے آیا ہوں۔ اس نے جوگی جے پال کو بلایا۔ جوگی قریب آیا۔ کہنے لگا، اب تک تو نے ہمارے خزانے سے خوب کھایا ہے اب اس فقیر کے ساتھ مقابلہ کر۔

جوگی جے پال میدان میں آیا۔ ادھر مقابلہ ہو رہا ہے۔ ادھر ناجائز ہے ادھر جائز، ادھر ظلم ہے ادھر نور، ادھر حرام ادھر حلال، ادھر کفر ادھر اسلام، ادھر باطل ادھر حق، ادھر نفسانیت ادھر روحانیت، ادھر جادو ادھر کرامت، ادھر جوگی جے پال ادھر خواجہ۔

جوگی جے پال نے ہاتھ میں ایک چیز پکڑ لی۔ کہنے لگا بتا میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اگر چہ ہندو تھا مگر جانتا تھا جو غیب بتا دے سچا ولی ہے۔ حضرت نے نگاہ صداقت سے دیکھا، فرمایا: تیرے ہاتھ میں گنگا و جمنا کا ریت ہے۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ کچھ دیر سوچ کر منتر پڑھا، فضا میں اڑا۔ حضرت نے اپنی جوتی کی طرف دیکھا، فرمایا جوتی کفر آسمان کی طرف اور تو یہاں ہے؟ حضرت خواجہ معین الدین کی جوتی فضا میں اڑی، جوگی جے پال کے سر پر پڑی۔ جوگی جے پال قریب آ کے بولا تو حق ہے۔ یہ معدنیت نہیں روحانیت ہے۔ جادو نہیں کرامت ہے۔

اسی دن حضرت خواجہ غریب نواز نے پچیس ہزار ہندوؤں کو کلمہ طیبہ پڑھایا۔ آج کا نوجوان سوچ رہا ہے۔ یہاں محمد بن قاسم آئے، یہاں صلاح الدین ایوبی آئے۔

ربانی کہتا ہے ٹھیک کہتے ہو۔ صلاح الدین ایوبی آیا، محمد غزنوی آیا، محمد بن قاسم آیا، مگر کالج کے پڑھنے والو! اسلامیات کے پروفیسر سے پوچھو۔ محمد بن قاسم نے، صلاح الدین ایوبی نے، محمود غزنوی نے ہندوؤں کی گردنیں جھکائیں تھیں، ہندوؤں کے دل جھکانے والا خواجہ معین الدین اجمیری تھا۔ بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں، سب ولیوں کے دروازہ پر آئے۔

اسلام کی تاریخ بتاتی ہے، جب سومناتھ کا مندر فتح ہونے لگا تو محمود غزنوی سید خواجہ ابوالحسن خرقانی کے پاس پہنچا۔ آج لوگ کہتے ہیں تم درباروں پر جاتے ہو کتنا بڑا ظلم ہے۔ آج کہا جاتا ہے کہ جس مسجد کے ساتھ قبر ہو وہاں نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

ربانی کہتا ہے، جہاں اللہ کا ولی ہے وہاں مسجد ہے اور جہاں مسجد ہے وہاں ولی کا روضہ ہے۔

کہاں کہاں تم روکو گے۔ ملتان آؤ، قلعہ پر دیکھو، مسجد کے ساتھ پیر بہادر حق کا روضہ ہے۔ قلعہ سے نیچے اترو مسجد کے ساتھ شاہ رکن کا روضہ ہے۔ پائیں چلے جاؤ مسجد کے ساتھ بابا فرید الدین کا روضہ ہے۔ ہاں ہاں بغداد چلے جاؤ مسجد کے ساتھ پیران پیر کا روضہ۔ نجف اشرف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ مولا علی کا روضہ۔ کربلا چلے جاؤ مسجد کے ساتھ امام حسین کا روضہ اور مدینے شریف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ رسول اللہ کا روضہ۔ بزرگان محترم! ہم اس ملک کے اندر اتحاد چاہتے ہیں۔ ہم کو جب بھی مشکل وقت پڑا بزرگوں کے مزاروں پر جانا پڑا۔

جب بھی مشکل وقت پڑا ہم کو بزرگوں کے مزاروں پر جا کے چادریں چڑھانا پڑیں۔ اللہ کی قسم منبر رسول پر بیٹھا ہوں، جتنی بھی تحریکیں چلیں کام اللہ کے ولی ہی آئے۔ کام درویش ہی آئے۔ کام فقیر ہی آئے۔

نہ تاج و تخت میں ہے نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

پاکستان بنا تو اللہ کے ولی کام آئے، تحریک نظام مصطفےٰ چلی تو اللہ کے ولی ہی کام آئے، تحریک ختم نبوت چلی تو اللہ کے ولی ہی کام آئے۔ آؤ ہائی کورٹ کی فائلیں کھولو۔ کہاں کہاں اللہ کے ولی کام آئے۔ جب ختم نبوت کی تحریک چلی تمام علمائے ملت نے کہا قادیانی کافر ہیں، اسلئے کہ یہ رسول کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا۔ قادیانیوں نے کہا کہ یہ مولوی ایسی ویسی تقریریں کرتے رہتے ہیں، ان سے کہو اگر مناظرہ کرنا ہے تو تحریری مناظرہ کرلو۔

میری ملت کے نوجوانو! آج تک عدالت کی فائلیں اس بات کی گواہ ہیں کہ سب مولوی خاموش ہو گئے۔

لیکن حضرت پیر مہر علی شاہ نے فرمایا۔ او قادیانیو! ہمیں تمہاری شرط منظور ہے تمہیں بھی ہماری شرط منظور کرنا پڑے گی۔

ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے تو مناظرہ ہائی کورٹ کی عدالت میں ہوگا۔ مناظرہ مہر علی کا ہوگا۔ عدالت میں کرے گا اور ایک شرط یہ ہے کہ عدالت کی میز پر قلم تم بھی رکھ دو، قلم میں بھی رکھ دوں۔ کاغذ تم بھی رکھ دو، کاغذ میں بھی رکھ دوں۔ جس کا قلم خود بخود تحریر کرتا جائے سچا وہی ہوگا۔

قادیانی خاموش ہو گئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو تسبیح ہے، شہنشاہ بغداد نے دی ہے۔ گیارہویں والے پیر نے دی ہے۔ ہاتھ میں تسبیح رکھا کرو، درود پاک پڑھا کرو۔ یہ تسبیح گیارہویں والے پیر کا دیا ہوا تحفہ ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ ہاتھ میں تسبیح رکھا

کرتے تھے۔

گولڑے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہیں۔گاڑی رکی، انگریز اترا، گلے میں پستول ہے۔ اس نے پوچھا بابا یہ کیا ہے؟

قریب آکر کہنے لگا، بابا جی یہ کیا ہے؟ حضرت نے ایک لمحہ کیلئے خاموشی اختیار کی۔ پھر اس کے پستول کی طرف دیکھا اور انگلی اٹھا کے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ میرا ہتھیار ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ میرا ہتھیار ہے۔ کچھ دیر گزری، وہ خاموش نہ رہ سکا۔ اس نے تسبیح پر ہاتھ لگا کے کہا بابا یہ ہتھیار آپ کو کس نے دیا ہے؟

حضرت نے اس کے پستول کی طرف انگلی اٹھائی، فرمایا یہ ہتھیار تجھے کس نے دیا ہے۔ کہنے لگا یہ ہتھیار انگریز حکومت کے وائس لائی بورڈ نے دیا ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ نے فرمایا: مجھے یہ ہتھیار شہنشاہ بغداد نے دیا ہے۔ مجھے گیارہویں والے پیر نے دیا ہے۔ انگریز کو پھر بھی چین نہ آیا۔ قریب آیا، تسبیح کو ہاتھ لگا کے کہتا ہے، بابا جی یہ ہتھیار کس کام آتا ہے؟ حضرت نے اس کی پستول کی طرف اشارہ کیا، فرمایا یہ ہتھیار کس کام آتا ہے؟ اس نے پستول کھولا، گولی بھری، درخت پر پرندہ چہک رہا تھا، انگریز نے کہا بابا دیکھو میرے ہتھیار کا کمال۔

وہ پرندہ سامنے بیٹھا ہے، ذرا دیکھنا۔ اس نے فائر کیا، گولی فضاؤں میں، ہواؤں میں، خلاؤں میں چیرتی ہوئی پرندے کے سینے پر لگی۔ پرندہ تڑپ کر زمین پر ٹھنڈا ہو گیا۔ انگریز نے کہا، بابا دیکھا ہمارے ہتھیار کا کمال۔ ابھی تو زندہ تھا، ابھی مردہ ہو گیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ نے اپنی درود والی تسبیح مردہ پرندہ کو لگائی، پرندہ چہکتا اور اڑتا فضاؤں کو چیرتا ہوا درخت پر جا بیٹھا۔ آؤ اللہ کے ولیوں کے دروازے پر آؤ۔ نجات تب ہوگی، مادیت کے ساتھ مقابلہ تب ہوگا جب اللہ کے ولیوں کے درباروں پر سلام کرنے جاؤ گے۔

پاک پٹن والے بابا حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ابھی چار سال کی ہے۔ امی نے کہا بیٹے، بڑے ہو گئے ہو نماز پڑھا کرو۔ امی نماز کس کی ہے؟ کہا اللہ کی۔ امی اگر اللہ کی

نماز پڑھیں تو اللہ کیا دے گا؟ آپ اپنے چھوٹے بچے سے کہو بیٹا یہ کام کرو، تو وہ پوچھے گا اچھا اگر میں یہ کام کروں تو کیا دو گے؟ آپ کو معلوم ہوتا ہے میرے بیٹے کو کھانے پینے کی چیزوں میں سب سے زیادہ کون سی چیز سے رغبت ہے؟ آپ اسی چیز کا نام لو گے تو وہ فوراً کام کرے گا۔

حضرت بابا فرید الدین شکر سے پیار کرتے تھے۔ ماں نے کہا بیٹا اگر نماز پڑھو گے تو اللہ شکر دے گا۔ کہا امی شکر دے گا۔ ہاں میرے بیٹے اللہ شکر دے گا۔ پھر لوٹا لیا، وضو کرنے لگے۔ امی نے جلدی سے مصلیٰ بچھایا۔ مصلیٰ بچھا کر شکر کی پڑیا بنا کے جلدی سے مصلّے کے نیچے رکھ دی۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ نماز شروع کر دی۔ امی میں نماز ٹھیک پڑھ رہا ہوں۔ بیٹا بہت پیاری نماز پڑھ رہے ہو۔ سلام پھیرا۔ امی شکر! کہا بیٹا مصلیٰ اٹھاؤ۔ مصلیٰ اٹھایا تو نیچے شکر کی پڑیا تھی۔ بڑے خوش ہوئے۔ امی سودا نقد ہے۔ نماز پڑھیں گے شکر کھائیں گے۔ ہفتہ دس دن اسی طرح ہوتا رہا۔ آپ وضو کرتے، امی شکر کی پڑیا بنا کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتیں۔ ایک دن محلے کے دوستوں کے ساتھ تفریح کیلئے جنگل تشریف لے گئے۔ مسجد سے آواز آئی "حی علی الصلوٰۃ حی علیٰ الفلاح" آؤ نماز کی طرف۔ آؤ کامیابی کی طرف۔ مسجد کے مینار سے آواز آئی، آؤ لوگو! نماز کی طرف۔ اپنے یاروں سے کہنے لگے۔

ذرا اپنے رب سے شکر لے آؤں۔ کہنے لگے کہیں رب بھی شکر دیتا ہے۔ کہا تم مانو ہمیں دیتا ہے۔ اپنا اپنا یقین ہے۔ تم مانو نہ مانو، ہمیں تو دیتا ہے۔ گھر میں آ کے وضو کرتے۔ آج راستے میں نہر تھی، نہر کے کنارے پر بیٹھ کر وضو کیا۔ روزانہ والدہ مصلیٰ بچھاتی تھیں آج خود مصلّے لے کر کھڑے ہو گئے۔ امی نے کہا بیٹا وضو کرو گے۔ امی آج میں وضو کر کے آیا ہوں۔ ماں نے بھی آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا:

اے رب ذوالمنن تو دلوں کے راز جانتا ہے۔ پہلے بیٹا فرید وضو کرتا تھا میں جلدی سے شکر کی پڑیا بنا کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتی تھی۔ اب خود مصلیٰ پر کھڑا ہو گیا ہے۔ اگر اس کے سامنے شکر کی پڑیا رکھی تو کہے گا کہ امی رب تو نہیں رکھتا تھا تم خود رکھ دیتی تھیں۔ اے پروردگار یہاں تک لانا میرا کام تھا، اب آگے سنبھالنا تیرا کام ہے۔ سلام پھیرا، امی شکر! کہا بیٹا ننھے ہو گئے

ہو، مصلیٰ اٹھاؤ۔ مصلیٰ اٹھایا تو حیران ہو گئے۔ روزانہ شکر کی پڑیا ہوتی تھی آج مصلیٰ ہے، مصلےٰ کے نیچے حوض ہے، حوض شکر سے بھرا ہوا ہے۔ امی روزانہ پڑیا آج حوض!

فرمایا بیٹا روزانہ میں رکھا کرتی تھی، آج رب نے خود رکھی ہے۔ اللہ کے ولیوں کے دروازے پر آؤ، ولی کی کرامت حق ہے۔

داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جن کا لاہور میں آج بھی دربار موجود ہے، لاہور میں مسجد بنوائی۔ لوگوں نے کہا، اس مسجد میں نماز جائز نہیں۔

مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس میں کوئی نہ جائے۔ اسلئے کہ اس مسجد کا رخ کعبہ کی جانب نہیں ہے۔ سارے جوان آ گئے۔ واہ میاں واہ ایسی مسجد بنوائی جس کا رخ کعبہ کی جانب نہیں۔

داتا علی ہجویری مسکرائے۔ فرمایا، آج مغرب کی نماز کے وقت اعلان کر دو کہ جس کو کعبہ دیکھنا ہو وہ آج نماز میرے پیچھے پڑھے۔

اعلان عام ہوا۔ اپنے آئے، بیگانے آئے، چھوٹے آئے، بڑے آئے، ادنیٰ آئے، اعلیٰ آئے۔ آخر میں مفتی صاحب بھی آئے۔ آج تک اس مسجد کی عمارت گواہ ہے، داتا علی مصلیٰ امامت پر کھڑے ہوئے۔ منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ جتنے بھی پیچھے کھڑے تھے کعبہ دیکھ رہے تھے۔ سلام پھیرا تو قدموں پر گر پڑے۔ حضرت نے فرمایا، جو ولی ہوتے ہیں جھوٹے نہیں ہوتے۔ اور جھوٹے ہوتے ہیں، وہ ولی نہیں ہوتے۔ میں نے لاہور میں تقریر کی۔ بہت بڑی کانفرنس تھی۔ جب کانفرنس ختم ہوئی تو ایک پروفیسر مجھے ملا۔ کہنے لگا مولانا ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں، یہ آپ نے کیسی بات کہہ دی کہ لاہور میں داتا صاحب کو کعبہ نظر آ گیا۔ پانچ ہزار میل کا سفر ہے، درمیان میں سمندر ہے، فضائیں ہیں، ہوائیں ہیں، کیسے نظر آ گیا۔

میں نے کہا پروفیسر صاحب! آپ کے سامنے قرآن پڑھوں تو آپ کہیں گے سب معنی غلط ہیں۔ حدیث پڑھوں تو آپ کہیں گے اس کا راوی کمزور ہے۔

آیئے ذرا آپ سے آپ کے ذہن کی بات کروں۔ ابھی میں لاہور شہر سے گزرا۔ جم غفیر

ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟

کہنے لگا مولانا، محمد علی گھونسے بازی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میں نے کہا مظاہرہ کرے جنگلات میں، مظاہرہ کرے امریکہ میں، نظر آئے لاہور میں۔ کہنے لگا مولانا آپ اس بات پر حیران ہو رہے ہیں۔ اگر پاکستان کی ٹیم میچ کھیلنے لندن کی سرزمین پر تو وہ نظر آتی ہے پاکستان کی سرزمین پر کیوں کہ ایک ایسا اعلیٰ ایجاد ہو چکا ہے۔ ہم سیاروں کی صورت سے ان کی شکلیں، ان کی حرکات و سکنات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے کہا پھر عقل ہوتی تو بات نہ کرتے۔ اگر تمہاری سائنس امریکہ میں کھیلنے والے اور لندن میں کھیلنے والے کی صورت لاہور اور ملتان میں دکھا سکتی ہے تو میرا رب بھی زمین کی طنابیں کھینچ کر لاہور میں داتا صاحب کو کعبہ دکھا سکتی ہے۔ اللہ کے ولیوں کو اللہ نے یہ طاقت مرحمت فرمائی ہے۔

آج جو لوگ بتوں کی آیتیں اللہ کے ولیوں کیلئے پڑھتے ہیں وہ اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ ربانی ان کو متوجہ کر رہا ہے کہ آؤ اپنی عاقبت کو سنوارو۔ جو آیتیں بتوں کیلئے نازل ہوئی ہے وہ آیتیں اللہ کے ولیوں کیلئے پڑھنا جہالت ہے۔

اکثر یہ آیت پڑھی جاتی ہے:

اُفٍ لکُم ولِمَا تَعبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰہِ.

افسوس ہے تم پر کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو سن بھی نہیں سکتے۔

یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کیلئے بولا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے لایا گیا اور کہا گیا سجدہ کرو نمرود کے دربار میں۔ فرمایا میرے رب کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ تو نمرود نے کہا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

ربی الَّذی یُحیِی وَ یُمِیتُ.

میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں موت بھی ہے اور جس کے ہاتھ میں حیات بھی ہے۔ مرضی آئے موت دے، مرضی آئے زندگی دے۔ نمرود نے دو قیدی بلوائے، ایک کو آگ میں ڈلوا دیا۔ ایک کو رہا کر دیا۔

اے ابراہیم اب تو رب مان۔ ایک کو موت دے دی، ایک کو حیات دے دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَاتِى بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاتِ بِهَامِنَ الْمَغْرِبِ.

میرا رب سورج نکالتا ہے مشرق سے اگر سب جہاں تیرے ہاتھ میں ہے تو نکال کے دکھا مغرب کی طرف سے۔ فَبُهِتَ الَّذِى كَفَرَ. اللہ فرماتا ہے شرمندہ ہو گیا۔

قَالُوا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَا اِبْرَاهِيْمُ.

یہ ربانی کی بات نہیں۔ رب کا فرمان ہے۔ اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ کیا سب کچھ تم نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، بلکہ اس نے جو اُن سب میں بڑا ہے، اگر یہ بول سکتے ہیں۔ سب نے کہا اے ابراہیم آپ جانتے ہیں یہ بول نہیں سکتے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا:

اُف لكم ولِمَا تَعبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.

اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرتے ہو جو بول بھی نہیں سکتے۔

ان لوگوں میں اکثر جو اپنے آپ کو بڑا فقیہ، بڑا مفکر سمجھتے تھے اس جیسی آیات حضرت بہاالحق کیلئے کہیں، بابا فرید الدین کیلئے کہیں، حضرت داتا علی ہجویری کیلئے پڑھیں، شہنشاہ بغداد کیلئے پڑھیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کیا ولی بت ہیں، بت بت ہیں، ولی ولی ہیں۔ بت اللہ کی مار ہے، ولی پہ اللہ کا پیار ہے۔ بت پتھر کی مورت ہے، ولی سینوں کی ضرورت ہے۔ بت نہ معبود ہے نہ حق ہے، ولی مسرت شراب الست ہے۔ بت کی آنکھوں میں لکیر ہے، ولی کی آنکھ میں تاثیر ہے۔ بت کو کچھ سناؤ تو مردہ کے کان بن جاتا ہے، ولی کو کچھ سناؤ تو خدا خود کان بن جاتا ہے۔ ایک فقیر کہتا ہوں، ذرا اپنے دامن میں بھر کر وہ بھی لے جاؤ۔

بت کیا ہے، بت کی معذری کیا ہے؟ ولی کے آگے شانِ سکندری کیا ہے؟ بت کی اطاعت بت پرستی ہے۔ ولی کے دل میں خدا کی بستی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الا، خبردار، انّ، بے شک، اولیا اللہ، اللہ کے ولی جو لوگ عربی لغت کا مطالعہ رکھتے ہیں۔

انہیں اندازہ ہے کہ الا کا لفظ جہاں عربی عبارت میں بولا ہے انّ کا لفظ نہیں بولا۔ کیوں کہ الا بھی حرف تاکید ہے اور انّ بھی حرف تاکید ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیارے ولیوں کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے الا بھی کہا ہے اور انّ بھی کہا ہے۔ یا اللہ اتنی تاکید کیوں کی۔ اللہ جانتا تھا کہ کچھ لوگ اللہ کے ولیوں کی تنقیص کریں گے تو اللہ نے حرف تاکید الا بھی لگایا اور انّ بھی لگایا۔ خبردار، بے شک، لوگ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے کہ یہ غیر اللہ ہے تو اب نے تاکید لا کر اعلان کر دیا کہ غیر اللہ نہیں ہیں بلکہ اولیا اللہ ہیں۔ فرمایا:

لَا خَوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.

نہ انہیں کوئی غم ہے نہ انہیں کوئی ڈر ہے۔ کیا ڈر ہو، کیا غم ہو۔ جو خدا کا ہو گیا وہ خدا ہی کا ہو گیا۔

مَن كَانَ لِلّٰه كَانَ اللّٰهُ لَهٗ.

جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اس کا ہو گیا۔ جن لوگوں نے اپنے دلوں کو اللہ کی طرف متوجہ کر لیا ہے ان کا دل زندہ ہو گیا۔ مدینے کے منبر پر حضور نے فرمایا تھا، میرا کلمہ پڑھنے والے کے جسم کے اندر ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ صحیح تو آدمی صحیح، اگر وہ غلط تو آدمی غلط۔ اگر وہ زندہ تو آدمی زندہ، اگر وہ مردہ تو آدمی مردہ۔ صحابہ نے سوال کیا وہ کیا چیز ہے؟

اَلَاوَهِيَ الْقَلْبُ. وہ دل ہے۔ اگر دل زندہ تو آدمی زندہ، اگر دل مردہ تو آدمی مردہ۔ اگر دل مردہ ہے اور آدمی کار میں ہے مگر وہ مردہ ہے اور اگر دل زندہ ہے اور آدمی سویا ہوا مزار میں ہے مگر وہ زندہ ہے۔ دل کی زندگی ہمیشہ کی زندگی سے وابستہ ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطمَئِنُّ الْقُلُوْبُ.

خبردار ہو جاؤ۔ دلوں کو اطمینان ملتا ہے، سکون ملتا ہے اللہ کے ذکر سے۔

حضرت سعدی نے بڑا اچھا مسئلہ حل کیا۔ وہ فرماتے ہیں، غوث پاک کے ماننے والو! ولیوں کے ماننے والو! ولیوں کے دربار پر جاؤ، ولیوں کے قریب بیٹھو۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں، میں حمام میں گیا۔ مجھے ایک دوست نے مٹی دی۔ میں نے سونگھا تو بڑی اچھی خوشبو آئی۔ میں

نے کہااے مٹی تو مشک ہے یا عنبر۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشین درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرماتے ہیں، کہنے لگی میں تھوڑے عرصے گلوں کے ساتھ رہی ہوں۔ البتہ میں مٹی ہی ہوں۔مگر کچھ عرصہ پھولوں کے ساتھ میں نے وقت گزارا ہے،گل کے ساتھ رہ کر گل کا اثر آ گیا ہے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر مٹی گلوں کے ساتھ رہے تو پھولوں کی خوشبو آ جائے اور اگر ایک گنہگار آدمی اللہ کے ولی کے ساتھ رہے تو خدا کے خوف کی خوشبو آ جائے۔ اگر گناہ سے نجات چاہتے ہو تو ولی کا قرب حاصل کرو۔ اللہ کے ولیوں کے قریب رہو، اللہ کے ولیوں کے دربار پر جاؤ۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ قبروں پر جا کر سجدے کرو۔ ہم مجدد الف ثانی کے غلام ہیں۔ امام ربانی کے ماننے والے ہیں۔ ہم نے ہی جہانگیر کے سامنے سینہ تان کر کہا تھا کہ گردن تو کٹ سکتی ہے مگر اللہ کے سوا کسی کے آگے جھک نہیں سکتی۔ قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے مگر قبر کو چومنا حضرت ایوب انصاری کی سنت ہے۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آباد و شاد رکھے۔ پروردگارِ عالم اپنا کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں۔ تمام حضرات کیلئے دعا کرتا ہوں۔ آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہماری حاضری قبول فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

الحمدللّٰہ وکفیٰ. والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّہ و رسولہ المصطفیٰ و علیٰ الہ واصحابہ البررۃ التقیٰ. امّا بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم.

یٰۤاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًاوَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم. وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم.

نظر اک چمن سے دو چار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

بہ ادب سر جھکا لو سرِ لا کہ میں نام لوں گا گل و باغ کا
گل تر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) چمن ان کا پاک دیار ہے

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان جان سے ہے بقا وہی بُن ہے بن سے ہی بار ہے

نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تب سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

بزرگو اور دوستو! گفت وشنید سے پیشتر آیئے ہم اور آپ مل کر ایک آواز ہو کر اپنے آقا و
مولیٰ یعنی بزم آخر کا شمع فروزاں نور اول کا جلوہ وہ جو جان مسیحا ہے، وہ جو رحمت کا دریا ہے، وہ
جو بلیغ دل آرا ہے، وہ جو ہر مکاں کا اجالا ہے، وہ جو تاجداروں کا آقا ہے، وہ جو نور وحدت کا ٹکڑا
ہے، وہ جو تصریح واقعات ماضیہ ہے، تشریح حجت بالغہ ہے، تقریر قصص انبیاء ہے، تحریر معارف
اصفیاء ہے، وقایۂ احکام الٰہیہ ہے، افق انوار شمسیہ ہے، اسی کی بارگاہ عالی وقار ضیاء بار پر انوار
میں جھوم جھوم کر ہدیہ درود پیش کریں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّم۔

برادران ملت اسلامیہ آج میرا دل یہ چاہتا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں، خاتم الانبیاء حضور احمد مجتبیٰ محمد
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات آپ حضرات کے سامنے بیان کروں۔ مگر جب اپنی
بے بضاعتی اور کم علمی کی طرف نظر کرتا ہوں تو زبان خاموش ہو جاتی ہے کہ مجھ جیسا کم علم ناچیز
اس بے مثل و بے مثال کے معجزے کیسے بیان کر سکتا ہے کہ جن کی ہر ہر ادا معجزہ ہو۔ کون ہے
وہ، وہی جن کا نام محمد ہے۔ اے لوگو! بغور سنو میں آپ حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم
جانتے ہو کہ محمد کون ہیں؟ محمد دونوں جہان کے بادشاہ ہیں، ہر فقیر بے نوا کی پناہ ہیں، اٹھارہ ہزار
عالم کا خلاصہ ہیں، اولاد آدم کے انسان کامل ہیں، بلکہ سعادت آدم ہیں۔ ان کے معجزوں کا
کوئی شمار نہیں کیوں کہ اسلئے کہ اگر بنظر عمیق آپ دیکھیں تو یہ سارا عالم دنیا و مافیہا کا ہر ہر ذرہ
انہیں کا معجزہ ہے۔ دیکھو حضرت شیث کی سیادت، سرکار دو عالم کی نبوت کا وسیلہ تھی، حضرت نوح
کی کشتی نجات محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک نمونہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سکوت
خلعت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک قطرہ تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا صدق
صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک لمحہ تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت سلطنت محمد (صلی
اللہ علیہ وسلم) کا ایک رکن تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن جمال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی ایک جھلک کا ایک کرشمہ تھی، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بے
پناہ صبر کا ایک ذرہ تھا، حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نعت کا ایک
مصرع تھا، سکندر کا تخت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شوکت کا ایک ادنیٰ سا دبدبہ تھا،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکالمات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قربت کا ایک حصہ تھا، حضرت
ہارون کی وزارت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک انعام تھا، حضرت لقمان کی حکمت،
حکمت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دفاتر کی ایک سطر تھی، مراتب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی
عصمت عفت محمد کا ایک لمحہ تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منزل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
کی منزل ارفع کا ایک پایہ تھا۔ ایسے ہی تمام انبیاء کرام آپ ہی کا صدقہ تھے۔ اسی لئے تو
میرے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت فاضل بریلوی کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں:

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغ فردوس پس از حمد خدا تیری ہی مدح و ثنا کرتے ہیں

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

یہی نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر آپ کے دروازے کے خاک نشین تھے، حضرت عمر
فاروق آپ کے خرمن ایمان کے خوشہ چین تھے، حضرت عثمان بن عفان آپ کے خوان احسان
کے ریزہ چیں تھے، حضرت علی آپ کے دریائے رحمت کے چھینٹے جمع کرنے والے تھے،
حضرت فاطمہ بتول زہرہ، بوستان مصطفوی کی ایک کلی تھی، حضرت حسن و حسین گلستان محمدی
کے ایک گلدستہ تھے، حضرت امام اعظم آپ کے مصحف کا ایک حرف تھے، حضرت غوث اعظم
آپ کے بحر معرفت کا ایک قطرہ تھے، حضرت خواجہ آپ کی سلطنت کے ایک سپاہی تھے، اعلیٰ
حضرت آپ ہی کے معجزوں میں سے ایک معجزہ تھے اور مفتی اعظم آپ ہی کے نور ہدایت کی
ایک جھلک تھے۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

غرض یہ کہ حضرت جبرائیل امین آپ کے قاصد تھے، حضرت اسرافیل آپ کے میخانے
کے جرعہ کوش تھے، حضرت میکائیل آپ کے غلاموں کو رزق تقسیم کرنے والے تھے، حضرت

عزرائیل خیل محمدی کے خادم تھے۔اے لوگو! قرآن آپ کا منشور ہے،کلمہ شہادت آپ کی تیغ ہے،طہارت آپ کی پاکیزگی ہے،روزہ آپ کی ڈھال ہے،معراج آپ کا سفر ہے،ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ آپ کا لشکر ہے،اللہ کی ذات والاصفات آپ کی پناہ گاہ ہے اور ملجاد ماویٰ ہے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی لئے تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت مرشد برحق جلوۂ قدرت حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

وصف کیا لکھے کوئی اس مہبط انوار کا
مہر و مہ میں جلوہ ہے جس چاند سے رخسار کا
عرش اعظم پر پھریرا ہے شہِ ابرار کا
بجتا ہے کونین میں ڈنکہ مرے سرکار کا

(پڑھئے درود پاک)

برادران اسلام آپ حضرات کے سامنے رسول اعظم سرور بنی آدم روح روانِ عالم سفائے سینۂ نیر اعظم،نور دیدۂ ابراہیم وآدم یعنی شہنشاہ دوعالم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات کو کون بیان کرے اور کیسے بیان کیا جائے۔اگر معجزات وفضائل اور محاسن و درجات شمار میں ہوں تو بیان بھی کئے جائیں مگر ان کے فضائل کیسے بیان کئے جاسکتے ہیں۔

کہ جو دنیا میں تشریف لائے تو زبان پر رَبِّ هَبْ لِی امتی کی صدائیں رہیں ہوں،قبل جلوہ گری آپ کے واسطے سے دعا قبول ہوئی ہوں،وقت تولد بت خانے ویران ہوگئے ہوں، تمام بت منھ کے بل گر گئے ہوں،جن کے حق بیانی اور امانت دانی کی گواہی کفار دیتے ہیں، جن کی بارگاہ کے حضرت جبرئیل خادم ہوں،وہ اگر نرم ریت پر چلیں تو نقش نہ بنیں اور اگر سخت پتھر پر چلیں تو نقش قدم بن جائیں۔اگر اشجار کے جھرمٹ میں جائیں تو وہ آپ کو سلام کریں، اگر احجار کے قریب جائیں تو احجار ان سے کلام کریں۔حد تو یہ ہے کہ اگر جانوران کی بارگاہ میں جائیں تو سجدہ کریں،کنکروں کو اشارہ فرمائیں تو کلمہ گو ہو جائیں،اگر مردہ کو حکم دیں تو وہ زندہ ہو جائے اور اگر سوکھے ہوئے درخت کے بارے میں دعا کریں تو ہرا بھرا ہو جائے،جب وہ

پیارے باہر نکلیں تو ابر رحمت ان پر سایہ فگن ہو جائے،اگر مٹھی بھر مٹی کفار کے اوپر پھینکیں تو تیر سے زیادہ کام کرے۔اے لوگو! ان کی تعریف بیان کی جائے کہ اگر ان کی انگلی کا اشارہ ہو جائے تو ابر چھا جائے اور موسلا دھار بارش ہونے لگے اور اگر اسی انگلی کا اشارہ فرمائیں تو بادل پھٹ جائے اور بارش بند ہو جائے۔اگر ان کی انگلی کا اشارہ ہو جائے تو چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور اسی انگشت مبارک کا اشارہ کریں تو ڈوبا ہوا سورج پلٹ آئے۔غرض کہ پتھروں اور کنکریوں کا آپ کے دست اقدس پر تسبیح وتہلیل کرنا حجر اسود کا آپ کو سلام کرنا اور ستون حنّانہ کا آپ کے فراق میں گریہ وزاری کرنا دست اقدس کی انگلیوں کی گھائیوں سے چشمہ جاری کر دینا، بکری کی سوکھی ہوئی چھاتیوں میں سے ہاتھ لگاتے ہی دودھ کا نکلنا،آپ کے لعاب دہن سے کھاری کنوئیں شیریں ہو جانا،علاوہ ازیں مزید درجات عالیہ سے مخصوص فرمایا گیا۔خلوت قدس میں مناجات کا سننا،انواع واقسام کے مشاہدات وکرامات سے سرفراز ہونا،رات کے وقت معراج کو جانا۔مختصر یہ کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو جتنے بھی فضائل ومحاسن ومعجزات وخصائص عطا کئے گئے وہ تمام بدرجہ اتم بلکہ ان سے کہیں اور زیادہ حضور پرنور شفیعنا یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ستودہ صفات میں موجود ہیں۔کسی شاعر نے اس کو یوں کہا ہے:

خدا نے ایک محمد میں دے دیا سب کچھ
کریم کا کرم بے حساب کیا کہنا

ان کی ہر ادا معجزہ ہے۔ان کا اٹھنا معجزہ،ان کا بیٹھنا معجزہ،ان کا چلنا پھرنا معجزہ،ان کا سونا جاگنا معجزہ،ان کی ہر ادا معجزہ ہے۔غرض یہ کہ تمام کمالات آپ کے اندر موجود ہیں:

خوبی وشکل وشمائل وحرکات وسکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مواہب لدنیہ سے دلائل النبوۃ پھر اس سے مدارج النبوۃ میں منقول ہے کہ ایک بار بارگاہِ

رسالت میں ایک آدمی آیا اور اس نے سید الانبیاء حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کے اوپر اس وقت ایمان لاؤں گا جب آپ میری ایک لڑکی جو مردہ ہے، اس کو آپ دوبارہ زندہ فرمادیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرماتے ہیں، بس اتنی سی شرط۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ بس یہی درخواست ہے۔ اب اللہ کے محبوب فرماتے ہیں کہاں ہے وہ لڑکی۔ اس آدمی نے سرکار کو ایک پرانی قبر بتائی اور عرض کیا، یا رسول اللہ اس کی قبر یہ ہے۔ حضور جانِ عالم وجان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر کھڑے ہوکر آواز دی، اے فلاں! ادھر آپ کا آواز دینا تھا کہ فوراً ادھر لڑکی کی قبر پھٹی اور لڑکی قبر سے اٹھ کر یہ عرض کرنے لگی۔ لبّیک یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و سعد یك. فوراً وہ آدمی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تھا۔ اللہ اللہ ان باغوں کی بھی کیا قسمت رہی ہوگی کہ جن میں سرور کائنات جلوہ فرما ہوئے ہوں، آپ تشریف لے جاتے ہوں اور ان سے خوشہ بھی چن کر تناول فرماتے ہوں۔ بہر حال سرکار وہاں بیٹھے ہی تھے کہ اتفاق سے ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا۔ سرکار نے مجھ سے حکم فرمایا کہ دروازہ کھول آؤ۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے جا کر دروازہ کھولا تو وہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے) فرماتے ہیں کہ ہم نے سرکار کے فرمان کے بموجب ان کو جنت کی بشارت سنائی۔ وہ حمد الٰہی بجالائے۔ پھر ایک شخص نے آکر دروازہ کھلوایا تو حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی خوشخبری دو۔

تو میں نے جا کر پھر جب دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو بھی میں نے بحکم سرکار جنت کی خوشی خبری دی۔ وہ بھی حمد الٰہی بجالائے۔ اس کے بعد ایک آدمی اور آیا۔ اس نے بھی دروازہ کھلوایا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ اور اس آنے والے کو بھی جنت کی خوش خبری دے دو۔ ایک بلوے کی وجہ سے جو اس کے اوپر ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو میں نے آپ کے حکم سے جنت کی بشارت دی۔ وہ حمد الٰہی بجالائے۔ پھر انہوں نے کہا خدا کی مدد چاہیئے۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ وہ اس وقت مشرکہ تھی۔ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کی اور بے ادبی کا کلمہ کہا۔ مجھے بہت زیادہ شاق گذرا۔ اس صدمہ کا میرے دل پر بے حد اثر ہوا اور میں روتا ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور یوں عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت میری والدہ کو ہدایت دے دے۔ فوراً اللہ کے رسول کے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں دراز ہوتے ہیں۔ سرکار یوں فرماتے ہیں کہ (اَللّٰھُمَّ اھد اُمَّ ابی ھریرۃ) اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ حضور کی زبان مبارک سے یہ دعا سن کر میں بہت شاداں وفرحاں اپنے گھر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ میری ماں کو میری قدموں کی آواز سے معلوم ہوگیا کہ آنے والا میں ہی ہوں۔ بولی ابوہریرہ وہیں ٹھہرو میں نے پانی گرنے کی آواز سنی اور سمجھ گیا کہ میری ماں غسل کر رہی ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ جب میری ماں غسل سے فارغ ہوئی، کپڑے بدلے،

پھر دروازہ پر آئی اور خوشی خوشی دروازہ کھولا اور فوراً مجھے دیکھ کر کلمہ پڑھا اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ میں گواہی دیتی ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں۔

کہ میں یہ سن کر روتا ہوا پھر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا اور حاضر ہو کر آپ کو اپنی ماں کے دولت ایمان سے مشرف ہونے کی خبر دی۔ حضور یہ سن کر حمد الٰہی بجالائے۔ اللہ اکبر آپ کی دعا بھی کیا دعا تھی۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد

محترم بزرگو غور کرنے کا مقام ہے۔ یہ معجزات حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور پیغمبر اعظم محبوب عالم کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں۔ عزیزو اور ہم تو یہاں تک کہتے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ عالم کا پتہ پتہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہی دیتا ہے۔ آسمان و زمین، چاند و سورج، شجر و حجر، خشک و تر، غرض یہ کہ ہر چیز اس پیارے کی صداقت کا ثبوت بین بن جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور یہ نشانی حضور شفیعنا یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر پوری اتری جس کا قرآن نے اعلان کر دیا۔ **اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا ایۃً یعرضوا ویقولوا سحر مستمر** پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔ اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے چلا آتا۔ پ:۲۷ (کنز الایمان)

اور بعض عقل پرست لوگوں نے قرب قیامت کی نسبت سے یہ تاویل کی ہے کہ اس آیت

سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انشقاق قمر کا اثبات نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ قیامت کا واقعہ کا ذکر ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں اول تو ماضی کا صیغہ وانشق القمر چاند پھٹ گیا۔ اگر استقبال ہوتا تو پھر چاند پھٹ جائے گا کے معنی لینا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ بالغرض اگر قیامت کا واقعہ ہوتا تو آپ خود بتائیں کہ اس کے بعد یہ کیوں ہوتا کہ یہ کافر اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں کہ یہ جادو ہے جو ہوتا آیا ہے۔ قیامت کے آجانے کے بعد اس انکار سے کیا معنی؟ اور اس کو سحر مستمر جادو کہنا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مستند اور صحیح روایات کی کس طرح تردید کی جا سکتی ہے اور پھر ایک دو محدث نہیں بلکہ تمام محدثین نے اس واقعہ سے اپنی کتابوں کو مزین فرمایا۔ آؤ اور سنتے جاؤ واقعہ صحیح بخاری میں ہے، جامع ترمذی میں بھی ہے اور مسند امام حنبل میں بھی ہے اور مسند طیالسی میں بھی ہے، مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ اگر دلائل بیہقی میں ہے تو دلائل ابو نعیم میں بھی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔ سنو حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس ہیں اور عبداللہ بن عمر ہیں اور انس بن مالک ہیں اور حضرت زبیر ہیں، حذیفہ بن یمان ہیں، حضرت علی بن ابو طالب ہیں۔ اس میں سبھی راوی مستند ہیں مگر ان تمام میں اصح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جن سے یہ روایت بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب احادیث معتبرہ میں مروی ہے کہ یہ اس واقعہ کے وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ یوں فرماتے ہیں، **انشق القمر و نحن مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بمعنیٰ فقال اشھد وا وذھبت فرقۃ نحر الجبل.** یعنی ہم سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ چاند پھٹ گیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ اور چاند کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی گھاٹی میں چلا گیا۔ (تفسیر)

برادرانِ اسلام آج میں چاہتا ہوں اس معجزے کے اوپر دلائل لا کر منکرین معجزہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دھجیاں بکھیرتا چلوں، چنانچہ انہیں سے دوسری حدیث مروی ہے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ **انشق القمر علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ**

علیه وسلم فرقتین فرقة فوق الجبل وفرقة تحته فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اشهدوا (صحیحین). یعنی حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں چاند کے دوٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا تو پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا اس کے نیچے، تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو گواہ ہو جاؤ۔

بہر حال یہ معجزہ رات کے وقت جب کہ قمر اپنے شباب پر تھا اپنے حسن و زیبائی سے سارے عالم کو منور کر رہا تھا۔ جس وقت کے وہ خود پورے آب و تاب سے درخشندہ تھا اور سارے عالم کو چمکا رہا تھا اسی وقت مکہ میں مقام منیٰ میں واقع ہوا اور اس وقت مکہ کے کچھ کفار نے کہا تھا کہ اگر واقعی آپ سچے رسول ہیں تو آسمان پر جو چاند ہے اس کے دوٹکڑے کر کے دکھا دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ جب کفار نے یہ کہا تو اس طرف اللہ کے رسول ان پر لاکھوں درود اور کروڑوں سلام ہو، انہوں نے زمین میں کھڑے ہو کر اپنے انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ جیسے ہی آپ نے چاند کی طرف انگشت کا اشارہ کیا فوراً چاند نے اپنا کلیجہ شق کر دیا اور دوٹکڑے ہو گیا۔ مگر جن کو اللہ نے ازل سے ہی ایمان سے محروم رکھا ہو وہ ایمان نہ لائے اور جادو بتاتے رہے۔ تاجدار اہلسنت سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے کلام میں یوں فرمایا ہے:

جب قمر اک اشارے سے ٹکرے کیا
بولے کافر یہ جادو سا کیا کر چلے

امام اہلسنت حضور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

پڑھیے درود پاک: اَللّٰھمّ صل علیٰ سیّدنا محمدٍ و اٰله و بارك وسلّم.

شق صدر

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شباب کا واقعہ ہے۔ یہ معجزہ تو اعلانِ نبوت کے بعد کا ہے مگر آؤ اس سے قبل عہد طفلی کا معجزہ میں تمہارے سامنے بیان کروں۔ آج کل بعض لوگ جن کو بے دال کا بودم کہا جائے تو کم ہے، وہ یہ بکتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حضور کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ ان اندھوں سے معلوم کیا جائے کہ اگر چالیس سال کے بعد نبوت ملی ہوتی تو پھر اس حدیث پاک کا کیا مطلب ہوگا کہ آپ سے صحابہ کرام نے سوال کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متیٰ وهبت نبوتك قال كنت نبيًّا وادم بين الماء والطين. میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی کی منزلوں کو طے کر رہے تھے۔ کنت نبیًّا و ادم بین الروح والجسد. میں اس وقت نبی تھا جس وقت حضرت آدم جسم و روح کی منزل پار کر رہے تھے۔ رب تعالیٰ خود فرماتا ہے هو الاوّل والآخر والظاهر والباطن وهو بكلّ شئٍ عليم. یعنی وہی اوّل ہیں، وہی آخر ہیں، وہی ظاہر ہیں، وہی باطن ہیں اور وہ ہر شئی کے عالم ہیں۔ وہ لوگ اب اس آیت کو دیکھیں اور اپنے ایمان کو ٹٹولیں کہ ان کا ایمان کہاں ہے۔ سچ فرمایا ہے مجدد مائتہ ماضیہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

ہاں تو میں یہ بیان کر رہا تھا کہ عمر طفولیت کا معجزہ سنا اور ایسا معجزہ جس کو مانے بغیر انکار کا کسی کو چارہ نہیں۔ گویا یہ معجزہ منافق بیچارے کے سینے کے اوپر خنجر دو دھارا ہے کہ اس منافق کے سینے کے اوپر خود خداوند قدوس نے مارا ہے۔ جس سے اس کا سینہ پارہ پارہ ہے، وہ نجدی بے سہارا ہے اور بے چارہ ہے۔ سنی نے اس معجزہ سے خوب اس کو پچھاڑا ہے، کہ سینۂ مبارک کا کھول دینا، اس مصلحت سے چاک کرنا کہ وہ انوار الٰہی سے معمور کیا جائے یا ایک دولت ربانی تھی جو حضور جان جاناں صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس سے عطا ہوئی۔ ارشاد ہوا الم نشرح

لك صدرك احادیث کریمہ میں گویا اس شق الصدر کی پوری تفصیل مذکور ہے۔اس کے باوجود ان احادیث کی تصدیق کلام اللہ سے بھی ہے۔خواہ یہ ظاہری طریقہ پر باطنی رنگ میں علم وحکمت اورنور ومعرفت کی غیر معمولی اور مافوق البشری بخشش ہو۔ ہر نوع وہ ادراک وفہم بشری سے وراء الوریٰ ہے۔اس پر معجزہ یہ کہ سینۂ اطہر چاک کیا گیا۔اس میں سے قلب انور نکالا گیا،اس کوشق کر کے انوار وتجلیات سے معمور کیا گیا۔مگر ایک قطرہ خون نہ نکلا۔سبحان اللہ۔کہاں ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ حضور ہم جیسے ہیں۔کیا ان کا سینہ اسی طرح نور سے معمور ہوا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ان بے ایمانوں کے دل میں اگر ذرہ برابر نور ایمانی ہوتا تو وہ اپنی طرح نہ کہتے۔ وہ اندھے یہ نہیں سوچتے کہ ہماری اگر ذرا سی انگلی کٹ جائے تو خون کا فوارہ پھوٹ پڑتا ہے اوراس پیارے اقدس کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا۔مگر ایک قطرۂ خون نہ نکلا۔اسی سے پتہ لگا کہ وہ ہم جیسے نہیں مگر بے چارہ وہابی تو بے چارہ ہے ہی،اس اندھے کو یہ کہاں دیکھتا ہے۔سچ فرمایا میرے سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

پڑھئے درود پاک: اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمد والہٖ وبارك وسلم.

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین.

☆☆☆